شمارہ مطبوعات ندوۃ المصنفین

حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط

تالیف

خورشید احمد فارق
اُستاد ادبیات عربی، دلی یونیورسٹی

ندوۃ المصنفین اُردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

طبع اوّل

جُمادی الآخرہ سنہ ۱۳۸۰ھ مُطابق دسمبر سنہ ۱۹۶۰ء

قیمت مجلد پانچ روپے

قیمت غیر مجلد چار روپے

مَطبوعہ

اعلیٰ پرنٹنگ پریس دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ابوبکر صدیق کے سرکاری خطوط تین سال پہلے بُرہان میں شائع ہوئے تھے، اُس وقت ان کی تعداد یقیناً کیس ۲۲ تھی اب پوری ۶۰ ہے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ خطوط نہ تو عربی میں کبھی جمع ہوئے اور نہ بشکل ترجمہ دوسری زبانوں میں، ابوبکر صدیق کا عہدِ خلافت تھا تو بہت مختصر یعنی صرف سوا دو سال لیکن اس میں واقعات وحوادث کی طغیانی سی رہی، ہر طرف بغاوتیں، ہر طرف فوج کشی، جب بغاوتیں دور ہوئیں تو ایک طرف نظم و تدبیر کا دور شروع ہوا تو دوسری طرف عراق و شام میں فتوحات کا۔ اس عرصہ میں خلیفہ نے سیکڑوں مراسلے بھیجے ہوں گے لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے صرف پانچ چھ درجن سے زیادہ ہمیں نہ مل سکے، اور شاید اس سے زیادہ مل بھی نہ سکیں۔

ابتداء اسلام میں سرکاری خط و کتابت کا نہ تو مرکز یعنی مدینہ میں کوئی ریکارڈ رکھا جاتا تھا اور نہ افسر جنہیں خط بھیجے جاتے انھیں محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام کرتے تھے، اس کے علاوہ ابوبکر صدیق کے مخاطب زیادہ تر فوجی کمانڈر تھے جو برابر گشت وسفر میں رہ کر فوجی مہمیں انجام دیتے اور جن کے پاس نہ دفتر تھے نہ دفتری عملہ، مدینہ سے خط آتے، ان کو حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنا دیتے اور اُن کے مطابق عمل کرنے لگتے، مضمون خط کی اشاعت کے بعد خط کو محفوظ رکھنے کی ضرورت نہ رہتی، وہ جلد ہی تلف ہو جاتا۔

یہاں پیش کردہ خطوط میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اپنی لفظی و معنوی شکل میں ویسا ہی ہے جیسا ابوبکر صدیق نے لکھا تھا، اس میں شک نہیں کہ یہ خطوط ہمارے پاس مکتوب و مدون شکل میں آئے ہیں، لیکن قید تحریر میں آنے سے پہلے بہت عرصہ تک وہ سینہ بہ سینہ اور زبان بہ زبان نقل ہوتے رہے کیوں کہ عرب جب اشاعتِ اسلام اور فتوحات کے لئے اُٹھے اس وقت ان کے ہاں نہ علمی ماحول تھا، نہ علمی روایات، اور نہ علمی شعور، ان میں پڑھے لکھوں کا تناسب اس سے زیادہ نہ تھا جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے، یہ اپنی تاریخ اور فنون کاغذ کی بجائے حافظہ میں محفوظ رکھنے کے عادی تھے، اور اسلام کے بعد بہت عرصہ تک انھوں نے یہی طریقہ جاری رکھا۔

سینہ بہ سینہ انتقال کے دوران بعض خطوں کے مضمون بڑھ گئے، بعض کے گھٹ گئے اور بعض کے بدل گئے، کیوں کہ حافظہ کے نقش چاہے وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو حالات کے عمل اور ردّ عمل سے کبھی دھندلے ہوجاتے ہیں، کبھی مٹ جاتے ہیں اور کبھی مٹے ہوئے نقوش کی جگہ اس پر بالکل نئے نقوش مرتسم ہوجاتے ہیں، مثلاً ابوبکر صدیق کا وہ خط جس میں خالد بن ولیدؓ کو عراق کی سالاری سونپی گئی ہے، سیف بن عمر نے جتنے حجم میں بیان کیا ہے اُس سے بہت زیادہ حجم میں کلاعی نے اکتفاء میں پیش کیا ہے، یعنی ایک مورخ کے راوی حافظہ کی شکست و ریخت کے زیر اثر خط گھٹا کر بیان کرتے ہیں تو دوسرے مورخ کے راوی اس کی خلّاقی کی بدولت خط کا مضمون بڑھا دیتے ہیں، مثلاً اُن کا ایک خط "قلعہ نُجیر کے محصور کندی فوج" کے بارے میں ہے، جس میں ایک مدرسہ تاریخ کی رو سے وہ اپنے سالار اعلیٰ زیاد بن لبید کو حکم دیتے ہیں کہ محصورین اگر ہاتھ آجائیں تو انھیں قتل کردیا جائے اور دوسرے مدرسۂ تاریخ کی رائے ہے کہ انھوں نے سالار اعلیٰ کو حکم دیا تھا کہ وہ محصورین کے قتل سے باز رہیں اور انھیں مدینہ بھیج دیں، یعنی

لہ رقم ۳۸ صفحہ ۸۵

ایک ہی موضوع پر خلیفہ کے دو متضاد خط ہیں، یہ اس بات کی مثال ہے کہ کبھی حافظ کے نقوش بالکل بدل جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے مرتسم ہو جاتے ہیں، لیکن شکر ہے کہ ابو بکر صدیق کے خطوط میں اس قسم کا تناقض ایک دو جگہ سے زیادہ نہیں پایا جاتا، تاہم کمی بیشی اور خاص طور پر بیشی کا ان کے ہر خط میں احتمال ہے۔ مشینوں سے بنا کاغذ جو آج کل اتنا سستا اور فراوان ہے اُس زمانہ میں کم یاب اور مہنگا تھا، اس کی کم یابی اور مہنگائی اس درجہ تھی کہ تیئیس برس تک قرآن اُترا، لیکن رسول اللہ یا مسلمان اس کو قلمبند کرنے کے لئے کاغذ فراہم نہ کر سکے اور اس کی کتابت کھجور کی ٹہنیوں، پتھر کی سلوں، اونٹ اور بکری کی ہڈیوں پر ہوتی رہی، ابو بکر صدیق جب خلیفہ ہوئے اس وقت بھی خلافت کی مالی حالت اچھی نہ تھی، بلکہ سخت نازک تھی، ملک میں ہر طرف بغاوتیں ہو رہی تھیں اور کئی سیاسی حریف مدینہ کے اقتدار کا خاتمہ کرنے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، ان بغاوتوں اور سیاسی خطروں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے روپیے کی سخت ضرورت تھی، پھر جب یہ بغاوتیں فرو ہوئیں اور خطرے دور ہوئے تو عراق و شام میں نئے محاذ کھل گئے، اور روپئے کی ضرورت کم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی، اس صورت حال کا تقاضا تھا کہ سول خرچ کم سے کم کیا جائے، کاغذ سول خرچ کی ایک بڑی مد تھا، اور کاغذ کا خرچ کم رکھنے کے لئے مختصر خط لکھے جاتے تھے، ان حقائق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ابو بکر صدیق کے خطوط کے سلسلہ میں یہ بات مزید یاد رکھنی چاہیئے کہ ان کا جو خط جتنا زیادہ مختصر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے اصل سے قریب ہونے کا امکان ہے، اور جو خط جتنا بڑا اور طولانی ہوگا اس میں اضافہ اور راویوں کے تصرف کا اتنا ہی زیادہ احتمال ہے۔

تعارف

بحیثیت خلیفہ ابوبکر صدیق کی سیرت اور سیاسی کردار کی بہت سی جھلکیاں آپ کو کتاب کے صفحات پر نظر آئیں گی، لہٰذا اس تعارف میں ان کا دُہرانا بے سود ہے، یہاں کچھ نئی باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ابوبکر صدیق اسلام سے پہلے مکہ کے ایک معزز تاجر تھے، طبیعت اصلاح کی طرف مائل تھی، شرمناک اور ناشایستہ کاموں سے اجتناب کرتے، شراب نہ پیتے، جوا نہ کھیلتے، بتوں سے دلچسپی نہ لیتے۔ ساکھ اس درجہ تھی کہ اگر قتل کا کوئی واقعہ ہوجاتا اور یہ قاتل کی طرف سے خوں بہا کی ضمانت کرلیتے تو مقتول کا وارث ان کی ضمانت کا احترام کرتا اور اگر کوئی وارث اکابر قریش سے ان کے بارے میں رائے لیتا تو وہ ان کی امانت و دیانت کی تائید کرتے۔ (استیعاب ابن عبدالبر حیدرآباد ہند ۱/ ۳۳۱)

ایک دفعہ رسول اللہ کے ساتھ بسلسلۂ تجارت شام روانہ ہوئے، اُن کی عمر اٹھارہ سال تھی، رسول اللہ کی بیس سال، شام کی سرحد پر تھے کہ رسول اللہ آرام کرنے ایک بیری کے درخت تلے بیٹھ گئے اور ابوبکر صدیق آگے بڑھ گئے، ان کی ایک عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی اور وہ اُس سے کچھ مذہبی استفسارات کرنے لگے، دورانِ گفتگو میں راہب نے پوچھا درخت کے نیچے کون ہے؟ ابوبکر صدیق نے کہا ایک قریشی جس کا نام محمد بن عبداللہ ہے، راہب نے کہا یہ شخص عربوں کا نبی بنے گا، یہ بات ابوبکر صدیق کے دل میں بیٹھ گئی، انھیں رسول اللہ کے نبی برحق ہونے کا یقین ہو گیا اور جوں جوں زمانہ گذرا یہ یقین راسخ تر ہوتا گیا۔ (کنز العمال ۶/ ۳۴۷ و ۳۴۸)

رسول اللہ کے اعلان نبوت سے مکہ میں ہلچل پیدا ہوگئی، قریش کے ذی اثر، مال دار اور ارباب رائے لوگ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے، کوئی انھیں خبطی کہتا،

کوئی دیوانہ، اُن کو اسلام کے قیام میں اپنی روایتی زندگی، اس کی اقدار اور اپنی شخصی واجتماعی پوزیشن کی موت نظر آتی، بڑے لوگوں کا اشارہ پاکر عوام نے بھی اسلام سے گریز کی راہ اختیار کی۔ قریش کے مال دار اور معزز لوگوں میں صرف ابوبکر صدیق ایسے تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کا ساتھ دیا، ان کی ہمت افزائی کی اور اسلام کے پھیر جانے میں اپنی مقدور بھر کوشش کی، وہ رسول اللہؐ کو ساتھ لئے آس پاس کے قبیلوں میں اسلام کی دعوت دیتے پھرا کرتے، حج کعبہ کے موقعہ پر جب ملک کے کونے کونے سے لوگ مکہ آتے تب بھی وہ خیمہ خیمہ ڈیرہ ڈیرہ رسول اللہؐ کے ساتھ جاتے اور ان کا اور اسلام کا تعارف کراتے اس طرح ہزاروں عرب رسول اللہؐ کے مذہب سے واقف ہوگئے اور سیکڑوں نے اسے مان لیا۔ یہ اُن کے شخصی اثر اور کوشش ہی کا نتیجہ تھا کہ قریش کی کئی ممتاز ہستیاں اسلام کی حلقہ بگوش ہوگئیں، جیسے عثمان غنی، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ، ان کے تعاون اور ایثار سے اسلام اور رسول اللہؐ کو بہت تقویت پہنچی۔ (استیعاب ۱/ ۳۳۱)

جب رسول اللہ نے اپنی نبوت کا برملا اظہار کیا اس وقت ابوبکر صدیق کے پاس چالیس ہزار درہم یعنی بیس ہزار روپے تھے، یہ رقم انھوں نے اسلام کے لئے وقف کردی، اس سے قریش کے ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہوگئے تھے، اور جن کے مالک انھیں خوب خوب تکلیفیں پہنچاتے تھے، تیرہ سال بعد جب وہ اور رسول اللہ مکہ والوں کی ناقابل برداشت بدسلوکیوں سے تنگ آکر، گھر بار چھوڑ کر مدینہ جانے پر مجبور ہوتے تو اس رقم کا بیشتر حصہ اسلام کے نوخیز پودے کی آب یاری پر صرف ہوچکا تھا اور اب صرف ڈھائی ہزار روپے باقی تھے، تھوڑے دنوں میں یہ بھی اسلام کی نذر ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد طبع لیدن ۳/ ۱۲۲)

جب اسلام کے دشمن سرنگوں ہو چکے اور رسول اللہ کی نبوت سارے ملک میں تسلیم کی جانے لگی تو ایک دن آپ نے کہا: ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا ہے البتہ ابوبکر کے احسانات ایسے ہیں کہ اُن کا بدلہ دینے سے ہم قاصر ہیں، ان کی جزاء خدا دے گا، جتنا ابوبکر کا روپیہ میرے کام آیا کسی اور کا نہیں آیا ......"

(تاریخ الاسلام از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مصر ۱۹۵۳ء ۱/۲۲۱)

ابھی رسول اللہ کی تجہیز و تکفین بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کی جانشینی کے مسئلہ نے سنگین صورت اختیار کرلی، انصار کے ایک گروہ نے کہا کہ چوں کہ ہم نے رسول اللہ کو پناہ دی تھی اور اپنی جان و مال سے اسلام کے کمزور پودے کو پروان چڑھایا اس لئے رسول اللہ کا جانشین ہم میں سے منتخب ہونا چاہیئے، مہاجرین کو یہ مطالبہ ناگوار گذرا، انھوں نے کہا: اسلام کا بیج ہم نے ڈالا اور ہم نے ہی اس کی آبیاری کی اس لئے رسول اللہ کی جانشینی کے زیادہ حق دار ہم ہیں، حالات بگڑ گئے اور اندیشہ تھا کہیں کوئی بڑا فتنہ کھڑا نہ ہو جائے کہ ابوبکر صدیق کو بلایا گیا جو رسول اللہ کی میت کے پاس تھے، انھوں نے ٹھنڈے دل سے بات کی اور ایسی دلیلیں پیش کیں کہ انصار کو خاموش ہونا پڑا۔ انھوں نے کہا کہ جانشینی کا مسئلہ مہاجر و انصار کی بنیاد پر طے نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس بنیاد پر کہ موجودہ حالات میں کس کی جانشینی تسلیم کی جاسکتی ہے، ان کا خیال تھا کہ عرب قبائل قریش کی خلافت برضا و رغبت قبول کرلیں گے لیکن انصار کی قبول نہیں کریں گے، ایک تو اس وجہ سے کہ رسول اللہ خود قرشی تھے اور دوسرے اس وجہ سے کہ قریش کو سارے ملک میں عزت و وقار حاصل تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ وہ مکہ کے بادشاہ تھے، اور عربوں کی سب سے بڑی عبادت گاہ خانۂ کعبہ کے متولی، ملک کی اندرونی و بیرونی تجارت کا معتد بہ حصہ ان کے ہاتھ میں تھا، اور حج کے زمانہ میں وہ ہزاروں زائرین کعبہ کی مفت ضیافت کرتے تھے، اس کے برخلاف

اَوس و خَزرَج کو جو اس وقت انصار کے نام سے موسوم تھے، عربوں کی نظر میں کوئی عزت کوئی وقار اور کوئی وجاہت حاصل نہ تھی، اسلام سے پہلے وہ برابر آپس میں لڑا کرتے تھے، نَجّار و حائک کہہ کر عرب ان کو چڑاتے تھے، ابوبکر صدیق کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ اگر خلیفہ قبیلہ اَوس سے منتخب کیا گیا تو قبیلۂ خزرج کو یہ بات شاق گذرے گی اور اگر خزرج سے چُنا گیا تو اَوس ناک بھوں چڑھائیں گے اور ان کے درمیان پرانی کدورتیں تازہ ہو جائیں گی اور وہ عداوت پھر جوش میں آجائیں گی جو اسلام سے پہلے ان دونوں پڑوسی قبیلوں کو باہم لڑاتی تھی۔ لیکن وہ انصار کے ساتھ کسی قسم کی بے انصافی نہیں کرنا چاہتے تھے، کیوں کہ انصار نے مہاجر مسلمانوں کے قیام وطعام کے لئے بے مثال ایثار کا مظاہرہ کیا تھا اور پھر اسلام کی ترقی اور مخالفین اسلام کو سرنگوں کرنے میں بے انتہا جانی و مالی قربانیاں دی تھیں، لہٰذا انھوں نے کہا : نحن الأمراء وأنتم الوزراء "خلیفہ ہم ہوں گے اور ہمارے مشیر آپ"۔

مجمع میں عمر فاروق اور ابوعُبیدہ بن جَرّاح، رسول اللہ کے دو برگزیدہ اور مخلص ساتھی موجود تھے، ابوبکر صدیق نے کہا ان دونوں میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لیجئے، لیکن قبل اس کے کہ حاضرین دونوں میں سے کسی ایک کی بیعت کرتے عمر فاروق نے لپک کر ابوبکر صدیق کی بیعت کرلی، ان کا بڑھنا تھا کہ مجمع کے بیشتر لوگ بڑے جوش سے اٹھے اور ابوبکر صدیق کو گھیر لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ خلیفہ بننے کے بعد ابوبکر صدیق نے مہاجرین و انصار کے سامنے ایک مختصر تقریر میں کہا :

"مجھے میری منشاء کے خلاف خلیفہ بنا دیا گیا ہے، بخدا میری خواہش تھی کہ آپ میں سے کوئی اور یہ ذمہ داری سنبھالتا، میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ مجھ سے چاہتے ہیں کہ میرا برتاؤ آپ کے ساتھ بعینہ ویسا ہو جیسا کہ رسول اللہ کا تھا تو مجھے اس سطح تک پہنچنے سے قاصر سمجھئے، وہ نبی تھے، خامیوں سے

پاک، مجھے اُن جیسی کوئی فضیلت حاصل نہیں، میں بشر ہوں اور آپ لوگوں میں کسی ایک سے بھی بہتر ہونے کا دعوی نہیں کرسکتا، مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے، اگر آپ دیکھیں کہ میں ٹھیک کام کررہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلئے، اور اگر دیکھیں کہ میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے ٹوک دیجئے، ایک بات آپ کو اور بتادینا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ مجھے غصہ آجاتا ہے، لہذا اگر آپ مجھے غضب ناک دیکھیں تو میرے پاس سے ہٹ جائیے گا...۔"

(شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید مصر ۳/۱۵۱)

خلافت کا عہدہ سنبھال کر ابوبکر صدیق کی مصروفیات اتنی بڑھیں کہ وہ اپنا پرانا پیشہ یعنی تجارت جاری نہ رکھ سکے، بڑے صحابہ نے اسی ۸۰ پچاسی ۸۵ روپے ماہوار (۲۰۰۰ درہم سالانہ) اُن کے لئے مقرر کردئے، لیکن ایک تو مہنگائی اور دوسرے بال بچوں کا ساتھ، یہ رقم کافی نہ ہوئی، ابوبکر صدیق کو حرفِ شکایت زبان پر لانا پڑا، اب ان کی تنخواہ سوا سو ۱۲۵ روپے ماہوار کردی گئی (۲۵۰۰ درہم سالانہ)، دوسرا قول ہے کہ ان کا مشاہرہ ڈھائی سو ۲۵۰ روپے ماہوار تھا (۶۰۰۰ درہم سالانہ)، ممکن ہے ابتداء سوا سو ۱۲۵ سے ہوئی ہو اور سال چھ ۶ ماہ بعد بڑھا کر ڈھائی سو کردی گئی ہو۔

(طبقات ابن سعد ۳/۱۳۲)

حجاز بڑا مفلوک الحال خطہ تھا، وہاں ضروریاتِ زندگی جیسے غلہ، کپڑا، برتن نہایت کم یاب اور گراں تھے، اس لئے دو ڈھائی سو روپے تنخواہ پانے والا جس کے ذمہ دو ۲ بیویاں ہوتیں، ٹھاٹ کی زندگی نہیں گذار سکتا تھا۔

ابوبکر صدیق نے کل چار ۴ شادیاں کیں، دو ۲ اسلام سے پہلے اور دو ۲ ہجرت کے بعد دورِ جاہلیت کی دو ۲ بیویوں میں سے ایک بیوہ تھی، مدینہ آکر انھوں نے ایک دوسری نصف بیوہ سے جن کے شوہر رسول اللہ کے ساتھ ایک جنگ میں مارے گئے تھے، نکاح کرلیا،

بیک وقت ان کے پاس کبھی دو سے زیادہ بیویاں نہیں رہیں، ان کی آخری بیوی کا نام حبیبہ تھا، یہ ایک انصاری صحابی (خارجہ بن زید) کی صاحبزادی تھیں، ہجرت کر کے ابوبکر صدیق جب مدینہ آئے تو ان انصاری کے گھر ہی ان کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا تھا۔ (تاریخ الخمیس دیار بکری مصر ۱/ ۲۳۹)

عربوں میں تعدد ازدواج کا عام رواج تھا، اس کی وجہ جنسی بے قیدی یا جنسی انہماک نہ تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ یہ نتیجہ تھا اُن مخصوص طبعی حالات کا جن کی ذمہ دار قدرت تھی، ملک کے بیشتر حصوں میں نہ زراعت تھی نہ پانی، رزق کے وسائل بے انتہا محدود تھے، اسی لئے یہاں کے قلاش اور فاقہ مست لوگ آئے دن لڑتے اور لوٹ مار کرتے، لڑائی اور لوٹ مار میں صرف مرد شریک ہوتے اور وہی مارے بھی جاتے، اس یک طرفہ کثرتِ اموات سے مردانہ اور زنانہ آبادی کا توازن بگڑا رہتا، یعنی عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ رہتی، عورتیں مردوں کے سہارے جیتیں، اور چوں کہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی ایک مرد کو کئی کئی عورتوں کا کفیل ہونا پڑتا، تقریباً وہ سب لوگ جن کے لئے ممکن ہوتا یا جن کی مالی حالت اچھی ہوتی متعدد بیویاں رکھا کرتے جن میں بیواؤں کا تناسب کافی ہوتا، اس کے علاوہ تعدد ازدواج کی ایک اور وجہ بھی تھی جو ہم نے کتاب کے صفحہ ۷۶ - ۷۷ پر بیان کی ہے۔ ابوبکر صدیق کے بیوی بچے عمر فاروق، عثمان غنی، اور حضرت علی تینوں کے بیوی بچوں سے کافی کم تھے۔

اس میں شک نہیں کہ خلافت کے اہم ترین مسائل بڑے صحابہ کے سامنے رکھے جاتے اور اُن سے مشورہ کیا جاتا، لیکن چھوٹے معاملات حکومت میں ابوبکر صدیق بالعموم عمر فاروق سے صلاح کرنے پر اکتفاء کیا کرتے، وہ ابوبکر صدیق کے وزیر اور دستِ راست تھے، اس کے کئی سبب تھے، عمر فاروق رسول اللہ کی زندگی میں سارے معاملات میں پیش پیش رہا کرتے تھے، جوان آدمی تھے بڑے جوشیلے، مخلص اور مجتہد دماغ،

ان کے جوش، خلوص اور اجتہاد کی رسول اللہ قدر کرتے تھے، یوں تو وہ اپنی شان کے مطابق ہر شخص کی ہی دلداری کرتے لیکن عمر فاروق کی پاس خاطر کا خاص لحاظ رکھتے، بارہا ایسا ہوتا کہ عمر فاروق جوش سے کوئی رائے پیش کرتے تو اس رائے پر مشتمل آیتیں نازل ہوجاتیں، اس بناء پر مکہ کے ایک بڑے مفسر مجاہد بن جبر (متوفی سنہ ۱۰۱ھ یا سنہ ۱۰۲ھ) نے کہا ہے: وکان عمر إذا رأی رأیا ینزل به القرآن ۔ یعنی عمرؓ جب کوئی رائے قائم کرتے تو اس کے مطابق وحی آجاتی۔ (کنز العمال ۶/ ۳۴۰ و ۶/ ۳۲۸)

ابوبکر صدیق ان سارے حقائق سے اچھی طرح واقف تھے، اس لئے وہ بھی عمر فاروق کی صوابدید کا خاص احترام کرتے، دوسرا سبب جس نے عمر فاروق کو ابوبکر صدیق سے ہر صحابی کی نسبت زیادہ قریب کردیا اور اُن کا سب سے بڑا معتمد بنادیا، وہ رشتۂ مواخاۃ تھا جس میں رسول اللہ نے دونوں کو باندھ دیا تھا، آپ نے اپنے ساتھیوں میں ہمدردی، رواداری اور تعاون بڑھانے کے لئے رسم مواخاۃ کی بنیاد ڈالی تھی، یعنی دو دو آدمیوں کو جن کے درمیان بعض صفات مشترک ہوتے ایک دوسرے کا مجازی بھائی بنادیتے، تاکہ ان میں اور زیادہ رواداری اور یگانگت پیدا ہو، ابوبکر صدیق اس رشتہ کو بڑا مقدس سمجھتے، اور اس کو نبھانے کی پوری کوشش کیا کرتے، لیکن اس یک جہتی اور باہمی اعتماد کے باوجود اگر وہ کسی معاملہ میں محسوس کرتے کہ عمر فاروق کی رائے خلافت کے مفاد یا مصلحت عامّہ کے خلاف ہے تو اس کو رد بھی کردیتے تھے، مثلاً جب خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نُویرہ کو جن کا اسلام اُن کی نظر میں مشتبہ تھا قتل کیا اور عمر فاروق کے سامنے بعض صحابہ نے مالک کے مسلمان ہونے کی شہادت دی اور انھوں نے ابوبکر صدیق سے خالدؓ کی معزولی اور سزا کا مطالبہ کیا تو انھوں نے ان کی رائے نہیں مانی اور مالک کا خون بہا ادا کردیا، ان کا خیال تھا کہ اگر خالد سے غلطی سرزد بھی ہوئی تو وہ اجتہادی قسم کی تھی، اور اجتہادی غلطی پر ایک ایسے جنرل کو جس

نے رسول اللہ کے عہد میں نہایت اہم خدمت انجام دی تھی اور آن کے بعد بھی دے رہا تھا، معزول کرنا یا سزا دینا درست نہیں"۔ اسی طرح ابوبکر صدیق نے عمر فاروق کی رائے اُس وقت بھی نہ مانی جب وہ خالد بن ولید کو ابو عُبیدہ بن جرّاح کی جگہ شام میں سالارِ اعلیٰ مقرر کر رہے تھے اور عمر فاروق اس کے خلاف تھے۔

خورشید احمد فارق
نومبر ۱۹۶۰ء

فہرست

نقشے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ بغاوت حجاز و نجد

۱۔ باغی قبیلوں کے نام

ہجرت کے بعد چند سال کے اندر رسول اللہؐ نے عربوں کے لمبے چوڑے ملک میں اسلام کی دعوت پہنچا دی اور تعلیم قرآن کی بنیاد رکھی۔ ذہنی انقلاب کا کام ابھی ابتدائی منزلوں میں تھا کہ آپ نے وفات پائی۔ آپ کے انتقال سے جیسے آتش فشاں پہاڑ پھٹ نکلا۔ عربوں کا سواد اعظم اسلام سے باغی ہو گیا۔ قریش اور ثقیف اور دوسرے چند چھوٹے چھوٹے قبیلوں کے علاوہ جو رسول اللہؐ کی صحبت اور تربیت سے زیادہ فیض یاب ہوئے تھے، بر عظیم کے بیشتر عربوں نے یا تو زکاۃ [illegible] یا مرتد ہو گئے۔ رسول اللہؐ کے محصّلِ زکوٰۃ اور معلّمِ قرآن اپنے اپنے صدر مقاموں سے بھاگ آئے۔ اسلام سے بغاوت کے کئی سبب تھے:

(۱) نئے مذہب کی اخلاقی و اجتماعی پابندیوں سے عام انحراف۔

(۲) زکاۃ سے بددلی اور

(۳) قبائلی سرداروں کی اپنے اقتدار میں کمی اور مدینہ کی ماتحتی سے ناگواری۔

رسول اللہؐ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ کے تین بڑے حریف تھے: یمن میں اَسوَد عَنسی، یمامہ میں مُسَیلمہ اور نجد میں طُلَیحہ، اَسوَد عَنسی کا خاتمہ تو جلد ہو گیا لیکن مسیلمہ اور طُلَیحہ کا زور برابر بڑھتا رہا۔ مُسَیلمہ کے قبیلہ کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ بتائی گئی ہے اس کا مرکز یمامہ، مکہ اور مدینہ کے بعد ملک کا سب سے بڑا اور خوش حال شہر تھا جس میں کئی مضبوط قلعے بھی تھے۔ طُلَیحہ کا نفوذ اتنا بڑھا کہ مرکز خلافت

سے قریب کے کئی قبیلے باغی ہو کر اس سے مل گئے اور مدینہ پر خطرہ منڈلانے لگا۔

بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو حالات بہت نازک تھے، اسلام کا نوخیز پودا حوادث کی صرصر سے کانپ رہا تھا۔ رسول اللہؐ کے ساتھیوں میں سے کئی سر برآوردہ لیڈر نئے خلیفہ کے انتخاب سے ناراض ہو کر ترک موالات کیے ہوئے تھے، مدینہ کے منافق خوش تھے کہ نئے مذہب کی بساط الٹ رہی ہے، مدینہ سے باہر ملک کے گوشہ گوشہ میں خاص و عام اسلام کی بندشوں سے نکلنے کا اعلان کر رہے تھے، سرکاری آمدنی جو زکوٰۃ کی صورت میں آتی بہت کم ہو گئی تھی، مختصر یہ کہ خلافت کی کشتی بھنور میں آ پھنسی تھی۔

ابوبکر صدیق پر خدا کا خاص کرم تھا کہ وہ ان تمام خطروں اور مشکلات سے زیادہ متاثر نہ ہوئے، بلکہ خطروں اور مشکلات نے ان میں پہلے سے زیادہ عزم پیدا کر دیا۔ رسول اللہؐ کی صحبت اور اسلام کی محبت نے ان کو حیرت انگیز سکون قلب اور وثوق عطا کیا تھا۔ بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو خلیفہ ہو کر انھوں نے خطرات کی پروا نہ کرتے ہوئے سب سے پہلے اسامہ بن زید کی وہ مہم روانہ کی جس کو رسول اللہؐ نے اپنے آخر ایام میں مشرقِ اردن بھیجنا چاہا تھا لیکن جو آپؐ کی علالت اور وفات کی وجہ سے رک گئی تھی۔ اس اقدام کو بہت سے سمجھدار لوگ خلاف مصلحت خیال کر رہے تھے، کیوں کہ خطرہ کی گھنٹی بج چکی تھی اور مدینہ بلکہ خود اسلام پر سیاہ بادل چھانے لگے تھے، لیکن ابوبکر صدیق مصلحت اندیشی کی جگہ حکم رسولؐ بجا لانا زیادہ ضروری سمجھتے تھے، ان کے اعتقاد میں بجا آوری حکم ساری خیر و برکت کا سرچشمہ تھا، چنانچہ آخر ربیع الاول میں اپنی خلافت کے دس پندرہ دن کے اندر اندر انھوں نے ایک فوج اسامہؓ کی سرکردگی میں شام بھیج ہی دی۔

اسامہؓ کے نکلنے کی خبر سارے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی، مشہور ہوا

کہ مرکزِ خلافت بالکل ننگا ہے، نہ وہاں باغیوں سے لڑنے کے لئے فوج ہے نہ خود اپنی حفاظت کے لئے۔ ہمارے بعض مورخ اس وقت کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں :۔ جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوا اور اُسامہ اپنی مہم پر روانہ ہوئے تو عرب مرتد ہو گئے، کہیں عام عرب اور کہیں خاص طور پر سردارانِ قوم۔ مُسیلمہ اور طُلَیحہ نے اپنی سرگرمیاں بڑھا دیں اور خوب قوی ہو گئے۔ قبائل طیؔ اور اَسَد کے عوام (مدینہ کے شمال اور شمال مشرق میں[1]) طُلَیحہ کے جھنڈے تلے آگئے، غَطَفان، اَشجع اور ان عربوں نے بھی جو مختلف قبیلوں سے آ جمع ہوئے تھے (مدینہ کے شمال مشرق میں) اس کی بیعت کر لی، قبیلۂ ہوازن (مکہ اور مدینہ کے وسط میں) متذبذب تھا، زکاۃ اُس نے بھی بند کر دی، صرف ثقیف (مشرقِ مکہ) اور اس کے ساتھ جو مختلف قبیلوں کے لوگ رہتے تھے، اسلام پر قائم رہے، جدیلہ اور اعجاز بھی ثقیف کی دیکھا دیکھی اسلام کے وفادار رہے۔ (مدینہ کے مغرب میں) بنو سُلیم کے امراء مرتد ہو گئے اور ملک عرب کے باقی عربوں کا حال بھی یہی تھا کہ کہیں ان کے عوام نے بغاوت کی اور کہیں خواص نے۔ رسول اللہؐ کے سفیر یمن، یمامہ اور بنو اسد کے علاقہ سے لوٹ آئے، اُن امراء کے وفد بھی واپس آگئے جن کے پاس رسول اللہؐ نے خط بھیجے تھے اور اُن سے اسود عَنسی اور طُلَیحہ کی خبر لینے کو لکھا تھا۔ اِن سفیروں اور وفدوں نے صورت حال سے ابو بکر صدیق کو مطلع کیا اور جو خطوط لائے تھے ان کو دکھائے۔ ابو بکر صدیق نے کہا : بس کوئی دم جاتا ہے کہ تمھارے حاکموں کے قاصد ہر طرف سے اس سے بھی زیادہ کڑی اور سخت خبریں لے کر آتے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوا بہت جلد ہر سمت سے رسول اللہؐ کے حاکموں کے مراسلے آئے کہ ہماری عملداری کے خاص یا عام عربوں نے بغاوت کر دی ہے، اور مسلمانوں کو طرح طرح کی جسمانی اذیتیں دے رہے ہیں۔ (تین ماہ تک) ابو بکر صدیق نے

---

[1] قبائلی رہائش گاہوں کے لئے دیکھئے نقشہ ۱ مقابل ص ۱

رسول اللہؐ کی طرح سفیروں کے ذریعہ بگڑتے حالات کا مقابلہ کیا، یعنی حاکموں کے ایلچیوں کو بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لئے مناسب احکام بھیجے اور پے در پے ہدایات بھیجتے رہے اور اُسامہؓ کی واپسی تک اسی وقتی تدبیر پر عمل کرتے رہے۔" (سیف بن عمر۔ تاریخ الرسل والملوک از ابن جریر طبری، طبع اول مصر ۳/۳۲۱ - ۳۲۲)

مدینہ کے شمال، شمال مشرق اور شمال مغرب کے چھوٹے بڑے تقریباً ایک درجن قبیلوں نے جن میں کئی طُلَیحہ کے براہِ راست زیر اثر تھے، اُسامہؓ کی مہم کے خروج کے بعد آزاد ہونے یا زکاۃ سے نجات پانے کے لئے باہم معاہدہ کرکے مدینہ کو گھیر لیا، یہ متحالف قبیلے دو بڑے گروہوں میں بٹ گئے: ایک گروہ جس میں بنو اَسد شامل تھے، اور جس کی قیادت طُلَیحہ کا نامزد جنرل حِبَال کر رہا تھا، مدینہ سے سات میل شمال مشرق میں بمقام ذوالقصّہؔ خیمہ زن ہوا اور دوسرے گروہ نے جس میں عَبس اور ذُبیان کے قبیلے شامل تھے، ذوالقصّہ کے عقب میں مغرب کی طرف ابرق کی چراگاہوں میں فوجیں اتاریں، اِن متحالف قبیلوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور شہر کے ممتاز صحابہ سے کہا کہ ہم زکاۃ نہیں دے سکتے، نماز ادا کر سکتے ہیں، آپ خلیفہ سے ہماری سفارش کیجیے، اگر زکاۃ معاف نہیں کی گئی تو ہم طاقت سے کام لیں گے۔ ممتاز صحابہ نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ابوبکرؓ سے کہا کہ جب تک حالات سازگار ہوں زکاۃ معاف کر دیجیے، مگر ابوبکر صدیق جو عادۃً مرنجان مرنج، نرم، متواضع اور فیاض دل آدمی تھے، اس معاملہ میں کسی کی بات سننے کو تیار نہ ہوئے، ان کا مَوقف تھا کہ جب رسول اللہؐ نے زکاۃ معاف نہیں کی تو میں کیسے کر سکتا ہوں: انھوں نے کہا: "اگر ان لوگوں نے زکاۃ کے اونٹ کا بندھن تک روکا تو میں ان سے لڑوں گا۔" وفد لوٹ گیا اور اپنی قوم کو بتایا کہ مدینہ میں نہ فوج ہے، نہ ہتیار، حملہ کا بہترین موقع ہے۔ ابوبکر صدیق نے وفد کے جانے کے بعد حملہ کی توقع میں تیاری شروع کر دی

لہ دیکھئے نقشہ ۱ مقابل صد ۱

مدینہ آنے جانے والے سب راستوں پر چار صحابیوں (حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور ابن مسعودؓ) کی قیادت میں مورچے بٹھا دیئے اور اہل مدینہ کو جمع کر کے صورتِ حال سے باخبر کیا اور تیار رہنے کی تاکید کی۔ وفد کی واپسی کی تیسری رات کو ان متحالف قبیلوں نے مدینہ پر حملہ کیا جس کو صحابہ کے مورچوں نے سنبھالا اور خلیفہ سے مدد مانگی، ابوبکر صدیق نے کہلا بھیجا: "ڈٹے رہو، مدد آتی ہے"۔ مدینہ میں نہ گھوڑے تھے، نہ تیز رو اونٹ، دودھ دیتی اونٹنیاں تھیں، ایک فوج تیار کی اور ان اونٹنیوں پر سوار کر کے ابوبکر صدیق جلد جلد مدد کے لئے نکلے، لڑائی ہوئی، مخالفوں کی ایک چال سے اونٹنیاں بدکیں اور مسلمانوں کو لے کر بھاگ پڑیں، ابوبکر صدیق نے سنبھل کر دوبارہ مقابلہ کیا، مخالفین کے پیر اکھڑ گئے طُلیحہ کا مامور کردہ جنرل حَبّال جو بنو اسد کی قیادت کر رہا تھا، مارا گیا، ابوبکر صدیق ان کے تعاقب میں مدینہ کے شمال مشرق میں ذوی القصّہ نامی منزل پہنچے اور وہاں کیمپ لگایا، عرب قبائل تتر بتر ہو گئے۔

اس فتح نے مدینہ کی آبرو بچالی، اسلام کے ڈگمگاتے قدم سنبھل گئے، مرتد قبیلوں میں جو مسلمان گھرے تھے ان کے ڈوبتے دلوں کو سہارا ملا، ذوالقصّہ میں فوجیں چھوڑ کر ابوبکر صدیق مدینہ لوٹ آئے۔ متحالف قبیلے اپنی تازہ شکست سے ایسے بوکھلائے کہ اپنے قبیلوں کے مسلمان عربوں پر ٹوٹ پڑے اور بے دردی سے ان کو قتل کیا، پہلے عَبس و ذُبیان نے خون کی ہولی کھیلی، پھر دوسرے قبائل نے، اس کی خبر مدینہ پہنچی تو غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی، ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ مشرکوں کو بے دریغ ماریں گے، جتنے مسلمان مارے گئے ہیں، اتنے بلکہ اس سے زیادہ مرتد قبائل کے افراد کو قتل کریں گے۔ (طبری ۳/۲۲۴) جنگ کی تیاری شروع ہو گئی، خوش قسمتی سے اس وقت تین جگہ سے زکاۃ آگئی جس سے ہتیاروں اور ضروری سامان کی فراہمی میں آسانی ہوئی۔ سوا دو ماہ باہر رہ کر اسامہؓ اور ان کی فوج بھی آگئی، ابوبکر

صدیقؓ نے اب بالکل دیر نہ کی، اُسامہؓ اور اُن کی تھکی فوج کو آرام کرنے اور شہر کی اندرونی و بیرونی حفاظت سونپ کر وہ محاذ پر چلے گئے ۔ جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ھ اس وقت صحابہ نے کہا: جان جوکھوں میں نہ ڈالیے، خدانخواستہ اگر لڑائی میں مارے گئے تو خلافت کا شیرازہ بکھر جائے گا، کسی کو سالار بنا کر بھیج دیجیے "آپ نہ مانے اور فرمایا: خدا کی قسم یہ نہ ہوگا، میں اپنی جان و تن سے تمہاری قربانیوں میں حصہ لوں گا" ذوالقصہ کے فوجی اڈے آئے، وہاں سے فوجیں لے کر زبذہ[1] کے گاؤں کا رُخ کیا جس کے پاس قبیلہ مُرّہ ، ثعلبہ اور عبس و ذُبیان جمع تھے ۔ لڑائی ہوئی، چاروں قبیلے شکست کھا کر بھاگ گئے ۔ ان کی چراگاہوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ۔ عبس و ذُبیان طُلیحہ سے جا ملے جو ابوبکر صدیق کی پیش قدمی کی خبر پا کر سُمیراء نامی نخلستان سے شمال کی طرف ہٹتا ہوا بُزاخہ کے نخلستان میں فروکش تھا ۔ خلیفہ نے زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور مدینہ لوٹ آئے ۔

یہ آخری معرکے تعزیری نوع کے تھے، عبس و ذُبیان اور اُن کے حلیفوں نے اپنے کیے کی سزا پائی، اور ان کی چراگاہیں بھی ضبط کر لی گئیں، لیکن وہ نہ تو ارتداد سے تائب ہوئے اور نہ اُن کا استیصال ہوا، مُسیلمہ، طُلیحہ اور دوسرے باغی بھی بدستور موجود تھے، اس لیے ابوبکر صدیق نے بڑے پیمانہ پر قوت کا استعمال ضروری سمجھا، اُسامہؓ کی فوج جب تازہ دم ہوگئی اور زکاۃ کی بڑھتی ہوئی آمدنی سے سامان جنگ جمع ہوگیا تو آپ فوجیں لے کر ذوالقصہ کی چھاؤنی میں خیمہ زن ہوئے[2] گیارہ

---

[1] دیکھیے نقشہ مقابل صا

[2] اتنے محاذوں کے لیے فوجیں کہاں سے آئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت مدینہ اور اس کے آس پاس جو فوج جمع ہو سکی اس کی تعداد زیادہ نہ تھی، اگرچہ سامانِ جنگ وافر تھا، ہر محاذ کے لیے تھوڑے تھوڑے مجاہد فراہم ہو سکے، جن کی گنتی سیکڑوں سے آگے نہ جاتی تھی، ہر محاذ کے لیے فوج مقرر کرنے میں اس محاذ کی اہمیت کو ملحوظ رکھا گیا تھا، مثلاً مُسیلمہ اور طُلیحہ کے مقابلہ میں فوج کی تعداد سب محاذوں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محاذ بنائے اور ہر محاذ کے لئے سالار مقرر کئے۔ اس موقع پر خلیفہ نے دو فرمان لکھے ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا سپہ سالاران فوج کی ہدایت کے لئے۔ پہلے فرمان کا مضمون یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خلیفۂ رسول اللہؐ ابوبکرؓ کی طرف سے خاص و عام کے نام، خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں خواہ مرتد ہو گئے ہوں، سلامتی ہو اُن پر جو راہ راست (اسلام) پر قائم ہیں اور گمراہی کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو یکتا اور بے شریک ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور جو تعلیم وہ لائے ہیں اس کی حقانیت کا معترف ہوں اور جو لوگ اس تعلیم کو نہیں مانتے ان کو کافر قرار دیتا ہوں، اور ان سے برسرپیکار رہوں۔ واضح ہو کہ خدا نے محمدؐ کو سچی تعلیم کے ساتھ داعی الی اللہ، بشیر و نذیر اور سراج منیر (روشن چراغ) بنا کر بھیجا تاکہ انسانوں کو بُرائی سے ڈرائیں اور کافروں کے خلاف حجت قائم ہو (لینذر من کان حیًا ویحق القول علی الکافرین۔ (قرآن کریم) جن لوگوں نے محمدؐ کی بات مانی، خدا نے ان کو سیدھا راستہ دکھایا اور

(بقیہ حاشیہ) سے زیادہ تھی، اور اس کے سالار خالد بن ولید تھے، منصوبہ یہ تھا کہ مرکز کی طرف سے مقرر کی ہوئی فوجیں روانہ ہوں اور ان کے راستہ میں جو قبیلے آئیں وہاں کے مسلمانوں کو شاذ یہ چلنے کی دعوت دیں سالار فوج کو حکم تھا کہ جن کے پاس ہتیار نہ ہوں ان کو ہتیار دئے جائیں، اگر ان کے پاس سواری نہ ہو تو سواری بھی دی جائے، خیال یہ تھا کہ مرکزی فوجوں کو دیکھ کر وہ سارے مسلمان جو چند قبیلوں میں گھرے تھے، یا جو متذبذب تھے، یا بھوکوں مر رہے تھے، سب فوج میں شامل ہو جائیں گے، یہ خیال صحیح نکلا۔

جو لوگ سیدھے راستہ سے روگرداں ہوتے ان کو رسول نے سزا دی حتی کہ چار و ناچار ان کو مسلمان ہونا پڑا، (کچھ عرصہ بعد) جب رسول، خدا کا حکم نافذ کر چکے، اور قوم کی خیر خواہی کا کام پورا کر چکے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے تو آپ کا انتقال ہو گیا، موت کی خبر خدا آپ کو اور سارے مسلمانوں کو اپنی نازل کی ہوئی کتاب میں پہلے ہی دے چکا تھا: تم کو مرنا ہے اور ان سب کو بھی مرنا ہے (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ) تم سے پہلے ہم نے کسی بشر کو دائمی زندگی نہیں دی، اگر تم مر گے تو وہ ہمیشہ تھوڑا ہی رہیں گے (وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ) خدا فرماتا ہے: محمدؐ بس رسول ہیں اُن سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں، اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا اسلام چھوڑ دو گے اور جو اسلام چھوڑے گا وہ ہرگز خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور شاکرین نعمت کو خدا اچھا انعام دے گا (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ، قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ؟ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ)

پس جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا ہو اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ محمدؐ کا انتقال ہو گیا اور جو اللہ یکتا اور بے شریک کی عبادت کرتا ہو اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ کے زیر نظر ہے، اللہ جو زندہ ہے، قائم بالذات ہے، جاوداں ہے، جسے نہ نیند آتی ہے نہ غنودگی ہو اپنے سب کاموں کا دھیان رکھتا ہے جو نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔

لوگو! میں تاکید کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو، اور اُس خوش بختی اور انعام کے مستحق بنو جو خدا تم کو دینا چاہتا ہے اور اس دستور زندگی پر عمل

کرو جو تمھارا نبی تمھارے لئے لایا ہے اور اس راستہ پر چلو جو نبی نے دکھایا ہے، اور خدا کے دین کو مضبوط پکڑ لو کیوں کہ جس کی وہ رہبری نہ کرے گمراہ ہے اور جس کو وہ فکر و نظر کے مرض سے شفانہ دے وہ روگی ہے، اور جس کا وہ دستگیر نہ ہو وہ خوار ہے، خدا فرماتا ہے: جس کو خدا ہدایت دے وہ ہدایت پائے گا اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا نہ کوئی مددگار ہو سکتا ہے نہ رہبر! اس گمراہ کا دنیا میں کیا کوئی کام مقبول نہ ہوگا جب تک وہ خدا کا معترف نہ ہو اور آخرت میں بھی (خدا فراموشی کی تلافی کے لئے) اس کا کوئی معاوضہ یا بدل قبول نہیں کیا جائے گا۔

"تم میں سے جو لوگ اسلام لا کر اور اس کے مطابق عمل کر کے اسلام سے منحرف ہوئے ہیں ان کی خبر مجھے ملی، یہ انحراف اس لئے ہے کہ وہ خدا کی طرف سے دھوکہ میں ہیں اور اس کی سزا و قوت کا ان کو صحیح اندازہ نہیں ہے، اس کے علاوہ شیطان نے بھی ان کو بہکا دیا ہے۔ اللہ جل ثناءہ کہتا ہے: جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا پر شیطان نے نہیں کیا، وہ جنوں کی نسل سے تھا، اِس لئے اُس نے اپنے رب کا حکم نہ مانا، کیا مجھے چھوڑ کر تم شیطان اور اس کی آل اولاد کو اپنا آقا اور متبوع بنا لوگے حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں (وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ، أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ؟ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا) دوسری جگہ خدا فرماتا ہے: بلاشبہ شیطان تمھارا دشمن ہے، اس کو دشمن ہی سمجھو، وہ اپنی پارٹی والوں کو ایسے کاموں کی دعوت

دیتا ہے جو انھیں دوزخی بنائیں (اِنّ الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدواً، إنما یدعو حزبَہ لیکونوا مِن أصحابِ السّعیر)

"میں فلاں کو مہاجرین، انصار اور تابعین کی ایک فوج کے ساتھ تمھارے پاس بھیج رہا ہوں اُس کو میرا حکم ہے کہ کسی سے اُس وقت تک نہ لڑے، نہ کسی کو اس وقت تک قتل کرے جب تک اس کو "کلمہ شہادت" پڑھنے کی دعوت نہ دے دے، جو شخص اِس دعوت کو مان لے، اِس کا معترف ہو اور ارتکاب گناہ سے باز آئے اور نیک عمل ہو جائے، اُس کا اسلام قبول کر لے اور اُس کو اسلام و عمل صالح پر قایم رہنے میں مدد دے، لیکن جو لوگ "کلمہ شہادت" پڑھنے سے انکار کریں اُن کے لئے سالارِ اعلیٰ کو میرا حکم ہے کہ ان سے جنگ کرے اور ان میں سے جن جن پر اس کا قابو چل جائے اُن کے ساتھ مطلق نرمی نہ برتے، ان کو آگ میں جلا دے اور ہر ممکن طریقہ سے قتل کر دے، ان کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو غلام بنا لے اور کسی سے "کلمہ شہادت" اور رجوع إلی الاسلام کے سوا کوئی بات قبول نہ کرے، جو اسلام لائے گا اس کے اسلام سے خود اسی کا بھلا ہوگا اور جو اسلام نہیں لائے گا وہ ہرگز خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔" (تاریخ طبری ۳/۲۲۶ - ۲۲۷ و صبح الأعشی قلقشندی مصر ۶/۳۸۴)

۲۔ خط کی دوسری شکل

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نے مذکورہ بالا خط کے ساتھ یہ مراسلہ عوام کے نام بھیجا اور خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ ہر مجمع میں اس کو پڑھ کر سنائیں :۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، خلیفہ رسول اللہؐ ابوبکر کی طرف سے خاص و عام کے نام، خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں، خواہ مرتد ہو گئے ہوں۔ سلامتی ہو ان پر جو راہ راست پر ثابت قدمی سے قائم رہے اور گمراہی کی طرف مائل نہیں ہوئے، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو یکتا اور بے شریک ہے، کوئی عبادت کے لایق نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، جو سیدھی راہ دکھاتے ہیں اور گمراہ نہیں کرتے، جن کو خدا نے اپنے پاس سے سچی تعلیم دے کر بشیر و نذیر، داعی اِلی الحق، اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انسانوں کو بد عملی کے انجام سے ڈرائیں اور کافروں کے خلاف حجت قائم ہو، جن لوگوں نے محمدؐ کی دعوت مانی خدا نے ان کو سیدھا راستہ دکھایا، اور جن لوگوں نے دعوت سے منہ موڑا، خدا نے ان کو سزا دی، حتیٰ کہ چار و ناچار ان کو مسلمان ہونا پڑا، اس کے بعد جب رسول اللہؐ اپنی مقرر شدہ عمر کو پہنچے تو خدا نے ان کو اٹھا لیا، انتقال کی خبر خدا آپ نیز سارے مسلمانوں کو اپنی نازل کی ہوئی کتاب میں پہلے ہی دے چکا تھا: " (محمدؐ) تم کو مرنا ہے اور ان سب کو بھی مرنا ہے، (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ) (اے محمدؐ) تم سے پہلے ہم نے کسی بشر کو دائمی زندگی نہیں دی، اگر تم مر گئے تو وہ ہمیشہ تھوڑا ہی زندہ رہیں گے (وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ، أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ؟") ہر شخص کو مرنا ہے، ہم شر اور خیر میں ڈال کر تم کو آزماتے ہیں، اور تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ") خدا مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے: " محمدؐ (خدا نہیں)

رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں، اگر وہ (محمدؐ) مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اسلام چھوڑ دو گے؟ اور جو اسلام چھوڑے گا وہ خدا کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا اور خدا شاکرین نعمت کو عمدہ انعام عطا کرے گا" (وما محمد اِلّا رسول، قد خلت من قبله الرُّسُل، أفإن مات أو قُتل انقلبتم علی أعقابکم؟ ومن ینقلب علی عقبیه فلن یضرَّ الله شیئاً وسیجزی الله الشاکرین) پس اگر کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا ہو (تو اس کو معلوم ہونا چاہیئے) کہ ان کا انتقال ہو چکا اور جو خدائے یکتا اور بے شریک کی عبادت کرتا ہو (اس کو معلوم ہونا چاہیئے) کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ خدا جو زندہ ہے، قائم بالذات ہے، جاوداں ہے، جس کو نہ نیند آتی ہے نہ غنودگی، جو اپنے سب کاموں کا خوب دھیان رکھتا ہے، جو نافرمانوں کو سزا دیتا ہے۔ لوگو! میں تاکید کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرو، اور اُس خوش بختی اور انعام کے مستحق بنو جو خدا تم کو دینا چاہتا ہے اور اُس دستور زندگی پر عمل کرو جو تمھارا نبی تمھارے لئے لایا ہے، اور اُس راستہ پر چلو جو نبی نے دکھایا ہے اور اُس دین کو مضبوط پکڑ لو جو خدا نے دیا ہے۔ بلا شبہ خدا جس کی حفاظت نہ کرے، وہ بچ نہیں سکتا، خدا جس کی تصدیق نہ کرے سچا نہیں ہو سکتا، جس کو وہ خوش بخت نہ بنائے وہ بدنصیب ہے، جس کو رزق نہ دے وہ محروم ہے، جس کا دستگیر نہ ہو وہ خوار ہے، لہٰذا اپنے مالک خدا کی دی ہوئی ہدایت کو مانو اور اُس دستور زندگی کو جو تمھارا نبی لایا ہے، کیوں کہ درحقیقت وہی سیدھی راہ پر ہے جس کی خدا رہنمائی کرے اور جس کو خدا سیدھی راہ سے ہٹا دے اُس کو ہرگز کوئی سیدھی راہ نہیں دکھا سکتا۔

تم میں سے جو لوگ اسلام لا کر اور اس کے مطابق عمل کر کے اسلام سے منحرف ہو گئے ان کی خبر مجھے ملی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے دھوکہ میں ہیں اور اس کی سزا اور قوت کا ان کو صحیح اندازہ نہیں ہے اور دوسری طرف شیطان نے ان کو اپنے دام میں پھانس لیا ہے، بلا شبہ شیطان تمھارا دشمن ہے، اس کو دشمن ہی سمجھو، وہ اپنے مریدوں کو غلط کاموں کا مشورہ دیتا ہے تاکہ وہ دوزخ میں جائیں، (اِنَّ الشَّیطٰنَ لَکُم عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوہُ عَدُوًّا، اِنَّمَا یَدعُوا حِزبَہٗ لِیَکُونُوا مِن اَصحٰبِ السَّعِیرِ) میں خالد بن ولید کو قریش کے مہاجرین اولین اور انصار کی ایک فوج کے ساتھ تمھارے پاس بھیج رہا ہوں، ان کو حکم ہے کہ کسی سے اس وقت تک نہ تو لڑیں اور نہ قتل کریں جب تک اُس کو "کلمۂ شہادت" کی دعوت نہ دیں، جو شخص اسلام کو پھر قبول کر لے اور اپنی غلطی پر توبہ کرے اور ارتکابِ گناہ سے باز آئے اور نیک عمل ہو جائے، اس کا اسلام قبول کر لیں، اور اس کو اسلام پر قائم رہنے میں مدد دیں، لیکن جو ان کی دعوت سن کر اور دوبارہ سنبھلنے کا موقع پا کر اسلام قبول کرنے سے انکار کریں، اُن سے خود اور اپنے خدائی جاں نثاروں کے ساتھ نہایت سخت لڑائی لڑیں، اور ان کے ساتھ مطلق نرمی نہ برتیں، ان کو آگ میں جلا دیں، اور عورتوں بچوں کو قید کر لیں اور کسی سے کلمۂ شہادت اور اسلام کے علاوہ اور کوئی سمجھوتہ نہ کریں، میں نے خالدؓ کو حکم دیا ہے کہ میرا خط ہر مجمع میں پڑھ کر سنائیں، جو شخص خط کی پیروی کرے گا اس کو فائدہ ہوگا اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا نقصان اُٹھائے گا۔" (اِلاکتفاء بما تضمّنہ

من مغازی رسول اللہ و مغازی الخلفاء تالیف أبو الربیع سلیمان
کلاعی بلنسی قلمی رقم ۲۷۰۵، دار الکتب المصریہ قاہرہ، مصر، ص ۲۴۵)

۳ ۔ سپہ سالاروں کو ہدایت نامہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خلیفہ رسول اللہ ابوبکرؓ کی طرف
سے یہ ہدایت نامہ ہے فلاں کے لئے جب اس کو مرتدوں سے لڑنے
بھیجا گیا، اس کو ہدایت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے سارے
کاموں میں خواہ چھپے ہوں یا ظاہر خدا سے ڈرتا رہے، اس کو حکم ہے
کہ اسلام کی سربلندی کے لئے تن دہی سے کام لے اور سنجیدگی کے ساتھ
ان لوگوں کی سرکوبی کرے جو اسلام سے پھر گئے ہیں اور شیطانی
آرزوئیں دل میں بسائے ہوتے ہیں، لیکن سرکوبی سے پہلے ان کو
ایک موقع دے اور وہ یہ کہ ان کو "کلمہ شہادت" پڑھنے کی دعوت
دے، اگر وہ یہ دعوت مان لیں تو ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ
کرے، لیکن اگر وہ یہ دعوت نہ مانیں تو ان پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے،
یہاں تک کہ وہ مسلمان ہونے کا اقرار کریں، اس کے بعد ان کو بتائے
کہ بحیثیت مسلمان ان پر کیا پابندیاں ہیں اور ان کے حقوق کیا ہیں،
پابندیوں کے مطابق ان سے وصول کرے (زکاۃ) اور حقوق کے
مطابق ان کو دے (مال غنیمت) اور اس کام میں تاخیر روا نہ رکھے
اور مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے نہ روکے ۔ لڑائی
کے بعد جو اسلام لے آئے اور اس کی حقانیت کا معترف ہو اس کا
اسلام مان لے اور اسلام پر قائم رہنے میں حسن سلوک کے ساتھ اس

کی مدد کرے۔ (اس کو خوب یاد رہے) کہ اس کی لڑائی خدا کے باغیوں سے صرف اس لئے ہے کہ وہ اس تعلیم کا اعتراف کریں جو خدا کی طرف سے آئی ہے، جوں ہی وہ اس تعلیم کا اعتراف کریں گے اور زبان سے "کلمہ شہادت" پڑھ لیں گے اس کو اُن کے خلاف کارروائی کا حق نہ رہے گا اور اگر کوئی دل سے مسلمان نہ ہو گا تو اس کا حساب خدا کے ہاتھ ہے، جو لوگ "کلمہ شہادت" نہیں پڑھیں گے، مار ڈالے جائیں گے، جہاں ہوں گے اور جہاں کہیں بھی بھاگ کر جائیں گے ان سے جنگ کی جائے گی، اور اسلام کے سوا کوئی بات نہ مانی جائے گی جو اسلام لے آئے گا اور دل سے اس کا معترف ہو گا سالارِ اعلیٰ اس کا اسلام قبول کرے گا اور اس کو اسلام کی تعلیم دے گا اور جو لوگ اسلام سے انکار کریں گے ان سے لڑے گا[1] اور منکرین اسلام پر اگر خدا اس کو غلبہ دے گا تو وہ ہر طرح ہتھیاروں اور آگ سے ان کو قتل و غارت کرے گا، اس کے بعد مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کر کے باقی فوج میں تقسیم کر دے گا اور خمس (پانچواں حصہ) ہمارے پاس بھیج دے گا۔ سپہ سالار کو ہدایت ہے کہ اپنے ساتھی مسلمانوں کو جلد بازی اور لوٹ مار سے باز رکھے اور اپنی فوج میں بلا تحقیق گھٹیا درجہ کے عربوں کو داخل نہ کرے، مبادا وہ جاسوس ہوں اور ان کی کسی چال سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے؛ اس کو ہدایت ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، کوچ اور پڑاؤ دونوں حالتوں ان کے ساتھ لطف و رحمت سے پیش آئے۔ ان کی دیکھ بھال

---

[1] یہ مضمون سطور بالا میں آچکا ہے۔

کرے اور فوج کا کچھ حصہ بہت آگے اور کچھ بہت پیچھے نہ رکھے اور مسلمانوں کو فہمایش کرے کہ باہم محبت اور رواداری سے رہیں اور نرمی سے بات چیت کیا کریں۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۳/۲۲۷)

۴۔ خالدؓ بن ولید کو ہدایت نامہ

طبری کے مذکورہ بالا دونوں مراسلے سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہیں جنھوں نے ردّہ بغاوت پر ایک مستقل کتاب لکھی تھی جو بعد میں ضائع ہو گئی لیکن جس سے طبری نے اپنی تاریخ میں چیدہ چیدہ اقتباس لے لئے ہیں، سیف بن عمر کی روایت کی رو سے جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا ابو بکر صدیق نے اہل ردّہ کی سرکوبی کے لئے گیارہ محاذ قائم کئے تھے اور ہر محاذ کے لئے ایک سپہ سالار مقرر کیا تھا اور ہر سالار کو دو خط دئے تھے، ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا خود ان کے لئے ہدایت نامہ۔ دار الکتب المصریہ قاہرہ میں اِکتفاء کے نام سے مغازی اور فتوح پر جو قیمتی مخطوطہ ہے اس میں نہ گیارہ محاذوں کا ذکر ہے، نہ گیارہ سالاروں کا۔ اِکتفاء کی رو سے خلیفہ اول نے سب سے پہلے طلیحہ اور مُسیلمہ کی طرف توجہ کی اور ساری قوت ان کے مقابلہ پر لگا ئی، اس مہم کے لئے خالدؓ کو سالار اعلیٰ مقرر کیا اور اُن کو دو فرمان دئے: ایک ہدایت نامہ اور دوسرا عرب قبائل کے نام، اس دوسرے مراسلہ کا مضمون ابھی آپ نے پڑھا، یہاں پہلا خط جو خالدؓ کو بطور ہدایت نامہ دیا گیا تھا پیش کیا جاتا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ ہدایتیں ہیں جو خلیفہ رسول اللہؐ ابو بکر نے خالدؓ بن ولید کو دیں جب انھیں مہاجرو انصار اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ان لوگوں سے لڑنے بھیجا جو رسول اللہؐ کی وفات پر اسلام سے

سے پھر گئے تھے ۔ خالدؓ کو حکم وہدایت ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے
سارے معاملات میں ظاہر ہوں یا چھپے، خدا سے ڈرتے رہیں، ان
کو حکم ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لئے تن دہی سے کام لیں، اور
پوری سنجیدگی سے اُن لوگوں کی سرکوبی کریں جو اسلام سے پھر گئے
ہیں اور شیطانی آرزوئیں دل میں بسائے ہوئے ہیں، اُن کو حکم ہے
کہ سرکوبی سے پہلے باغیوں کو سنبھلنے کا ایک موقع دیں، یعنی ان کے
سامنے دعوتِ اسلام پیش کریں، جو لوگ اس دعوت کو مان لیں،
کالے ہوں یا گورے، ان کا اسلام قبول کرلیں، جن کو دعوت اسلام
دیں ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں (اور اگر وہ نہ مانیں)
تو تلوار سے کام لیں ۔ ان کی لڑائی اُن ہی لوگوں سے ہے جو ایمان باللہ
کی بجائے کفر باللہ کے مرتکب ہیں، جو لوگ دعوتِ اسلام سن کر اس
کو (زبان سے) قبول کرلیں، ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں
(اور جو دل سے مسلمان نہ ہو) اس کا حساب خدا کے ہاتھ ہے
خالدؓ کو حکم ہے کہ اپنے مشن کو تن دہی سے انجام دیں ۔ جو باغی کلمہ
شہادت قبول نہ کریں اُن کے لئے خالدؓ کو حکم ہے کہ مہاجر و انصار کے
ساتھ ان سے لڑیں، وہ جہاں ہوں اور جہاں کہیں بھی بھاگ کر
جائیں، ان میں سے جو ہاتھ آ جائیں ان کو قتل کردیں اور کسی سے
سوائے اسلام اور شہادتِ لا الہ الا اللہ و أنّ محمداً عبدہ و رسولہٗ کے اور کچھ
قبول نہ کریں ۔ ان کو حکم ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ یمامہ کی طرف پیش
قدمی کریں، اور پہلے بنو حنیفہ اور ان کے کذّاب مُسیلمہ سے لڑیں، لیکن
لڑنے سے پہلے اُس کو اور اُن کو اسلام کی دعوت دیں اور اُن

کو مسلمان بنانے کی مخلصانہ کوشش کریں اور اگر وہ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کرلیں، مجھے اس کی اطلاع دیں اور یمامہ میں ٹھہرے رہیں حتی کہ میری اگلی ہدایت پہنچے، اور اگر بنو حنیفہ دعوت اسلام قبول نہ کریں، کفر سے نہ پھریں اور اپنے کذاب (مُسیلمہ) کے اتباع سے باز نہ آئیں تو ان سے وہ خود اور دوسرے مسلمان سخت لڑائی لڑیں، یہ یقینی بات ہے کہ خدا اسلام کی مدد کرے گا اور اس کو سب دینوں پر غالب بنائے گا، جیسا کہ اس نے قرآن میں کہا ہے، کافروں کو یہ بات خواہ کتنی ہی ناپسند ہو۔ اگر خدا کے کرم سے خالدؓ کو بنو حنیفہ پر فتح حاصل ہو تو ان کو ہتیاروں اور آگ دونوں سے تباہ کریں، اور ان کے کسی ایسے شخص کو جسے مار سکیں، زندہ نہ رکھیں، مال غنیمت اور ان کی دولت خُمس نکال کر مسلمانوں میں بانٹ دیں اور خُمس میرے پاس بھیج دیں تاکہ میں قانون اسلام کے مطابق اس کو ٹھکانے لگاؤں۔

"خالدؓ بن ولید کو ہدایت ہے کہ اپنے ساتھیوں میں اختلاف رائے نہ ہونے دیں جس سے ان میں کمزوری پیدا ہو اور نہ جلد بازی میں آکر کوئی قدم اٹھائیں ان کو ہدایت ہے کہ گھٹیا درجہ کے عربوں کو فوج میں بھرتی نہ کریں، جب تک کہ یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ وہ کون ہیں، ان کا حسب نسب کیا ہے، عقاید کیا ہیں اور وہ کیوں (مسلمانوں کے ساتھ) لڑنا چاہتے ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہاری فوج میں ایسے عرب آکر پناہ نہ لیں، جو نہ تو مسلمان ہوں، نہ تمہارے دوست و ہمدرد، بلکہ جن کا مقصد جاسوسی کرنا ہو ویتحفظون من الناس بمکانھم

محکم (؟) یہ اندیشہ مجھے بدو اور گنوار عربوں کی طرف سے ہے، لہذا تمھاری فوج میں اِس قسم کے لوگ بالکل داخل نہ ہوں، کوچ اور قیام ہر حال میں مسلمانوں کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آؤ، اور ان کی دیکھ بھال کرو، کوچ کے دوران فوج کا ایک حصّہ دوسرے سے دور نہ رکھو، نہ کوچ کرتے وقت کسی حصہ کو دوسرے سے پہلے روانہ کردو، اپنے سب ساتھیوں کو فہمائش کرو کہ اُن انصاری صحابہ کی جو تمھاری فوج میں ہیں دل جوئی کریں اور ان کے ساتھ نرم گفتاری سے کام لیں، کیوں کہ وہ غم گین اور کبیدہ خاطر ہیں[1]، اسلام میں ان کا بڑا حق ہے، ان میں بڑی خوبیاں ہیں، انھوں نے اسلام کی شاندار خدمات انجام دی ہیں، ان کی رسول اللہؐ نے سفارش بھی کی ہے لہذا ان میں جو صالح ہوں ان کی بات مانو اور جو خطا کار ہوں ان کو درگذر کرو جیسا کہ رسول اللہؐ نے ہدایت کی ہے، والسلام"۔

۵-۶- خالدؓ بن ولید کے نام

حضرت ابوبکرؓ نے ذوالقصّہ[2] میں جب گیارہ محاذ بنائے تو پہلا اور اہم ترین محاذ طُلَیحہ اور اُس کے حلیفوں کے خلاف تھا، اس محاذ کا سالار خالد بن ولیدؓ کو مقرر کیا گیا۔ ان کو حکم تھا کہ پہلے طَیؔ، پھر حلفائے طلیحہ اور آخر میں بُطاح جا کر طُلیحہ کو مسلمان بنائیں، پھر مالک بن نُوَیرہ کو راہ راست پر لائیں اور جن جن قبائل میں مسلمانوں کو جلایا یا

---

[1] خلافت کے معاملہ میں انصار و مہاجرین میں چند دن پہلے جو اختلاف ہوا، اس کی طرف اشارہ ہے۔ انصار ناراض تھے کیوں کہ قریش نے ان کا یہ مطالبہ نہ مانا کہ ایک بار خلیفہ انصار سے ہو اور ایک بار قریش سے۔ [2] مقامات کے لئے دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱۔

قتل کیا گیا تھا اُن سے قاتلین کو طلب کر کے موت کی سزا دیں۔ اِس وقت طُلیحہ اپنے علاقہ کے بُزاخہ نامی تالاب پر خیمہ زن تھا کئی طاقت ور قبیلے۔ غطفان، طَیّ، فَزارہ، جَدِیلہ، عَبس و ذُبیان اس کے ساتھ تھے، حسبِ حکم خلیفہ خالدؓ فوج لے کر طَیّ کی طرف نکلے، جن کے گاؤں مدینہ کے شمال مغرب میں پچاس میل دور دو پہاڑوں کے وسط میں آباد تھے۔ حاتم طائی کا لڑکا عدی مخلص مسلمان بیدار ہوش انسان اور اپنے قبیلہ کا بارسوخ سردار تھا، اُس نے اِس دانائی سے کام کیا کہ قبیلہ طَیّ طُلیحہ کے حلف سے نکل آیا، اور ایک دوسرا طاقتور قبیلہ جَدِیلہ ہزار سواروں کے ساتھ طُلیحہ سے الگ ہو گیا۔ طلیحہ اپنے قبیلہ بنو اسد اور اپنے حلفاء عبس، ذُبیان اور غطفان کے ساتھ بُزاخہ میں رہ گیا، پھر بھی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے بلند تھے، مسلم و مرتد صف آرا ہوئے، سخت رن پڑا، طُلیحہ شکست کھا کر شام بھاگ گیا، اس کے حلیف قبیلے چار و ناچار مسلمان ہو گئے، خالدؓ نے اس وقت تک ان کا اسلام قبول نہ کیا جب تک انھوں نے اپنے اپنے قبیلوں کے وہ لوگ اُن کے حوالہ نہ کر دئیے جنہوں نے مسلمانوں کو جلایا یا قتل کیا تھا، ان کو بُرے عبرت ناک طریقہ سے ہلاک کیا گیا۔ اپنی فتح، مرتد قبائل کے اسلام اور قاتلین کے قصاص کی اطلاع خالدؓ نے خلیفہ کو دی تو یہ خط وصول ہوا :

"یہ کامیابیاں خدا کرے مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ ہوں۔ اپنے سارے کاموں میں خدا سے ڈرتے رہو، خدا ان لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں (اِنَّ اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون، قرآن) اسلام کی سربلندی اور ارتداد کے قلع قمع میں پوری تن دہی سے کام لو، ذرا بھی تساہل نہ ہونے پائے، جس شخص نے کسی مسلمان کو مارا ہو اور وہ تمھارے ہاتھ لگ جائے تو

اس کو ضرور قتل کر دو، اور اس طرح قتل کرو کہ دوسرے عبرت پکڑیں۔ وہ لوگ جنہوں نے خدا کے حکم سے سرتابی کی ہو اور اسلام کے دشمن ہوں، ان کے قتل سے اگر اسلام کو فائدہ پہنچتا ہو تو قتل کر سکتے ہو۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۲۳۳/۳)

اِکتفاء میں شریک فزاری کی سند پر جو خط بیان ہوا ہے وہ سیف بن عمر کے مذکورہ بالا مراسلہ سے لفظاً و معنیً ہر دو اعتبار سے مختلف ہے، لفظی اختلاف تو زیادہ درخورِ اعتناء نہیں لیکن دونوں کا معنوی اختلاف بہت اہم ہے سیف بن عمر کی رائے میں خالدؓ کو خلیفہ نے دو بڑے کام سونپے تھے، ایک طُلیحہ اور اس کے حلیفوں کو ترکِ ارتداد کی دعوت دینا اور اگر نہ مانیں تو ان سے لڑنا، اور دوسرا ان مسلمانوں کا بدلہ لینا جن کو طُلیحہ کے دوست اور متحالف قبیلوں میں بڑی بے دردی سے قتل کرایا گیا تھا، ان دونوں کاموں کی انجام دہی کے بعد ان کو حکم تھا کہ نئی ہدایات کا انتظار کریں، سیف نے دوسرے شیوخ سے ایک اور روایت بیان کی ہے جس کی رو سے خالدؓ کے ذمہ تیسرا کام بُطاح جا کر بنو حنظلہ (تمیم کی ایک شاخ) کے سردار مالک بن نُویرہ کی خبر لینا تھا، مالک نے زکاۃ نہیں ادا کی تھی اور اسلام سے ان کی وفاداری مشتبہ ہو گئی تھی۔ اِکتفاء میں فتح بزاخہ سے متعلق ابو بکر صدیق کا جو خط بیان ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طُلیحہ سے فارغ ہونے کے بعد خالدؓ کو یمامہ جانے اور مُسیلمہ سے لڑنے کا حکم تھا۔ سیف کی رائے میں یمامہ کی مہم خالدؓ کو نہیں بلکہ ایک سردار عِکرمہ بن ابی جہل کے سپرد کی گئی تھی۔

"واضح ہو کہ تمہارا ایلچی تمہارا خط لے کر آیا، جس میں تم نے بُزاخہ میں خدا کی عنایت کردہ فتح اور اسد و غطفان کی گوشمالی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اب تم یمامہ کی طرف پیش قدمی کر رہے ہو جیسا کہ میں نے تم

کو ہدایت کی ہے، اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ڈرتے رہو، اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ باپ کی طرح لطف وشفقت سے پیش آؤ۔ خالدؓ بن ولید! بنو مغیرہ کی تمکنت سے بچتے رہنا، میں نے تمھیں سالار بنا کر اس شخص کی بات ٹال دی ہے جس کی بات کبھی نہیں ٹالی (یعنی عمر بن خطاب) جب بنو حنیفہ کے پاس پہنچو تو خوب تدبّر سے کام لینا، تم اب تک اُن جیسے دشمن سے مقابل نہیں ہوتے ہو، کیوں کہ اُن کا کل قبیلہ اول سے آخر تک تمھارے خلاف ہے، اور ان کا علاقہ بھی بہت بڑا ہے۔ جب تم وہاں پہنچو تو سارے معاملات کا انتظام خود کرنا، اپنے میمنہ، میسرہ اور رسالوں پر (مخلص) افسر مقرر کرنا، رسول اللہؐ کے ممتاز صحابہ سے مشورہ کرنا، اور اُن کے فضل ومنزلت کا پورا لحاظ رکھنا، جب بنو حنیفہ صفیں درست کر کے لڑنے کو آمادہ ہوں تو جیسے وہ لڑیں اسی طرح تم لڑنا: اگر وہ تیر چلائیں تو تم بھی تیر چلانا، اگر وہ نیزہ بازی کریں تو تم بھی نیزہ بازی کرنا، اور جب وہ تلوار سے لڑیں جس میں مضمر ہے موت، تو تم بھی تلوار سے لڑنا، اگر خدا تمھیں فتح عطا کرے، تو خبردار اُن کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آنا، ان کے زخمیوں کا کام تمام کرنا، ان میں جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب کرنا، اور جو تمھارے ہاتھ آجائیں ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا اور آگ میں جلا دینا۔ میری ان ہدایات کی خلاف ورزی نہ ہو، والسلام علیک۔" (الکتفاء ص ۲۵۲)

۷۔ عکرمہ بن ابی جہل کے نام

طُلیحہ کے بعد دوسرا اہم دشمن مُسیلمہ تھا، جس کی نبوت کا سارے یمامہ میں ڈنکا

بچ رہا تھا، بنو حنیفہ کے دس ہزار بہادر جوان (بقول سیف چالیس ہزار) اس کے لئے خون بہانے کو تیار رہتے۔ مسیلمہ نے بڑی خوش اسلوبی سے فوج کی تنظیم کی تھی اور صرف کثیر سے اس کو مسلح کیا تھا، بنو حنیفہ میں اس کو بہت مقبولیت حاصل تھی، وہ کہتے: "ہم قریش کا نبی کیوں مانیں، ہم اپنا نبی مانیں گے" ابو بکر صدیق نے اس کی سرکوبی کے لئے عکرمہؓ بن ابی جہل کو مامور کیا، عکرمہؓ یمامہ پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ خلیفہ نے ان کی تقویت کے لئے ایک دوسری فوج شرحبیلؓ بن حسنہ کی قیادت میں بھیجی ہے جو عن قریب آملے گی۔ عکرمہؓ کی تمکنت کو یہ بات کھٹکی، وہ چاہتے تھے کہ مسیلمہ کی تباہی کا سہرہ بلا شرکت غیرا ان کے سر ہو، اس لئے انھوں نے شرحبیل کے آنے سے پہلے حملہ کر دیا، مسیلمہ کے جانبازوں نے مسلمانوں کی صفیں الٹ دیں، عکرمہؓ شکست فاش کھا کر بھاگ پڑے۔ ابو بکر صدیق کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو ان کو سخت غصہ آیا اور انھوں نے عکرمہؓ کو یہ پُر عتاب خط لکھا:

"مادرِ عکرمہؓ کے فرزند! (اس شکست کے بعد) میں ہرگز تمھاری صورت نہیں دیکھوں گا اور نہ تم میری دیکھو گے، یہاں لوٹ کر مت آنا، ورنہ لوگوں کے حوصلے پست ہوں گے، سیدھے حذیفہ اور عرفجہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ عمان اور مہرہ کے مرتد عربوں سے لڑو، اگر وہ جنگ میں مشغول ہو چکے ہوں تو تم آگے بڑھ جانا اور جن جن قبیلوں سے گذرو اُن کو ارتداد سے توبہ کرا کے دائرہ اسلام میں داخل کرتے جانا حتیٰ کہ تم اور مہاجر بن ابی اُمیہ یمن اور حضرموت میں ایک دوسرے سے مل جاؤ۔"

(سیف بن عمر - طبری ۳/ ۲۴۳، سیف بن عمر نے یہ خط کچھ مختلف الفاظ میں بعض دوسرے شیوخ تاریخ کی سند پر ارتداد عمان، مہرہ اور یمن کے ضمن میں بھی بیان کیا ہے، دیکھئے طبری ۳/ ۲۶۲)

۸ - خط کی دوسری شکل

"استادی جانتے نہیں شاگردی سے گھبراتے ہو، جس دن مجھے ملو گے دیکھو کیسا مزا چکھاتا ہوں، تم اس وقت تک کیوں نہ ٹھہرے کہ شرحبیل آجاتے اور اُن کی مدد اور تعاون سے جنگ کرتے اب حُذیفہ کے پاس جاؤ اور ان کو مدد پہنچاؤ، اگر ان کو تمھاری پشت پناہی کی ضرورت نہ ہو، تو یمن اور حضرموت چلے جاؤ اور مہاجر بن اُمیّۃ کی مدد کرو۔" (ناسخ التواریخ از محمد تقی، بمبئی، ۲/۸۷)

۹ - شُرحبیل بن حسنہ رضؓ کے نام

شرحبیلؓ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ عکرمہ کی شکست کی خبر ان کو موصول ہوئی، انھوں نے پیش قدمی بند کر دی اور خلیفہ کو نئی ہدایات کے لئے مراسلہ بھیجا، ابوبکر صدیق نے ان کو لکھا کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو، پھر کچھ عرصہ بعد جب انھوں نے خالدؓ بن ولید کو یمامہ[1] کی مہم پر مامور کیا تو شُرحبیل کو لکھا:-

"جب خالدؓ تم سے آملیں اور یمامہ[1] کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضاعہ کا رخ کرنا اور عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قضاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۳/۲۴۳)

۱۰ - خالد بن ولیدؓ کے نام

ربیع الاوّل سنہ ۱۲ھ میں یمامہ کی مشہور جنگ ہوئی جو ردّہ ہی کی سب سے بڑی

---

[1] دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱

جنگ نہ تھی بلکہ اس کو اگر جزیرہ نمائے عرب کی سب سے سخت جنگ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ مسیلمہ کی فوج دس ہزار تھی اور مسلمانوں کی چھ سات ہزار، اور ایک قول یہ ہے کہ فریقین کے پاس چار ہزار یا اس کے لگ بھگ سپاہی تھے۔ مسیلمہ کے جاں باز ایک مثالی لگن اور جوش سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے برخلاف خالدؓ کی فوج کا ایک بڑا حصہ ان عربوں پر مشتمل تھا جو وقتی مصلحت یا رزق کی خاطر بھرتی ہو گئے تھے۔ جنگ ہوئی تو مسلمان تین بار پسپا ہوئے، مسیلمہ کی فوج ان کے کیمپ میں گھس پڑی، قریب تھا کہ مسلمانوں کو مکمل شکست ہو، کہ مدینہ کے انصار اور مہاجر موت کو لبیک کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے، ان کو دیکھ کر بہت سے بھاگے ہوئے بدو بھی لوٹ آئے، قتل کا بازار گرم ہوا، مسلمانوں کا پلہ بھاری ہو گیا، وہ برابر دشمن کو دباتے رہے حتیٰ کہ وہ ہٹتے ہٹتے ایک باغ کی چہار دیواری میں پناہ گیر ہوا، یہاں پھر ایک خونریز معرکہ ہوا، جس میں مسیلمہ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ ایک راوی نے جنگ کی جھلکی ان الفاظ میں پیش کی ہے:- بنو حنیفہ سے مسلمانوں کو جتنی سخت زک پہنچی کسی دوسرے دشمن سے نہ پہنچی تھی، وہ تو ان کے لئے زہریلی موت لے کر آئے اور ایسی تلواریں جن کو تیر اور نیزوں سے پہلے انھوں نے سونت لیا تھا، مسلمانوں نے صبر و تحمل سے مقابلہ کیا، لیکن مقابلہ کا دارمدار اس دن پرانے اور آزمودہ کار مسلمانوں (انصار و مہاجر) پر تھا۔ اُس دن عبّاد بن بشر خارشی چیتے کی طرح بھرے پھرتے اور للکار کر کہتے: "ہے کوئی جو مجھ سے ٹکر لے"۔ ان کے سامنے ایک جوشیلا حنفی جوان جنگھاڑتے اونٹ کی طرح آتا اور کہتا: آجا خزرجی، تو سمجھتا ہوگا ہم بھی ان کی طرح بزدل ہیں جن سے پہلے تیرا سابقہ پڑا ہے"۔ عباد اس کی طرف بڑھتے، حنفی سبقت کر کے حملہ کر دیتا، اور تلوار کا وار کرتا جس سے خود اسی کی تلوار ٹوٹ جاتی، اور عبّاد کو کوئی گزند نہ پہنچتا، پھر عبّاد تلوار کا وار کرتے اور حنفی کے پیر کاٹ کر آگے بڑھ جاتے۔ حنفی سخت مشکل سے گھٹنوں

پر کھڑا ہوتا اور آواز دیتا: شریف زادے میرا خاتمہ کرتے جاؤ "عبّاد لوٹتے اور اس کی گردن مار دیتے۔ پھر دوسرا حنفی مرنے والے کی جگہ لے لیتا، وہ اور عبّاد گھوم پھر کر ایک دوسرے پر وار کرتے عبّاد کا جسم پہلے سے زخموں سے چور ہوتا عبّاد (اس کے شانہ پر) ایسا سخت وار کرتے کہ اس کا پھیپھڑا نظر آنے لگتا، اور کہتے: "لے میرا یہ وار، میں ہوں ابن وقش!" پھر وہ حنفیوں کو زخمی کرتے آگے بڑھتے چلے جاتے "۔ ضمرہ بن سعید مازنی۔ اکتفاء ص ۲۵۵) اب سنیئے خالد بن ولید کی رائے ایک دوسرے راوی کی زبانی: میں بیس معرکوں میں شریک ہوا، لیکن بنو حنیفہ نے یمامہ کی لڑائی میں جس صبر سے تلوار کے وار سہے، اور جس مہارت سے تلوار کے جوہر دکھائے، اور جس پامردی سے وہ میدان میں ڈٹے رہے، اس کی مثال کہیں نہیں دیکھی: (اکتفاء ص ۲۵۷)

بارہ سو سے زیادہ مسلمان قتل ہوئے اور کئی ہزار زخمی۔ ایک شخص نے جو جنگ میں شریک تھا بیان کیا کہ زخمیوں کی اتنی کثرت تھی کہ نماز با جماعت میں خالدؓ کے ساتھ معدودے چند مہاجر و انصار ہوتے تھے۔ (اکتفاء ص ۲۵۲)

یمامہ کے قریب پہنچ کر خالدؓ نے ایک طلیعہ گردو پیش کے حالات معلوم کرنے فوج سے آگے بھیج دیا تھا، اس وقت یمامہ کا ایک معزز سردار مُجّاعہ بن مرارہ تیئیس ۲۳ آدمیوں کے ساتھ ایک مہم سے فارغ ہو کر وطن (یمامہ) واپس آرہا تھا۔ طلیعہ نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا اور سپہ سالار خالدؓ کے پاس لائے، مُجّاعہ نے کہا ہم نہ تو مسلمانوں کے دشمن ہیں، نہ حنفیوں کے جاسوس، ہم اپنے قبیلہ کے ایک مقتول کا قصاص لینے گئے تھے، میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام پر قائم ہوں "۔ خالدؓ نے مُجّاعہ کے ساتھیوں سے مُسیلمہ کے بارے میں رائے لی تو انھوں نے کہا وہ خدا کا رسول ہے۔ خالدؓ نے اُن سب کو قتل کرا دیا کسی نے سفارش کی کہ مجّاعہ کو زندہ رکھیئے، وہ بنو حنیفہ کا لیڈر رہے، آپ کی لڑائی اور صلح دونوں میں

اس سے قیمتی مدد مل سکتی ہے۔ خالدؓ نے مُجّاعہ کے بیڑیاں ڈلوادیں۔ جلد ہی خالدؓ کو اُس کے اخلاص اور دانائی کا معترف ہونا پڑا، مُجّاعہ، خالدؓ کا مُشیر اور مقرب بن گیا۔ مُجّاعہ کے ایک لڑکی تھی جس کے جمال کی سارے یمامہ میں دھوم تھی۔ خالدؓ اس پر ریجھے ہوئے تھے۔ جنگ سے فارغ ہو کر انھوں نے مُجّاعہ کو شادی کا پیغام دے دیا۔ مجّاعہ نے پیغام تو قبول کرلیا لیکن کہا: "کچھ دن ٹھہر جاؤ، جنگ کے زخم مندمل ہو جائیں اور ماتم کی صفیں اُٹھ جائیں"۔ اس کو اندیشہ تھا کہ اگر اس قدر جلد شادی کر دی گئی تو خلیفہ اور مسلمان دونوں کو یہ بات کھٹکے گی، پر خالدؓ نہ مانے۔ شادی ہو گئی، پہلے تو خالدؓ کی فوج کے مہاجر و انصار نے جو اپنے پیاروں کی موت پر سوگوار بیٹھے تھے، اور جن کے کیمپ میں ہزاروں زخمی درد سے کراہ رہے تھے، شادی کو ناپسند کیا اور پھر اس کی شکایت خلیفہ کو بھی پہنچا دی۔ ابو بکر صدیق آزردہ ہوئے، اور عمر بن خطابؓ نے خالدؓ کی نفس کوشی اور بے اعتدالی پر روشنی ڈال کر ان کی طبیعت کو اور زیادہ مکدّر کردیا۔ پھر بھی ان کا عقلی توازن نہ بگڑا، انھوں نے کوئی تعزیری کارروائی نہیں کی بلکہ اس سرزنش پر اکتفا کیا:-

> "مادرِ خالدؓ کے فرزند تم بڑے بے صبرے ہو۔ عورتوں سے شادی رچاتے اور لطف اندوز ہوتے ہو، حالانکہ تمھارے دروازہ پر بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں ہونے پاتا! پھر مُجّاعہ نے تم کو دھوکا دے کر صحیح طریقِ کار سے تم کو باز رکھا، اور اپنی قوم (بنو حنیفہ) کی طرف سے صلح کی حالانکہ خدا نے پوری طرح ان کو تمھارے بس میں کر دیا تھا۔ . . .

. . . ." یہاں راوی خط کو ادھورا چھوڑ دیتا ہے یہ کہہ کر کہ اس کا مکمل مضمون وثیمہ نے اپنی کتاب الردّۃ میں بیان کیا ہے۔ (الکتفاء ص ۲۶۰ و ابن اسحاق طبری ۳/۲۵۴ صرف خط کشیدہ حصّہ)

مُجّاعہ کی صلح اور دھوکہ کا قصّہ یہ ہے کہ جنگ کے خاتمہ پر خالدؓ مجاعہ کو لے کر مُسیلمہ کی لاش تلاش کرنے نکلے جو میدانِ جنگ میں سینکڑوں لاشوں کے درمیان کہیں پڑی ہوئی تھی، جب مُجّاعہ نے خالدؓ کو لاش دکھائی تو انھوں نے کہا: "یہ ہے وہ شخص جس نے تمھیں تباہ کرایا! حنفی بھی کتنے احمق ہیں، اس حقیر آدمی (مُسیلمہ چھوٹے قد کا بھدا سا آدمی تھا) کی باتوں میں آکر تباہ ہوگئے۔" مُجّاعہ نے کہا: یہ سب تو ہوا، لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ ان کے لیڈر کے قتل سے جنگ ختم ہوگئی، بخدا تم سے لڑنے ابھی ان کے اگلے دستے آئے ہیں، ان کے اکثر جوان اور خاندانی لوگ قلعوں میں موجود ہیں۔ (اکتفاء ص ۲۵۹ وابن اسحاق۔ طبری ۳/۲۵۱) مُجّاعہ کی ان باتوں نے اگرچہ خالدؓ کو تشویش میں ڈال دیا پھر بھی انھوں نے اپنے رسالوں کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ مسلمان بنو حنیفہ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے، وہ لڑائی سے تنگ آگئے تھے، ان کی بڑی تعداد قتل ہوچکی تھی، اور جو زندہ بچے ان میں سے اکثر زخمی تھے۔ اس وقت مُجّاعہ نے حکمت سے کام لیا اور خالدؓ سے کہا: میں تمھارا بھلا چاہتا ہوں، تم اور بنو حنیفہ بُری طرح پِٹ چکے ہو، آؤ میں ان کی طرف سے سمجھوتہ کرتا ہوں۔" راوی کہتا ہے: اہل سابقہ یعنی اسلام کے پُرانے شیدائی اور آزمودہ کار صحابہ کے قتل سے خالد کی فوجی طاقت بہت کم ہوگئی تھی، اس کے علاوہ اونٹ اور گھوڑے چارے کی قلت سے بے حد کم زور ہوگئے تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ کوئی باعزت سمجھوتہ ہوجائے۔ سمجھوتہ ہوگیا، جس کی رو سے بنو حنیفہ کو اپنا سارا سونا، چاندی، ہتیار، گھوڑے اور آدھے قیدی مسلمانوں کو دینا پڑے، اس سمجھوتہ کے بعد جب خالدؓ، مُجّاعہ کے ساتھ حنفیوں کی بستیوں میں گئے اور ان کے قلعوں کو دیکھا تو وہاں بس عورتیں، بچے اور دور از کار مرد تھے۔ یہ دیکھ کر خالدؓ کو غصہ آیا اور انھوں نے مُجّاعہ سے کہا: تم نے مجھے دھوکا دیا یعنی کہاں ہیں سورماؤں اور جوانوں کے وہ دَل جن کی تم نے دھمکی دی تھی۔ مُجّاعہ نے کہا "اپنی قوم

کے مفاد کے لئے ایسا کرنے پر مجبور تھا" اس صلح کے ساتھ ہی سارے حنفی مسلمان ہو گئے۔ (اکتفاء ص ۲۶۰)

خالدؓ کا جواب

مُجّاعہ کی لڑکی سے شادی پر ابوبکر صدیق کا مذکورہ بالا مراسلہ جب خالدؓ بن ولیدؓ کو موصول ہوا تو انھوں نے کہا: یہ سب عمرؓ کی شرارت ہے" (عمر فاروق سے ان کی کھٹکی ہوئی تھی) انھوں نے اپنی براءت کے لئے خط ذیل لکھا۔ اس کے مضمون سے مترشح ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق نے سرزنش نامہ میں (جس کا صرف ادھورا حصہ راوی نے بیان کیا ہے جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا) چار اعتراض تھے:

(۱) خالدؓ نے مُجّاعہ کی لڑکی سے جنگ ختم ہوتے ہی شادی کی۔

(۲) جنگ کی ناقص قیادت کی یا جنگ کے خطروں سے خود الگ تھلگ رہے۔

(۳) اپنی فوج کے کئی سو شہیدوں پر نہ ماتم کیا نہ ان کا سوگ منایا۔

(۴) مُجّاعہ کے دھوکہ میں آگئے۔

"میری جان کی قسم، میں نے اس وقت تک عورتوں سے شادی نہیں کی جب تک فتح اور کامرانی کی مسرت پوری طرح مجھے حاصل نہ ہو گئی اور کیمپ سے نکل کر گھر کے ماحول میں منتقل نہ ہو گیا۔ میں نے ایسے شخص سے رشتہ جوڑا ہے جس کے پاس اگر مدینہ سے پیغام دینے مجھے آنا پڑتا تو میں پرواہ نہ کرتا، آپ کی یہ شکایت کہ میں نے اپنی فوج کے شہیدوں کا حق ماتم ادا نہیں کیا (خط کی عبارت سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے) تو بخدا ان کی موت پر مجھے بے پایاں صدمہ ہوا، اور اگر کسی کا غم زندوں کو بقیدِ حیات رکھ سکتا، اور کسی کا ماتم مُردوں کو بقیدِ حیات لا سکتا تو میرا غم اور ماتم ضرور یہ اثر دکھاتے۔ (آپ یقین کیجئے) شوق شہادت مجھے ایسے ایسے

خطروں میں لے گیا جہاں بچنے کی امید نہ رہی تھی، اور موت کا یقین ہو گیا تھا۔ آپ کا یہ کہنا کہ مُجّاعہ نے دھوکا دے کر مجھے صحیح طریق کار سے باز رکھا تو عرض یہ ہے کہ میں نے اس موقع پر اپنی رائے غلط نہیں دی پھر مجھے غیب کا علم بھی نہ تھا (جو مُجّاعہ کے دھوکہ کو پہلے سے معلوم کر سکتا) سمجھوتہ سے بلاشبہ خدا نے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا، ان کو (بنو حنیفہ کی) زمین کا وارث بنا دیا اور ان کو اہل تقویٰ کے انعام عطا کئے"۔ (بنو حنیفہ کا سونا چاندی اور سامان)

مشہور صحابی ابو برزہ اسلمیؓ یہ خط لے کر مدینہ آئے، اس کو پڑھ کر ابوبکر صدیق کا اشتعال کچھ دھیما پڑا، راوی کہتا ہے کہ عمر فاروقؓ پر اس کا اثر مطلق اچھا نہ ہوا، وہ پہلے کی طرح خالدؓ کو برا بھلا کہتے رہے اور اس میں کچھ دوسرے سربرآوردہ ترشی بھی شامل تھے۔ ابو برزہ سے نہ رہا گیا، انھوں نے کھڑے ہو کر خالدؓ کی حمایت میں تقریر کی جس سے ابوبکر صدیق کا غبارِ خاطر کافی کم ہو گیا۔

الکتفاء میں خالد بن ولیدؓ کا ایک اور خط جنگ یمامہ کے ضمن میں بیان ہوا ہے۔ ان کی فوج کے چند صحابہ اُس سمجھوتہ کے خلاف تھے جو انھوں نے مُجّاعہ سے کیا تھا اور جس کی رُو سے بنو حنیفہ کے باقی مرد قتل ہونے سے بچ گئے تھے۔ صحابہ کی دلیل تھی کہ سمجھوتہ خلیفہ کی ہدایات کے خلاف ہے، ہدایات کا تقاضہ ہے کہ بنو حنیفہ کے سارے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، خالدؓ کہتے: "آپ کی دلیل سر آنکھوں پر، لیکن حالات ایسے ہیں کہ ان ہدایات پر عمل نہیں ہو سکتا"۔ سمجھوتہ ہو گیا اور صحابہ کو شکایت باقی رہی۔ خالدؓ کو اندیشہ تھا کہ صحابہ کی مخالفت عمر فاروقؓ تک متعدی ہو کر رہے گی اور وہ ضرور خلیفہ کو بھڑکائیں گے، لہٰذا انھوں نے مناسب سمجھا کہ خلیفہ کو ان استثنائی حالات سے باخبر کر دیں جن کے زیر اثر وہ صلح کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، خلیفہ رسول اللہؐ ابو بکرؓ کی خدمت میں خالدؓ بن ولید کی طرف سے ۔ بخدا میں نے حنفیوں سے اس وقت تک صلح نہ کی جب تک میری فوج کے وہ لوگ قتل نہ ہو گئے جن پر میری قوت کا دارو مدار تھا، جب گھوڑے سوکھ کر کانٹا ہو گئے اور اونٹ بھوکوں مر گئے ۔ جنگ میں اتنے مسلمان مارے گئے اور اتنے زیادہ زخمی ہوئے کہ اس ڈر سے کہیں وہ ہار نہ جائیں (یا سب کے سب قتل نہ کر دئے جائیں) میں بھیس بدل کر تلوار سونت کر انتہائی خطروں میں گھس پڑتا تھا بالآخر خدا نے فتح عنایت کی ۔ شکر ہے اُس کا۔" (الکتفاء ص ۲۳۱)

۱۱ ۔ خالدؓ بن ولید کے نام

یہ مراسلہ اس وقت موصول ہوا جب خالدؓ کا مجاعہ سے سمجھوتہ ہو چکا تھا، راوی کہتا ہے کہ اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے ۔ بعض صحابہ شروع سے ہی سمجھوتہ کے خلاف تھے کیوں کہ ان کے خیال میں یہ سمجھوتہ خلیفہ کی منشاء اور ہدایات دونوں کے خلاف تھا ۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ فتح بزاخہ کی خبر پا کر ابو بکر صدیقؓ نے خالدؓ کو جو مراسلہ بھیجا تھا اس کے آخر میں یہ الفاظ تھے : اگر خدا تم کو بنو حنیفہ پر فتح عطا کر دے تو ان کے ساتھ نرمی سے قطعاً پیش نہ آنا، ان کے زخمیوں کا کام تمام کرنا، ان میں سے جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب کرنا اور جو تمھارے ہاتھ آئیں ان کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا اور آگ میں جلا دینا۔" مراسلہ ذیل پا کر صحابہ نے خالدؓ پر پھر زور ڈالا کہ سمجھوتہ توڑ دیا جائے اور بنو حنیفہ کے قلعوں کا محاصرہ کر کے بزورِ شمشیر فتح کیا جائے اور ان کے سارے بالغوں کو قتل کر دیا جائے، پر خالدؓ کیسے سمجھوتہ توڑتے، نقض عہد کی قرآن اور رسول دونوں نے سخت

ؔ خط کی عبارت میں اضطراب و تکرار ہے جس کو ترجمہ میں ملحوظ نہیں رکھا گیا۔

مذمت کی تھی ۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان فوج اس درجہ کمزور اور ان کے گھوڑے ایسے نڈھال ہیں کہ وہ کوئی عسکری مہم انجام نہیں دے سکتے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز سمجھوتہ نہ کرتا۔

"میرا خط پاکر تدبر سے کام لینا، اور اگر خدا بنو حنیفہ پر تم کو فتح عطا کردے تو ان کے کسی بالغ مرد کو زندہ نہ چھوڑنا۔" (الاکتفاء ص ۲۶۰)

۱۲۔ خالدؓ بن ولید کے نام

ذیل کا خط ناسخ التواریخ سے ماخوذ ہے ۔ فتح یمامہ کی خبر لے کر جب خالدؓ کے ایلچی مدینہ آئے تو ابو بکر صدیق نے ان سے جنگ کے حالات دریافت کئے۔ انھوں نے بتایا کہ جنگ بے انتہا سخت تھی، مُسیلمہ کی فوج بھوکے چیتوں کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی اور تین بار ان کو پسپا کیا، خالدؓ کی فوج کی وہ صفیں جن میں بدو عربوں کا تناسب زیادہ تھا ان کی تلواروں کے سامنے منہ موڑ گئیں، یہ صرف ان مسلمانوں کی جنہوں نے رسول اللہؐ کی آنکھیں دیکھی تھیں، ہمت مردانہ اور دینی حمیت تھی جس نے اسلام کے جھنڈے کو نیچا نہ ہونے دیا، اس کی ان کو بھاری قیمت دینا پڑی : وہ بڑی تعداد میں مارے گئے اور بہت بڑی تعداد میں گھائل ہوئے۔ ان تفصیلات سے ابو بکر صدیق اور دوسرے صحابہ کو بہت دکھ ہوا، ان کا دل ہمیشہ سے زیادہ بنو حنیفہ کی طرف سے سخت ہو گیا۔

"مسیلمہ کے قتل کی خبر پہنچی، فتح یمامہ اور مسلمانوں کی کامیابی کا حال معلوم ہوا، مسیلمہ کے خاتمہ کے معنی ہیں کہ اہل یمامہ کی قوت اور دھاک بھی ختم ہو گئی۔ کیوں کہ بے سردار کی فوج اس جسم کی طرح ہے جس کا سر کٹ گیا ہو۔ اب ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لو، اور جب تک وہ فتح نہ ہو جائے وہاں سے نہ ہٹو، اہل یمامہ چاہے کتنا ہی چاہیں کہ تم سے سمجھوتہ کر لیں پر تم لڑے ہی جانا، اور جب قلعہ فتح ہو جائے تو ان کے سب مردوں کو مار ڈالنا، اور

ان کی عورتوں بچوں کو غلام بنا لینا، اور ان کی ساری زمینوں، سونے چاندی اور سامان پر قبضہ کر لینا۔" (ناسخ التواریخ محمد تقی، بمبئی جلد ۲، قسم ثانی صفحہ ۹۳)

۱۳۔ طُرَیفَہ بن حاجِز کے نام

خلیفہ ہو کر ابو بکر صدیق نے طُرَیفَہ بن حاجِز کو بنو سُلَیم کے ان عربوں پر جو اسلام پر قایم تھے، والی بنا دیا تھا، یہ مخلص اور جوشیلے کارکن تھے، انھوں نے ایسی مؤثر تقریریں کیں کہ بنو سُلَیم[۱] کے بہت سے عرب ان سے آملے، اور مرتد عرب الگ ہو کر رہزنی کرنے لگے۔ کبھی طُریفہ اپنے مسلمان ساتھیوں کے ساتھ ان مرتد عربوں پر حملے کرتے اور کبھی یہ مرتد عرب، مسلمانوں پر۔ لوٹ مار کا یہ ڈرامہ جاری تھا کہ بنو سُلیم کا ایک ڈاکو جس کا نام اِیاس تھا ابو بکر صدیق کے پاس آیا، چوں کہ یہ اچانک مسافروں اور بستیوں پر حملہ کر کے لوٹا کرتا، اس کا نام فُجاءہ پڑ گیا تھا۔ جب مرتد عربوں کے خلاف فوجیں بھیجی گئیں اور کئی جگہ ان کی سخت گوشمالی ہوئی تو فُجاءہ کو ایک چال سوجھی، اس نے اپنے ساتھی نَجَبَہ بن أبی کیثاء سے جو اس کی طرح ڈاکو تھا، کہا: میں مسلمان تو ہونے سے رہا، اور یہ جانتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مجھے مرنا ہے، مرنے سے پہلے کیوں ایسے کارنامے نہ کر جاؤں جن سے خالدؓ اور ابو بکر دونوں کے دل ہل جائیں! وہ مدینہ گیا اور خلیفہ سے کہا: میں رسول اللہؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، جزیرہ عرب کی ہر جگہ اور ہر شخص سے واقف ہوں، اسلام سے پہلے قبیلوں میں لوٹ مار اور غارت گری کرتا تھا، بہت سے صحرائی قبیلے میری نظر میں ہیں جو اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں اور

---

[۱] مدینہ کے مشرق سے لے کر وادی القریٰ اور خیبر (شمال مدینہ) تک بنو سلیم کی بستیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ جزیرۃ العرب ہمدانی ص ۱۳۱۔

آپ یا آپ کا کوئی جنرل ان سے واقف نہیں ہے، میں ان سب کو مسلمان کر سکتا ہوں، اور اگر وہ اسلام نہ لائیں تو ان کی گردن مار سکتا ہوں، وہ سارے مرتد جن تک خالدؓ کی رسائی نہ ہو، پکڑ لوں گا اور تلوار کا لقمہ بنا دوں گا، شاید اس طرح میرے گناہوں کا کچھ کفارہ ہو سکے، لیکن میری حالت ان دنوں خراب ہے، نہ تو میرے پاس روپیہ ہے، نہ سواری، اور نہ سامان جنگ، آپ مدد کیجئے"۔ ابوبکر صدیق نے اس کو دو گھوڑے دئے (تیس) اونٹ اور تیس سپاہیوں کے ہتھیار۔ اِکتفاء ص ۲۲۳) اور دس مسلمان چارہ اور ہتھیاروں سے مسلح اس کے ساتھ کر دئے۔ فُجاءہ اپنے قبیلہ کی طرف چلا اور راستہ میں مرتد عربوں کو اپنے ساتھ ملاتا رہا، جب اس کی جمعیت بڑھ گئی تو اس نے پہلے اپنے مسلمان ساتھیوں کو قتل کیا اور ان کا سب سامان لوٹ لیا، پھر اس نے غارت گری شروع کر دی، کبھی اس قبیلہ پر چھاپہ مارتا، کبھی اُس قبیلہ پر۔ مسلمانوں کی ایک پارٹی مدینہ جا رہی تھی، ان کو لوٹ کر مار ڈالا۔ جب ابوبکر صدیق کو ان حادثوں کا علم ہوا، تو انھوں نے بنو سُلیم میں اپنے نمایندہ طُریفہ کو یہ خط لکھا:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابوبکر خلیفہ رسول اللہؐ کی طرف سے طُریفہ بن حاجز کو سلام علیک۔ تم کو معلوم ہو دشمن خدا فُجاءہ میرے پاس آیا، اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا، پھر مجھ سے درخواست کی کہ اسلام سے منحرف عربوں کی سرکوبی کے لئے اس کو ضروری سامان دوں، میں نے اُس کی مدد کی اور ضروری سامان فراہم کیا۔ اب مجھے پکی خبر ملی ہے کہ دشمن خدا کیا مسلمان کیا کافر سب کا جھاڑ لے کر ان کا سامان ہتیا لیتا ہے اور جو اس کی بات نہیں مانتے انھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دیتا ہے، میری رائے ہے کہ تم اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر اس کی سرکوبی کو جاؤ، اور اس کو

قتل کر دو، یا بیڑیاں ڈال کر میرے پاس لے آؤ "۔ (سیاق سباق کا بیشتر حصہ از ناسخ التواریخ جلد ۲ قسم ثانی صفحہ ۷۷، و ابن اسحاق۔ طبری ۳/۲۴۴ و الاکتفاء ص ۲۳۳۔)

۱۴ - خالدؓ بن ولید کے نام

جب ابو بکر صدیق کو فجاءۃ کی غداری اور فساد فی الارض کی خبر ملی تو انھوں نے خالد بن ولید کو لکھا:

"اگر خدا کی عنایت سے تم کو بنو حنیفہ پر فتح حاصل ہو تو یمامہ میں زیادہ قیام نہ کرنا اور بنو سُلیم کے علاقہ میں پہنچ جانا، اور اُن کی ایسی خبر لینا کہ وہ ہمیشہ اپنی بدکرداری کی سزا یاد رکھیں۔ کسی عرب قبیلہ پر مجھ کو اتنا غصہ نہیں جتنا ان پر ہے، ان کا ایک لیڈر (فُجاءۃ) میرے پاس آیا اور کہا: میں مسلمان ہوں، جہاد کے لئے میری مدد کیجئے، میں نے اُس کو اونٹ اور ہتیار دئے، پھر وہ رہزنی کرنے لگا، خدا کے فضل سے تم اگر اُن پر غالب ہو تو میں تم سے بالکل برہم نہ ہوں گا اگر تم اُن کو آگ سے جلا دو گے اور بے دریغ قتل کر دو گے تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور پھر کبھی بغاوت و غداری کی جرأت نہ کریں۔"

خط پاکر خالدؓ نے ہراول دستے روانہ کر دئے، بنو سُلیم کو خبر ہوئی تو اُن کے بہت سے شورہ پشت جن میں بنو عُصَیَّہ کی اکثریت تھی، جنگ کے لئے تیار ہو گئے، مشہور شاعر خَنْسا کا لڑکا ابو شَجَرہ ان کا سرغنہ اور لیڈر تھا، یہ لوگ جِواء نامی تالاب پر جو مدینہ کے قریب شمال مشرق میں ایک چراگاہ میں واقع تھا، جمع ہو گئے، خالدؓ نے آکر اُن کے سامنے فوج اُتار دی، مسلمانوں کی تعداد کم تھی، جنگ یمامہ کی تکان ہنوز باقی تھی،

اور بہت سوں کے زخم بھی ابھی اچھے نہ ہوئے تھے، گھوڑوں کی حالت قلت خوراک کی وجہ سے پتلی تھی، لڑائی ہوئی تو بنو سُلیم نے مسلمانوں کو دبا لیا، خالدؓ خود جنگ میں کود پڑے اور اس خوبی سے لڑے اور جنگ کی قیادت کی کہ دشمن کے پیر اُکھڑ گئے، اُس کے بہت سے سپاہی مسلمانوں نے پکڑ لئے۔ (اِکتفاء ص ۲۶۴)

۱۵۔ عمرو بن عاصؓ اور ولید بن عُقبہؓ کے نام

ابوبکر صدیق نے عمرو بن عاص اور ولید بن عُقبہ کو بعض عربی بستیوں میں محصل زکاۃ بنا کر بھیجا اور جب ان دونوں نے اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ کر فرائض سنبھالے تو خلیفہ کا یہ ہدایت نامہ موصول ہوا:

"ہر کام میں خواہ کھلا ہو یا چھپا خدا سے ڈرو، جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اُس کی مشکلات آسان کر دیتا ہے، اور اس کو وہاں سے فائدہ پہنچاتا ہے جہاں اُس کا وہم و گمان بھی نہیں جاتا، جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کی خطائیں معاف کرتا ہے اور اُس کو عمدہ انعام عطا کرتا ہے، بلا شبہ انسانوں کے لئے بہترین کام یہ ہے کہ ایک دوسرے کو خوفِ خدا کی تلقین کرتے رہیں، تم راہِ خدا میں قدم اُٹھانے والے ہو (؟) اپنے فرائض کی انجام دہی میں ڈھیل یا کوتاہی سے کام نہ لینا، اور ایسے کسی کام میں غفلت نہ دکھانا جس سے تمہارے دین کا مفاد یا تمہارے اقتدار کا بقا وابستہ ہو، مکرر تاکید کرتا ہوں کہ کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہ لینا۔" (قاسم بن محمد ۔ کنز العمال ۸/۲۰۷)

عربی متن میں ہے: انك فی سبیل اللہ، یہ عبارت ہدایات کے زبانی ہونے پر دلالت کرتی ہے، لیکن راوی نے قال کی جگہ کتب کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲ - بغاوتِ یمن

۱۶ - یمن کے حِمیَری رئیسوں کے نام

اس خط کو سمجھنے کے لئے ابو بکر صدیق اور ان سے پہلے رسول اللہ صلعم کے عہد میں یمن کے سیاسی تقلّبات کا سمجھنا ضروری ہے۔ ہجرت سے کوئی ۷۴ برس پہلے یمن پر فارسیوں کا تسلط ہو گیا تھا، رسول اللہؐ کے زمانہ میں یمن کا بادشاہ باذام تھا، صنعاء کا معتدل کوہستانی شہر اس کا پایۂ تخت تھا۔ رسول اللہؐ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، وہ مسلمان ہو گیا، رسول اللہؐ نے اس کی حکومت بحال رکھی۔ ۹ھ کے خاتمہ پر اس کا انتقال ہوا، حجۃ الوداع (۱۰ھ) سے فارغ ہو کر رسول اللہؐ نے یمن کے قلمرو میں اپنی طرف سے محصّل زکاۃ مقرر کئے، سارے یمن کو سات حصّوں میں بانٹا اور ہر حصہ پر ایک عامل مقرر کیا: نجرانؔ[۱] پر عمرو بن حزم، نجران، رمع - زبید کے درمیانی علاقہ پر خالد بن سعید بن عاص، ہمدان کے قبیلوں پر عامر بن شہر، صنعاء اور اس کے مضافات پر شہر بن باذام، تہامہ یمن کے عکؔ اور اشعری قبائل پر طاہر بن ابی ہالہ، مارب کے دیہاتوں پر ابو موسیٰ اشعری، جَنَد کے ضلعوں پر یعلی بن مُنیہ، معاذ بن جبل آٹھویں عامل تھے، لیکن ان کی حیثیت منتظم یا محصّل زکاۃ کی نہ تھی، بلکہ وہ سارے یمن میں گشت کر کے قرآن اور قانونِ اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ اس وقت یمن میں ایک بڑا ہوشیار کاہن اسود عَنسی تھا جس کا سلسلہ نسب یمن کے قدیم مورث سَبا سے ملتا تھا

---

[۱] ملاحظہ ہو نقشہ مقابل ص ۱

رسول اللہؐ کی نبوت کو کامیاب دیکھ کر اس کے دل میں بھی نبی ہونے اور حکومت کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، باذام کی زندگی میں اس کی دال نہ گلی۔ کیوں کہ ابن باذام کی گرفت سارے یمن پر سخت تھی۔ اس کی وفات پر جب یمن کو چھوٹے چھوٹے سات انتظامی حلقوں میں بانٹ دیا گیا تو اَسود نے اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے میدان صاف پایا، نبوت کا دعویٰ کردیا، اس کا قبیلہ پہلے ہی اس کے ساتھ تھا، دوسرے لوگوں نے بھی اس کی دعوت کو لبیک کہا اور آندھی کی طرح اس کی تحریک سارے یمن میں پھیل گئی۔ اِس وقت یمن میں دو اہم طبقے تھے: ایک اصلی باشندے جن کا تعلق سبأ اور حِمیَر کے خاندان سے تھا اور دوسرے فارسی آباء کی نسل، جن کو اَبناء کہتے تھے، یہ اَبناء اس وقت یمن کی سب سے مقتدر اقلیت تھے۔ ایک عرصہ سے چوں کہ یمن کا حاکم کسریٰ کی حکومت کا ماتحت تھا، اس لئے حکومت کے اکثر عہدے اور منافع اَبناء کو حاصل تھے، اس وقت ان کے تین لیڈر تھے: شہر بن باذام، فَیرُوز دیلمی، اور ذاذَوَیہ، اور یہ تینوں مسلمان ہو چکے تھے، انھوں نے اسود کا مقابلہ کیا، لیکن چوں کہ یمن کے بیشتر رئیس اَسود کے ساتھ تھے۔ اَبناء کمزور پڑ گئے، پچیس دن کی قلیل مدت میں اَسود نے شہر بن باذام (حاکم صنعاء) کو قتل کر کے یمن کے پایۂ تخت اور سب سے بڑے شہر پر قبضہ کرلیا۔ حکمت سے کام لے کر اور مراعات دے کر اس نے ابناء اور ان کے لیڈروں کو بھی توڑ لیا، تہامۂ یمن کو چھوڑ کر یمن کے کل قلمرو پر اَسود کا پرچم لہرانے لگا۔ رسول اللہؐ کے عامل یا تو تہامۂ یمن بھاگ گئے، یا حضرموت جا کر پناہ لی۔ یا مدینہ لوٹ آئے، رسول اللہؐ کو جوں ہی اِن حالات کا علم ہوا انھوں نے اسود کو مراسلہ بھیجا جس کا کوئی اثر نہ ہوا، انھوں نے ابناء کے لیڈروں اور یمن کے دوسرے رئیسوں کو بھی مراسلے بھیجے اور ان کو اسود کا مقابلہ کرنے پر اُبھارا، ان رئیسوں میں یہ حِمیَری رئیس قابل ذکر ہیں: عامر بن شہر، سعید بن عاقب، سُمیفع بن ناکور، حَوشب اور شہر۔

انھوں نے رسول اللہؐ کا فرمان مانا، اسلام پر قایم رہے اور مسلمانوں کی مدد کے لئے مستعد ہو گئے۔

حکومت و اقتدار پا کر اسود عنسی کی تمکنت ایسی بڑھی کہ اپنے کمانڈران چیف قیس بن عبد یغوث (مکشوح مرادی) اور ابناء کے لیڈروں فیروز اور ذاذویہ کے ساتھ حقارت آمیز برتاؤ کرنے لگا، ان کو اسود سے بغاوت کے لئے سہارے کی ضرورت تھی، وہ رسول اللہؐ کے خط سے مل گیا۔ یہ تینوں اور ان کے پیرو پھر اسلام کے وفادار ہو گئے اور سازش کر کے اسود کو اس کے محل میں قتل کر دیا۔ اسود کی حکومت تین چار ماہ سے زیادہ نہ چلی۔ اس کے قتل سے صنعاء اور جَنَد کے ضلعوں پر پھر اسلامی تسلط ہو گیا، لیکن اس کے بہت سے فوجی لیڈر باغی رہے، کچھ صنعاء اور نجران کے درمیانی علاقہ میں ترکتازی کرتے، اور کچھ اپنے اپنے قبیلوں میں خود مختاری کا دم بھرتے، اسود کے قتل کی خبر جس رات رسول اللہؐ کو پہنچی اس کی صبح کو ان کی مشعل زندگی بجھ گئی اور ایک خبر یہ ہے کہ قتل کی خبر ان کی وفات کے دس بارہ دن بعد مدینہ پہنچی جب ابو بکر صدیق خلیفہ ہو چکے تھے۔

رسول اللہؐ کی وفات کا جب یمن میں چرچا ہوا تو سدھرتے حالات پھر خراب ہو گئے، قیس بن عبد یغوث جو فیروز اور ذاذویہ کو ملا کر اسود سے باغی ہو گیا تھا اور جس نے ان کے تعاون سے اَسوَد کو قتل کیا تھا، اب پھر اسلام کی وفاداری سے منحرف ہو گیا۔ لایق اور اولوالعزم آدمی تھا، قومی عصبیت کے نشہ میں سرشار، یمن میں فارسیوں کا اقتدار اس کو سدا سے کھٹکتا رہا تھا، اس کے خاتمہ کے بعد وہ اَبناء کی خوش حالی اور ان کی اجتماعی و اقتصادی برتری کو خاک میں ملانا چاہتا تھا، ایک کامیاب فوجی لیڈر وہ پہلے ہی سے تھا، اس نے اسود کے فوجی لیڈروں سے سازباز کی اور ابناء کو ملک سے نکالنے کا منصوبہ بنا لیا، فیروز اور ذاذویہ دونوں سے اس نے

تعلقات خراب کرلئے، زاذویہ کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا، فیروز قتل ہوتے ہوتے بچ گئے، فیروز نے ابو بکر صدیق کو اپنی اور ابناء کی وفاداری سے مطلع کر کے درخواست کی کہ ہماری مدد کیجیے، ہم اسلام کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ ابو بکر صدیق کے پاس اس وقت نہ کافی فوج تھی، نہ سامان جنگ، خود مدینہ کو کئی طرف سے دشمن گھیرے ہوئے تھے، وہ اُسامہ بن زید کی شام سے واپسی کے منتظر تھے، فوج اور سامان کی فراہمی تک وہ ترغیب و ترہیب کے خطوں سے کام چلاتے رہے۔

آپ نے ابھی اوپر پڑھا کہ اسود کے یمن پر تسلط کے بعد رسول اللہؐ نے جن لوگوں کو اسلام کا وفادار رہنے اور اسود کی مخالفت کرنے کے خطوط لکھے تھے ان میں چند حِمیَری رئیس بھی تھے، انھوں نے رسول اللہؐ کی بات مانی تھی، اسود سے الگ رہے تھے اور اسلام کی وفاداری پر قائم تھے۔ فیروز کی درخواست پا کر ابو بکر صدیق کی نظر ان رئیسوں پر پڑی، اور انھوں نے یہ مراسلہ ان کے نام بھیجا:-

"ابو بکر خلیفۂ رسول اللہؐ کی طرف سے عُمیر بن افلح ذی مران، سعید بن عاقب ذی زود، سُمَیفَع بن ناکور ذی کلاع، حوشب ذی ظُلَیم، اور شہر ذی ینات کے نام، جو لوگ اَبناء کے درپے آزار ہیں اور ان سے لڑنا چاہتے ہیں، آپ ان کے خلاف اَبناء کی مدد کیجیے، آپ اَبناء کو اپنی حفاظت میں لے لیجئے، فیروز کی بات مانیئے اور ان کے مشورہ پر عمل کیجئے، اس کے ساتھ ہو کر باغیوں سے جہاد کیجئے، میں نے فیروز کو جنگ کا سالارِ اعلیٰ مقرر کر دیا ہے۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۳/۲۱۸-۲۶۶)

۱۷- طاہر بن اَبی ہالہ کے نام

یمن کے مغرب اور جنوب میں بحر قلزم کے ساحل پر نشیبی اراضی کی ایک پٹی

ہے جسے تہامہ کہتے ہیں، اس اراضی میں بہت سی نیچی لیکن تہہ بہ تہہ پہاڑیاں پائی جاتی ہیں، تہامہ کی شمالی حد مکہ کے قریب پہنچتی تھی اور جنوبی، یمن کے پایۂ تخت صنعاء سے کوئی ساڑھے تین سو میل کے فاصلہ پر ختم ہوتی تھی (مسالک الممالک، اصطخری لیدن ص ۱۴)، تہامہ[1] یمن کا ایک ضلع تھا جس میں بہت سے گاؤں اور قصبے تھے۔ بادشاہ یمن باذام کی وفات پر سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہؐ نے جب یمن کو سات حصوں میں بانٹ کر عامل مقرر کئے تو تہامہ پر طاہر بن ابی ہالہ کو مامور فرمایا۔ تہامہ میں ادنیٰ درجہ کے عربوں کے علاوہ دو بڑے اور اہم قبیلے تھے، ایک عک اور دوسرے أشعر، تہامہ سے ہو کر بحر قلزم کے ساتھ ساتھ مکہ سے عدن کو ایک تجارتی شاہراہ بھی جاتی تھی۔

مورخ طبری نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات پر اسلام سے بغاوت کا جھنڈا سب سے پہلے عک اور أشعری قبیلوں کے غنڈوں نے بلند کیا۔ رسول اللہؐ کی وفات کی خبر پا کر ان قبیلوں کے بہت سے فاسق اور شریر مقامی عامل (طاہر) سے باغی ہو کر ساحل سے گزرنے والی سڑک پر رہزنی کے ارادہ سے جمع ہو گئے۔ آس پاس کے بہت سے آوارہ بھی ان سے آملے، طاہر نے مرکز کو مطلع کرتے ہوئے لکھا کہ میں ایک فوج لے کر جس میں عک کا رئیس بھی شامل ہے، ان غنڈوں کی خبر لینے جا رہا ہوں، جس سرزمین میں باغی جمع ہوتے تھے اس کا نام أعلاب تھا، اس سرزمین سے ہو کر ساحلی شاہراہ گزرتی تھی[2] باغیوں کے پاس نہ تو کافی ہتھیار تھے اور نہ ان کے سر پر ڈھنگ کا کوئی قائد تھا، لڑائی ہوئی تو بڑی تعداد میں یہ لوگ مارے گئے، شاہراہ دور تک ان کی لاشوں سے پٹ گئی، اس فتح کی خبر ابھی مدینہ پہنچی نہ تھی کہ ابوبکر صدیق کا یہ خط طاہر کے اس مراسلہ کے جواب میں موصول ہوا

---

[1] دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱ [2] ایضاً۔

جو انھوں نے جنگ پر جاتے وقت لکھا تھا :-

"تمھارا خط ملا، جس میں تم نے فوجی پیش قدمی کی خبر دی ہے اور لکھا ہے کہ عک کے رئیس مسروق اور ان کی قوم کو ساتھ لے کر غنڈوں کی سرکوبی کرنے اَعلاب جا رہے ہو، تم نے بالکل صحیح قدم اٹھایا، گوشمالی میں ذرا دیر نہ کرنا، اور غنڈوں کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آنا، سرزمین اعلاب میں اس وقت تک ٹھہرے رہو جب تک شاہراہ غنڈوں کے خطرہ سے پاک نہ ہو جائے، اور میں نئی ہدایات نہ بھیج دوں۔" (طبری ۳/۲۰)

۱۸۔ عَتّاب بن اُسید رضؓ کے نام

خلیفہ ہو کر ابو بکر صدیق نے اپنے سارے عاملوں کو جہاں جہاں وہ تھے ایک عام فرمان بھیجا کہ وفادار عربوں کی مدد سے باغیوں کی سرکوبی کریں، مکہ اور نجران کے درمیانی علاقہ کے گورنروں کو انھوں نے مزید لکھا کہ باغیوں کو سزا دینے کے بعد لام پر جانے کے لئے پوری طرح تیار رہیں اور ان کے اگلے حکم کا انتظار کریں، اس ہدایت کا مقصد یہ تھا کہ ابو بکر صدیق اس علاقہ کے سپاہیوں کو اس فوج میں ضم کرنا چاہتے تھے جس کو انھوں نے اُسامہ بن زید کی شام سے واپسی پر یمن کی بغاوت فرو کرنے بھیجنے کا عزم ارادہ کر لیا تھا، مکہ و نجران کے اس وسطی علاقہ کے حاکموں میں سے ایک عُثمان بن ابی العاص ثقفی گورنر طائف تھے جن کو حکم تھا کہ اہل طائف کی ایک فوج تیار رکھیں اور دوسرے عَتّاب بن اُسید تھے، جن کو یہ فرمان بھیجا گیا :-

"مکہ کی عملداری سے پانچ سَو جوانوں کی ایک فوج تیار کرو اور اُن کی کمان ایک ایسے شخص کے سپرد کرو جس پر تمھیں بھروسہ ہو۔"

(تاریخ الاُمم والرُّسل طبری ۳/۲۶۶)

۱۹ - مُہاجر بن اَبی اُمیّہ کے نام

جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا (خط ۱۶) کہ قیس بن مکشوح قومی عصبیت کے نشہ میں سرشار تھا۔ وہ یمن کو ابناء اوران کے اقتدار سے پاک کر کے خود اس پر قابض ہونا چاہتا تھا، ذاذویہ کو اس نے قتل کردیا، فیروز بال بال بچ گئے، انھوں نے بھاگ کر ایک یمنی قبیلہ میں جو رشتہ میں ان کا ماموں تھا، پناہ لی، قیس کے سواروں نے ہر چند پیچھا کیا لیکن فیروز ہاتھ نہ آئے، مطلع صاف پاکر اب قیس نے ان سب فارسی گھرانوں کو گرفتار کرالیا جن کے افراد فیروز سے جا ملے تھے، یا جو خود اس کے وفادار نہ تھے، اِن گھرانوں کے اُس نے دو حصّے کئے، ایک کو عدن سے بذریعہ جہاز فارس بھیج دیا اور دوسرے کو خشکی کے راستہ سے۔ فیروز نے یہ حالات لکھ کر ابو بکر صدیق کو بھیجے تو انھوں نے یمن کے حِمیری رئیسوں کو وہ مراسلہ لکھا جو ابھی آپ پڑھ آتے ہیں۔ یہ رئیس عملاً فیروز کے کام نہ آسکے کیوں کہ ان کے سارے ماتحت عوام قیس کے ہوا خواہ تھے، فیروز نے قابلیت سے تنظیم کر کے ایک خاصی فوج تیار کرلی، کئی قبیلے بھی اُن کے ساتھ ہو گئے۔ پہلے تو انھوں نے اُن فارسی خاندانوں کو چھڑایا جن کو براہِ خشکی ملک بدر کیا جا رہا تھا، اس کے بعد وہ قیس سے لڑنے نکلے، صنعاء کے قریب مقابلہ ہوا جس میں قیس نے شکست کھائی۔ حِمیری رئیسوں کے مذکورہ بالا خط کے ساتھ ابو بکر صدیق نے طاہر بن اَبی ہالہ اور قبیلہ عَکّ کے رئیس مَسْرُوق کو ارجنٹ مراسلے بھیجے کہ اَبناء کی مدد کو جائیں۔ طاہر رسول اللہ کی طرف سے تہامہ کے گورنر تھے جو یمن کا مشرقی صوبہ تھا، یہ دونوں فیروز کی تقویت کے لئے صنعاء پہنچ گئے، تیسرا خط انھوں نے تہامہ کے ایک وفادار رئیس کو لکھا کہ تم بھرتی کرو اور فوجی کارروائی کے لئے میرے حکم کے منتظر رہو۔ ان اقدامات کے کچھ ہی دن بعد انھوں نے یمن کے محاذ کے لئے ضروری ہتھیار اور فوج جمع

کرلی، اور مہاجر بن اَبی اُمیّہؓ کی قیادت میں جو رسول اللہ کے عہد میں وہاں حاکم رہ چکے تھے، بغاوت فرو کرنے اور فیروز کی پشت پناہی کے لئے بھیجا، مہاجر راستہ کے قبیلوں سے بھرتی کرتے اور تہامہ کے رئیس کو ساتھ لیتے نجران آ پہنچے، قیس اور اس کے حلیفوں کے حوصلے پست ہو گئے، اور اس کے بہت سے ساتھی بھاگ گئے، اس نے بلا شرط ہتھیار ڈال دئے مہاجر نے اس کو گرفتار کر لیا۔ ابو بکر صدیق کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے لکھا :

"قیس بن مکشوح کو بیڑیاں ڈال کر میرے پاس بھیج دو"۔

جب یہ بلند ہمت باغی مدینہ پہنچا تو عمر فاروق نے ابو بکر صدیق سے کہا کہ اس کو قتل کیجئے کیوں کہ اُس نے ذاذَوَیہ کو مارا ہے اور ڈاکوؤں کی طرح لوٹ مار کرتا پھرا ہے۔ قیس نے قسمیں کھائیں کہ میں نے ذاذَوَیہ کو قتل نہیں کیا، ابو بکر صدیق چاہتے تھے کہ اس کو معاف کر دیں اور اس کے تجربہ، رائے اور بہادری سے فائدہ اٹھائیں، لیکن عمر فاروق کا اصرار دیکھ کر انھوں نے قیس سے کہا کہ اگر تم رسول اللہ کے منبر کے پاس کھڑے ہو کر پچاس قسمیں کھالو گے کہ میں نے ذاذَوَیہ کو قتل نہیں کیا ہے تو تم کو معاف کر دوں گا۔ قیس نے قسمیں کھالیں اور بچ گئے۔ بعد کی جنگوں میں انھوں نے بڑی قیمتی خدمتیں انجام دیں۔ (سیف بن عمر۔ طبری ۳/ ۲۶۱ - ۶۲ صرف خط کا مقدمہ، باقی از کنز العمال بحوالہ طبقات ابن سعد ۷/ ۸۴ و ۷/ ۳۱۵)

۲۰۔ نجران کے عیسائیوں کو دستاویز

سنہ ۱۰ھ میں جب نجران کے عیسائیوں نے اسلام لانے سے انکار کیا تو رسول اللہؐ نے ایک سالانہ رقم کے عوض اُن کی جان، مال اور مذہب کی ضمانت کر لی تھی

اور ایک عہد نامہ لکھ دیا تھا جس میں اس ضمانت کے شرائط قلم بند تھے۔ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا اور باغیوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع ہوئی تو نجران کے عیسائی ڈرے کہیں ہمیں کوئی گزند نہ پہنچ جاتے، ان کا ایک وفد ابو بکر صدیق کے پاس آیا اور تجدید معاہدۂ رسول کی خواہش کی، خلیفہ نے خواہش کو درجۂ قبولیت بخشا اور یہ دستاویز لکھ دی:۔

"یہ دستاویز ہے ابو بکر خلیفہ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے اہل نجران کے لئے: خدا اور نبی کی طرف سے ان کی جان، زمین، ملت، دولت ان کے ماتحت مضافاتی دیہاتوں اور ان کو جو نجران میں موجود ہیں اور ان کو جو پردیس گئے ہیں، ان کے پادریوں اور راہبوں، ان کے گرجوں اور ان کی ہر چیز کو تھوڑی ہو یا زیادہ امان دی جاتی ہے اُن سے نہ تو فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جائے گا، کسی پادری کو اس کے عہدہ سے الگ نہیں کیا جائے گا اور نہ کسی راہب کو ترک رہبانیت پر مجبور کیا جائے گا، یہ دستاویز رسول اللہؐ کے اس عہد نامہ کی توثیق و تجدید ہے جو انھوں نے اہل نجران سے کیا تھا، اس دستاویز میں جو کچھ ہے اس کے ضامن ہمیشہ کے لئے خدا اور محمدؐ ہیں، اہل نجران پر واجب ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو خلوص اور راست بازی سے پورا کریں۔" (کتاب الخراج ابو یوسف مصر ۱۳۰۲ھ ص ۴۱)

۲۱۔ خط کی دوسری شکل

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" یہ دستاویز ہے ابو بکر خلیفۂ رسول اللہؐ کی طرف سے اہل نجران کے لئے، میں ان کو اپنی اور اپنی فوج کی طرف سے

امان دیتا ہوں، اور رسول اللہؐ کے عہد نامہ کی توثیق کرتا ہوں، البتہ رسول اللہؐ کا یہ فرمان جو انھوں نے خدا کے حکم سے اہل نجران اور عربوں کی اراضی سے متعلق (مرتے وقت دیا تھا) کہ ملک عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے! اس دستاویز سے خارج ہے۔ اس فرمان کو محفوظ رکھتے ہوئے میں ان کی جان، ملت، مال دولت، ان کے ماتحت مضافاتی دیہات، ان کے حاضر و غائب، ان کے پادریوں اور راہبوں، ان کے گرجوں کو جہاں کہیں بھی ہوں، ان کی ہر چیز کو تھوڑی ہو یا زیادہ جس پر ان کی ملکیت اور تصرف ہو، امان دیتا ہوں بشرطیکہ وہ معاہدۂ رسولؐ کے مطابق اپنے مواخذات پورے کرتے رہیں، اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان سے نہ تو فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر تجارتی ٹیکس لگایا جائے گا نہ ان کے کسی پادری کو اس کے عہدہ سے الگ کیا جائے گا، اور نہ کسی راہب کو رہبانیت چھوڑنے پر مجبور، اور رسول اللہؐ نے جو عہد کیا ہے اور جو وعدے اس دستاویز میں ہیں وہ سب پورے کئے جائیں گے۔"

یہ مراسلہ، قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج والے سے جو آپ نے ابھی اوپر پڑھا، ایک جملہ چھوڑ کر بڑی حد تک مشابہ ہے، اور وہ جملہ ہے: البتہ رسول اللہؐ کا وہ فرمان جو انھوں نے اہل نجران اور غیر مسلم عربوں کی اراضی سے متعلق دیا ہے کہ ملک عرب میں دو دین نہیں رہ سکتے، اس دستاویز سے خارج ہے، یہ جملہ یقیناً جعلی ہے، کاتبوں اور ناسخوں کے تصرف بے جا کا مرہون، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہؐ مرتے وقت نجران کے عیسائیوں کو ملک بدر کرنے کا حکم دیتے تو ابو بکر صدیقؓ اس کو پورا کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے جس طرح انھوں نے اسامہؓ کی مہم کو جو رسول اللہؐ کی خواہش کے مطابق علالت رسولؐ کی وجہ سے رک گئی تھی، خلیفہ ہوتے ہی تلاف مصلحت ہو

کے باوجود روانہ کردیا تھا، اس کے علاوہ اس جملہ دستاویز کے مضمون میں کھلا تناقض ہے، کیوں کہ ایک طرف اہل نجران کے مال دولت اور اراضی کو امان دی جاتی ہے اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ تم کو ملک چھوڑنا ہوگا۔

۳ ۔ بغاوتِ بحرین

۲۲ ۔ علاء بن حضرمی کے نام

بحرین[1] شاہانِ حیرہ کی عملداری میں تھا اور شاہانِ حیرہ کسریٰ بادشاہوں کے ماتحت تھے ۔ بحرین کے ساحلی اور تجارتی شہروں میں مخلوط آبادی تھی ۔ فارسی، عیسائی، یہودی، جاٹ اور عرب، تجارت پر فارسیوں کا غلبہ تھا۔ ساحلی شہروں کے عقب میں تین بڑے قبیلے اور ان کی بہت سی شاخیں آباد تھیں، ایک بکر بن وائل، دوسرے عبد القیس اور تیسرے ربیعہ، ان کے بہت سے خاندان عیسائی تھے، گھوڑے، اونٹ اور بکریاں پالنا اور کھجوروں کے باغ لگانا ان کا خاص پیشہ تھا، ان قبائل کے ناظم امور وہ مقامی لیڈر ہوا کرتے جن کو حکومتِ حیرہ کا اعتماد حاصل ہوتا تھا، ان میں ایک مُنذر بن ساوی تھا، وہ بحرین کے ضلع ھَجَر میں رہتا اور ھجر کے آس پاس آباد قبیلۂ عبد القیس پر اس کی حکومت تھی ۔ ۸ھ میں رسول اللہ نے علاء بن حضرمی کو مُنذر اور ھجر کے گورنر کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا، مُنذر اور قبیلہ قیس مسلمان ہوگیا، ھجر کے فارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے نہایت ناگواری سے جزیہ دینا منظور کرلیا ۔ بحرین کی باقی بستیاں اور شہر غیر مسلم رہے ۔ رسول اللہ کی وفات (۱۱ھ) کے چند دن بعد مُنذر کا انتقال ہوگیا، ان دونوں

---

[1] بحرین سے مراد جزائرِ بحرین نہیں جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے، بحرین کا اطلاق خلیج فارس کی اُس ساحلی پٹی پر ہوتا تھا جو عراق کے ڈیلٹا سے موجودہ ریاست قطر کے جنوب مشرق تک پھیلی ہوئی تھی، اس کے خاص شہر یہ تھے: ھَجَر، خط، جُواثا (تینوں مشرق میں) قَطِیف (ساحلی شہر جواب بھی موجود ہے) آرہ، بینونہ، زارا، سابور، دارین (جزیرہ) غابہ، مُشقّر، معجم البلدان یاقوت ۲/۷۳)

کا مزا تھا کہ عرب اور غیر عرب سب نے بغاوت کی گھنٹی بجا دی، عبد القیس کے لیڈر جارُود کو رسول اللہ کی صحبت حاصل ہو چکی تھی، وہ مسلمان رہا، اس کی تلقین سے عبد القیس نے پھر اسلام کی وفاداری کا عہد و پیمان کر لیا، باقی عرب اور غیر عرب سب نے مدینہ کا اقتدار ختم کرنے کے لئے کمر ہمت باندھلی، ایرانی حکومت نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور بغاوت کی کمان ایک بڑے عرب لیڈر کو سونپ دی، ھَجَر میں رسول اللہ کے نمایندے اَبان بن سعید بن عاص بغاوت کے سیاہ بادل اُٹھتے دیکھ کر مدینہ چلے آئے، ابو بکر صدیق نے بے درنگ ایک چھوٹی فوج علاء بن حضرمی کو دے کر ھجر بھیجا، وہ قبیلہ عبد القیس سے جو ہنوز وفادار تھا، جا ملے، باغیوں کا ایک لیڈر حُطَم ثَعلبی فوج لے کر آ گیا، لڑائی ہوئی جس میں مسلمان مغلوب ہوئے اور عبد القیس کے ایک قلعہ جُواثا میں محصور ہو کر رسد کا انتظار کرنے لگے۔ ایک رات محاصِر فوج شراب پی کر بدمست ہو گئی، عَلاء نے موقع پا کر شبخون کر دیا، دشمن کے بہت سے سپاہی مارے گئے، بہت سے بھاگ گئے، علاء نے تعاقب کر کے انھیں بھی ٹھکانے لگا دیا۔

ھَجَر اور اس کے مضافات پر علاء کا قبضہ ہو گیا، لیکن بہت سے مقامی فارسی نئی حکومت کے مخالف رہے، وہ اکثر یہ خبر پھیلا کر پبلک میں ہراس پیدا کرتے: بس کوئی دم جاتا ہے کہ ھَجَر میں حکومت مدینہ کی بساط الٹ جائے گی، مفروق شیبانی اپنی قوم، تَغلِب اور نَمِر کی فوجیں لئے چلا آ رہا ہے"۔ ابو بکر صدیق کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے عَلاء کو لکھا:-

"اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ شیبان بن ثعلب (جس کا لیڈر مفروق تھا) تم پر حملہ کرنے والے ہیں اور شورش پسند عناصر یہ خبر مشہور کئے جاتے ہیں تو ایک فوج بھیج کر بنو شیبان کو روند ڈالو، اور اُن کے عقب والے قبائل کو ایسا خوف زدہ کر دو کہ انھیں کبھی سر اُٹھانے کا حوصلہ نہ ہو"۔ (طَبَری ۳/ ۲۶۱)

۲۳- انس بن مالک کے نام

جس وقت ابوبکر صدیق خلیفہ ہوئے تو ملک کے ایک بڑے حصہ پر بغاوت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی، باغیوں کی سرکوبی کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت تھی، بحرین کے کافی بڑے علاقہ پر اسلام کا اقتدار تھا، یہاں کے تاجر بیشہ فارسی، عیسائی اور یہودی جزیہ گذار تھے اور عرب جن کا خاص ذریعہ معاش اونٹ اور بکریاں پالنا تھا، زکاۃ دیتے تھے، خلیفہ ہو کر ابوبکر صدیق نے حکومت کی آمدنی منضبط کرنے کے لئے جو قدم بڑھائے ان میں سے ایک یہ تھا کہ بحرین سے خراج وصول کرنے کے لئے انھوں نے انس بن مالکؓ کو مقرر کیا، اور انھیں زکاۃ کا ایک مفصل شرح نامہ دیا، انس باشعور اور جوشیلے آدمی تھے، اس وقت ان کی عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہ تھی، ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے[1] اور پورے دس سال تک رسول اللہ کی خدمت کر چکے تھے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ زکاۃ سے متعلق ذیل کی تحریر ابوبکر صدیق نے ان کو چلتے وقت دی تھی اور بعض کی رائے ہے کہ ان کے بحرین پہنچنے کے بعد بھیجی تھی :-

”ذیل میں زکاۃ اور اس کی شرح جو رسول اللہ نے مسلمانوں پر لگائی ہے اور جس کو لگانے کا خدا نے انھیں حکم دیا تھا بیان کی جاتی ہے، محصل زکاۃ اگر مقررہ حدود میں رہ کر مقررہ شرح سے زکاۃ وصول کرے تو صاحب نصاب دے دے اور اگر وہ مقررہ شرح سے زیادہ مانگے تو نہ دے، ہر پانچ اونٹوں پر چوبیس

---

[1] تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی حیدرآباد ہند ۱/ ۳۷۶،

تک ایک بکری زکاۃ ہے، پچیس ۲۵ سے پینتیس ۳۵ تک ایک بنت مخاض[1]، زکاۃ دینے والے کے پاس اگر بنتِ مخاض (مادہ) نہ ہو تو ابن لبون (نر) دے سکتا ہے، چھتیس ۳۶ سے پینتالیس ۴۵ تک ایک بنت لبون[2] زکاۃ میں دی جائے گی، چھیالیس ۴۶ سے ساٹھ ۶۰ تک ایک حقّہ[3]، اکسٹھ ۶۱ سے پچھتر ۷۵ تک ایک جذعہ[4]، چھیتر ۷۶ سے نوّے ۹۰ تک دو بنت لبون، اکیانوے ۹۱ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک دو حقّے، ایک سو بیس ۱۲۰ کے بعد ہر چالیس ۴۰ اونٹوں پر ایک بنت لبون، اور ہر پچاس ۵۰ پر ایک حقّہ، چار اونٹوں پر کوئی زکاۃ نہیں ہے، جب وہ تعداد میں پورے پانچ ۵ ہو جائیں گے تب ایک بکری لی جائے گی۔

جس پر ایک جذعہ واجب ہو لیکن اس کے پاس جذعہ کی بجائے حقّہ ہو تو وہ حقّہ کو مع دو ۲ بکریوں یا بیس ۲۰ درہم کے دے سکتا ہے۔

جس پر حقّہ واجب ہو لیکن اس کے پاس ہو بنتِ لبون تو وہ بنتِ لبون کو دو ۲ بکریوں یا بیس ۲۰ درہم کے ساتھ دے سکتا ہے۔

جس پر بنت لبون واجب ہو لیکن اس کے پاس ہو حقّہ تو وہ حقّہ دے دے اور محصّل زکاۃ سے دو ۲ بکریاں یا بیس ۲۰ درہم لے لے۔

ہر چالیس ۴۰ بکریوں پر ایک بکری بطور زکاۃ لی جائے گی، ایک سو اکیس ۱۲۱ سے دو سو ۲۰۰ تک دو ۲ بکریاں، دو سو ایک ۲۰۱ سے تین سو ۳۰۰ تک

---

[1] دوسرے سال میں اونٹ کا بچہ۔

[2] تیسرے سال میں اونٹ کا بچہ۔

[3] چوتھے سال والی جوان اونٹنی۔

[4] پانچویں سال والی اونٹنی۔

تین ۳ بکریاں ، تین ۳۰۰ سو کے بعد ہر ۱۰۰ سو پر ایک بکری ۔

زکاۃ میں بوڑھا یا عیب دار جانور نہ دیا جائے اور نہ محصل نر بکرا (جس کا عمل تلقیح کے لئے زکاۃ گذار کے پاس رہنا ضروری ہے) لینے پر اصرار کرے اِلّا یہ کہ زکاۃ گذار اپنی خوشی سے اُسے دینا چاہے ۔

چالیس ۴۰ سے اگر ایک بکری بھی کم ہوگی تو زکاۃ نہیں لی جائے گی ، لیکن اگر کوئی اپنی خوشی سے چالیس ۴۰ سے کم پر زکاۃ دینا چاہے تو دے سکتا ہے ۔

دو ۲۰۰ سو درہم یا پانچ اونس (اُوقیہ) چاندی پر ڈھائی فیصد زکاۃ ہے ، اس سے کم پر زکاۃ نہیں ہے ، لیکن اگر کوئی اپنی خوشی سے کم پر بھی دینا چاہے تو دے سکتا ہے ۔ (سنن کبریٰ بیہقی ، حیدر آباد ، ہند ۴/ ۸۵ وصحیح بخاری مصر ۱/ ۱۰۹ - ۱۱۰ ، وکنز العمال ۳/ ۳۰۱ ومجموع نووی مصر ۵/ ۳۳۸ کچھ حصہ)

۴ - بغاوتِ عمان

۲۴ - عمرو بن عاص رضؓ کے نام

یہ خط ابن عساکر نے تاریخِ دمشق میں بیان کیا ہے۔ اس کا سیاق سباق انو کھا ہے۔ خط اور سیاق سباق دونوں عمرو کی زبانی سُنئے: مجھے رسول اللہؐ نے عمان کا والی بنا کر بھیجا۔ جب میں وہاں پہنچا تو مقامی پادری اور راہب میرے پاس آئے اور پوچھا: "تم کون ہو؟" میں نے کہا: میرا نام عمرو بن عاص ہے، قبیلۂ قریش کا ایک فرد ہوں"۔ پادری: تمھیں کس نے بھیجا ہے؟" میں نے کہا: رسول اللہؐ نے"۔ پادری: رسول اللہؐ کون؟" میں نے جواب دیا: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب؛ وہ ہماری قوم کے ایک ممتاز فرد ہیں، ہم ان کے حسب نسب سے واقف ہیں؛ انھوں نے ہم کو عمدہ سیرت پر چلنے کی تاکید کی ہے اور بری سیرت سے روکا ہے؛ اس کے علاوہ ہم کو حکم ہے کہ بس ایک خدا کی پرستش کریں"۔ پادریوں نے اپنا ایک نمایندہ مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اس نے پوچھا: اس نبیؐ کی کوئی علامتِ نبوت ہے؟" میں نے کہا: ہاں، دونوں کندھوں کے بیچ گوشت کی ایک ٹکیا جس کو خاتمِ نبوت کہتے ہیں"۔ نمایندہ: "کیا وہ خیر خیرات قبول کر لیتا ہے؟" میں نے کہا: نہیں"۔ نمایندہ: "اور تحفہ؟" میں نے کہا: ہاں تحفہ قبول کر لیتا ہے"۔ نمایندہ: "اس کی جب قوم سے جنگ ہوتی ہے تو کون جیتتا ہے؟" میں نے کہا: کبھی وہ اور کبھی قوم"۔ اس گفتگو کے بعد نمایندہ اور اہلِ عمان مسلمان ہو گئے۔ پھر نمایندہ نے کہا: بخدا اگر تمھاری سب باتیں سچی ہیں تو آج رات اس کا انتقال ہو گیا"...... کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ایک سوار نے اونٹ بٹھایا اور عمرو بن عاصؓ کو پوچھنے لگا۔ میں گھبرایا ہوا اس کے پاس گیا۔ اس نے ایک خط دیا جس کا عنوان تھا: خلیفہ رسول اللہؐ ابوبکر کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کے نام۔ خط لے کر کمرہ میں گیا اور مُہر توڑ کر دیکھا تو لکھا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابو بکر خلیفۂ رسول اللہؐ کی طرف سے عمرو بن عاصؓ کو سلام علیک، واضح ہو کہ اللہ عزّ وجل نے اپنے نبی کو جب چاہا مبعوث کیا، اور جتنا چاہا زندہ رکھا، اور جب چاہا اُٹھا لیا۔ اس نے اپنی سچی کتاب میں فرمایا ہے: (اے نبیؐ) تم مرو گے اور وہ سب بھی مریں گے۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ) (مدینہ کے) مسلمانوں نے اس قوم کی قیادت میرے ارادہ اور خواہش کے علی الرغم میرے سپرد کردی ہے۔ میں خدا سے مدد اور توفیق کا طالب ہوں۔ جب میرا خط پہنچے تو جس رسی (شتر بند) کو رسول اللہؐ نے باندھا ہو اس کو ہرگز مت کھولنا اور جس کو انھوں نے کھولا ہو اسے ہرگز مت باندھنا" والسلام (یعنی رسول اللہؐ کے حسب ہدایت زکاۃ کے اونٹ وصول کرنا)۔ "تاریخ دمشق" مائکروفلم ع۱۶ ماخوذ از مخطوط جزء ۱۳، کتب خانہ ظاہریہ دمشق) معہد احیاء المخطوطات العربیۃ جامعۃ دُول العربیۃ، قاہرہ۔

مذکورہ بالا سیاق و سباق کے انوکھے پن کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مشہور و مستند تاریخوں میں اس کا کوئی ذکر نہیں، اس کے علاوہ اور اسباب بھی ہیں۔ مثلاً اس میں اُس مراسلہ کا کوئی ذکر نہیں، جو رسول اللہؐ نے عُمان کے دو حکمراں بھائیوں جیفر اور عبّاد کو عمروؓ کے ہاتھ بھیجا تھا، مثلاً اس میں ہے کہ اہل عُمان مسلمان ہوگئے، تاریخ کہتی ہے کہ اہل عُمان دو طبقوں پر مشتمل تھے ایک فارسی جو شہروں میں تجارت کرنے اور وہاں چھاتے ہوئے تھے، اور دوسرے اَزدی وغیرہ اَزدی عرب جو باقی عمان میں پھیلے ہوئے تھے۔ مسلمان صرف عرب ہوئے، فارسیوں نے جزیہ دینے پر اکتفاء کیا، مثلاً اس میں ہے کہ اہل عمان کے اسلام کے بعد "نمایندہ" نے کہا کہ اگر تمھاری باتیں سچی ہیں تو نبیؐ کا آج رات انتقال ہوگیا، عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے فوراً ہی بعد "نمایندہ" نے یہ پیش گوئی کی جو صحیح نکلی، تاریخ کی شہادت اس کے خلاف ہے۔ عمروؓ ۸ھ کے آخر میں عمان کے والی (محصّل زکاۃ اور صلح و جنگ کے متولی)

مقرر ہوتے اور رسول اللہؐ کا انتقال صفر یا ربیع الاول سلہ میں ہوا، یعنی ان کے عمان پہنچنے کے کم از کم ایک سال بعد عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہنچنے کے چند ہی دن بعد انتقال ہوگیا، بہت ممکن ہے سیاق سباق کا بیشتر حصہ صحیح ہو اور جو باتیں ہم کو تاریخ سے غیر مربوط نظر آتی ہیں ان کی وجہ روایت کا نقص اور فروگذاشت ہو، یعنی راوی کچھ ضروری باتیں بیان کرنا بھول گئے ہوں اور کچھ باتیں بے ناپے تولے کہہ گئے ہوں۔ اب سنئے ہمارے مورخوں نے عمروؓ کے تقرر کا حال کس طرح بیان کیا ہے :-

۱۔ واقدی۔ طبری ۱۳۹/۳ (پہلا اڈیشن مصر) :- شہ میں رسول اللہؐ نے عمرو بن عاصؓ کو جیفر اور عمرو (عبّاد کی جگہ جو زیادہ مشہور ہے) جُلندی اَزدی کے دو بیٹوں کے پاس (جو عمان کے حاکم تھے) محصّل زکاۃ بنا کر بھیجا۔ دونوں نے عمروؓ کو زکاۃ وصول کرنے دی۔ مالدار عمانیوں سے عمرو زکاۃ لیتے اور غریب عمانیوں میں تقسیم کر دیتے۔ وہاں کے فارسیوں سے انھوں نے جزیہ وصول کیا، یہ فارسی شہروں میں رہتے تھے اور عرب شہروں کے آس پاس آباد تھے۔

۲۔ فتوح البُلدان بلاذُری (اڈیشن ۱۳۱۹ھ مصر) ص ۸۳ :- عمان پر قبائل ازد کا غلبہ تھا، ان کے علاوہ صحراؤں میں بہت سے بدو قبیلے بھی آباد تھے۔ شہ میں رسول اللہؐ نے ابوزید انصاری (جو ان صحابہ میں تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کے عہد میں قرآن جمع کیا تھا) اور عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ عُبید اور جیفر جُلندی کے دو بیٹوں کے پاس مراسلہ بھیجا جس میں انھیں اسلام لانے کی دعوت دی تھی۔ رسول اللہؐ نے ان سے فرما دیا تھا: اگر اہل عمان کلمۂ شہادت پڑھیں اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا دم بھریں، تو عمرو محصّل زکاۃ اور متولی صلح و جنگ ہوں گے اور ابوزید امام نماز، اسلام کے منفذ اور تعلیم قرآن کے انچارج، جب ابوزید انصاریؓ اور عمرو بن عاصؓ عمان پہنچے تو عُبید اور جیفر عمان کے ساحلی شہر صُحار میں تھے۔ ابوزید اور عمرو رسول اللہؐ کا مراسلہ لے کر ان کے پاس گئے۔ وہ دونوں اسلام لے آئے، اور جو عرب وہاں تھے ان کو اسلام کی دعوت دی، وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ ابوزید اور عمرو رسول اللہؐ کی وفات تک عمان میں رہے اور ایک خبر یہ ہے کہ ابوزید وفات رسول سے پہلے لوٹ آئے تھے۔

۲۵ - عکرمہؓ بن أبی جہل کے نام

یہ خط اعثم کوفی کی فتوح سے ماخوذ ہے اور متاخرین میں اس کو ناسخ التواریخ کے مؤلف نے نقل کیا ہے، ناسخ کا مرجع بھی أعثم معلوم ہوتا ہے۔ أعثم نے خط کا سیاق سباق اس طرح بیان کیا ہے کہ جب عکرمہؓ کو ابوبکرؓ صدیق کا خط موصول[1] ہوا، تو وہ دو ہزار سوار لے کر زیادؓ بن لبیدؓ کی مدد کے لئے حضرموت روانہ ہوئے، راستہ کے مسلمان دیہاتوں سے جوان بھرتی کرتے گئے، سرحد یمن میں داخل ہو کر صنعاء پہنچے جہاں أسود عنسی کی چند ماہی حکومت کے بعد پھر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا، یہاں ایک اچھی جمعیت ان کی فوج میں داخل ہو گئی، صنعاء سے رخصت ہو کر یمن کے قدیم شہر مارب پہنچے، وہاں دم لے رہے تھے، اور بھرتی کا کام بھی جاری تھا کہ عُمان کے پایۂ تخت دَبا کے رئیسوں کو معلوم ہوا کہ عکرمہؓ بنو کندہ کی خبر لینے اور زیادؓ کی مدد کرنے جا رہے ہیں، ان کو یہ بات ناگوار ہوئی، أعثم نے ناگواری کی کوئی وجہ نہیں بتائی، ممکن ہے ان رئیسوں کا بنو کندہ کے سرداروں سے کوئی معاہدہ ہوا ہو، انھوں نے کہا: "ہم عکرمہ کی وہ تواضع کرتے ہیں کہ بنو کندہ کو بھول جائیں گے۔" وہ باغی ہو گئے، دبا میں اُس وقت خلافت کی طرف سے حُذیفہ بن عمرو (حُذیفہ بن محصَن - طبری ۲۶۳/۳، حُذیفہ بن یمان أزدی - إکتفاص ۲۶۷) محصِّل صدقات تھے مگر أعثم نے تصریح نہیں کی پر دوسرے ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ حُذیفہ اُن عربوں کے ساتھ جو اسلام پر قایم رہے، عُمان میں کسی محفوظ جگہ روپوش ہو گئے، انھوں نے مرکز کو دبا کی بغاوت سے مطلع کیا، ابوبکرؓ صدیق نے ذیل کا فرمان عکرمہؓ کو بھیجا:-

"واضح ہو کہ اہل دبا نے بغاوت کر دی ہے، زیادؓ کے پاس جانے سے پہلے تم ان کی اچھی طرح خبر لو، اُن کی گوشمالی کرنے میں ذرا کوتاہی نہ

---

[1] دیکھیے خط نمبر ۲۷

نہ کرنا، جب تم کو فتح نصیب ہو تو اہلِ دَبا کے بیڑیاں ڈال کر میرے
پاس بھیجنا، اور خود زیادؓ بن لبید کی مدد کو چلے جانا، جو کل فوج کے
لیڈر رہیں گے، اُن کے صلاح مشورہ سے سرکشوں کو سزا دینا، اور
اس کام میں پوری کوشش اور ہمت سے کام لینا، امید ہے خدا تعالیٰ
تم کو حضر موت پر فتح عطا کرے گا، اور بغاوت کی آگ ٹھنڈی ہو
جائے گی" (فتوح اعثم کوفی ص ۱۴)

اِکتفاء کے راویوں نے جن کا نام نہیں لیا گیا تصریح کی ہے کہ جس وقت
عُمان میں بغاوت کی آندھی چلی اور دَبا کے عامل حُذیفہ نے مرکز کو اس کی اطلاع دی
تو عکرمہ تبالہ میں مقیم تھے، یہ بستی مکہ سے ایک سو ساٹھ عرب میل (تقریباً دو سو
چالیس انگریزی میل) جنوب میں اُس سڑک پر واقع تھی جو یمن کے متعدد شہروں
کو ملاتی ہوئی عدن جاتی تھی، مکہ سے تبالہ پہنچنے میں آٹھ دن لگتے تھے طائف
سے چھ دن اور یمن کے شہر بیشہ سے ایک دن (معجم البلدان مصر یاقوت ۲/ ۳۵۷)
رسول اللہؐ نے ان کو بنو عامر بن صعصعہ کے زیریں قبیلوں کا محصّل زکاۃ مقرر
کیا تھا، رسول اللہؐ کی وفات پر جب وہاں کی فضا خراب ہوئی تو عکرمہؓ اسلام
پر ثابت قدم عربوں کو ساتھ لے کر تبالہ آ گئے، وہاں خلیفہ کی ہدایات کے منتظر تھے
کہ ان کو اہلِ دَبا یعنی عمان کی بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا گیا اور وہ دو ہزار فوج
لے کر اس مہم پر روانہ ہوئے اکتفا کے راویوں نے ایک اور اہم تصریح کی ہے اور وہ
یہ کہ ابو بکر صدیق کی اہلِ ردّہ کے خلاف یہ پہلی مہم تھی جو عکرمہؓ کی سرکردگی میں روانہ
ہوئی تھی۔ (اکتفاء ص ۲۶۶) اعثم کے مذکورہ بالا خط اور اس کے پس منظر سے
قاری کے دل میں کئی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً خط کے مقدمہ میں کہا گیا ہے
کہ دَبا کے رئیسوں نے کہا تھا، ہم عکرمہؓ کی ایسی خبر لیں گے کہ وہ بنو کندہ اور ان سے

جنگ کا خیال تک بھول جائیں گے، اس دھمکی کے بموجب ان کو عکرمہؓ سے
خلاف کارروائی کرنی چاہئے تھی، لیکن انھوں نے عکرمہؓ کے خلاف کارروائی نہیں
کی بلکہ اسلامی حکومت سے باغی ہو گئے۔

۵۔ بغاوت حضرموت[1] و کندہ

۲۶۔ زیاد بن لبید انصاری کے نام

یہ خط اکتفاء سے ماخوذ ہے، عربی و فارسی کی دوسری پیش نظر کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ہے، البتہ یاقوت نے اپنی معجم البلدان اور بلاذری نے اپنی فتوح میں بعض شیوخ یمن کی سند پر تصریح کی ہے کہ ابوبکر صدیق نے خلیفہ ہوکر، حضرموت کے عامل (محصل زکاۃ) کو مراسلہ بھیجا تھا جس میں رسول اللہؐ کی وفات کی خبر دی تھی اور زیاد کو ہدایت کی تھی کہ حضرموت کے قبائل (حمیر اور بنو کندہ) سے ان کے لئے بیعت لیں (معجم البلدان مصر ۳/۲۹۲ و فتوح البلدان، مصر، ص ۱۰۹) بالفاظ دیگر معجم یاقوت اور فتوح بلاذری میں صرف خط کے مضمون کی طرف اشارہ ہے، اکتفاء نے خط کا متن بھی دیا ہے اور ان الفاظ میں اس کا سیاق و سباق بیان کیا ہے: "جب قبائل کندہ کا وفد اُن کے مشرف باسلام ہونے کی خبر دینے رسول اللہؐ کے پاس آیا (سنہ ۹ھ میں) تو انھوں نے زیاد بن لبید انصاری بیاضی کو بنو کندہ پر عامل مقرر کیا" اور ان کو وفد کے ساتھ بھیج دیا، جب تک رسول اللہؐ زندہ رہے، زیاد بنو کندہ کی بستیوں سے زکاۃ وصول کرتے رہے، وہ سخت گیر حاکم تھے، جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوگیا اور ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ابوہند مولی بنی بیاضہ کے ہاتھ زیاد کو یہ مراسلہ بھیجا:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" رسول اللہؐ کے خلیفہ ابوبکر کی طرف سے زیاد بن لبید کو سلام علیک" میں اس معبود کا سپاس گذار ہوں جس

---

[1] دیکھئے نقشہ مقابل ص ۱

کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لایق نہیں، واضح ہو کہ نبی کا انتقال ہو گیا، فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس علم کے ساتھ کہ ہر کام کی سربراہ کاری خدا کی توفیق اور مدد پر منحصر ہے، تمھیں ہدایت کی جاتی ہے کہ کمر ہمت باندھ کر اپنے شایان شان کام کر دکھاؤ، اور تمھاری عملداری میں جو لوگ ہوں اُن سے (میرے لئے) بیعت لے لو، جو بیعت سے انکار کرے تلوار سے اس کی خبر لو، اور مطیع کی مدد سے نافرمان کا مقابلہ کرو، اس میں مطلق شبہ نہیں کہ اللہ اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے گا مشرکوں کو چاہے یہ بات کتنی ہی ناپسند ہو۔ فان اللہ مُظھِر دینہ علی الدین کُلِّہٖ ولو کرِہَ المُشْرِکُونَ۔ قرآن کریم (الاکتفاء ص ۲۶۹)

۲۷۔ اشعث بن قیس اور کندی رئیسوں کے نام

پیش نظر کتابوں میں حضرموت [illegible] کا سب سے زیادہ مربوط و مسلسل ذکر اعثم کوفی کی فتوح اور محمد تقی کی ناسخ التواریخ میں ملتا ہے۔ اشعث حضرموت کے ان قدیم بادشاہوں کی اولاد سے تھے جن کا اقتدار کسی زمانہ میں یمن اور حجاز تک پھیلا ہوا تھا، پے در پے انقلابوں سے ان کی حکومت سکڑتی گئی، حتی کہ ظہور اسلام کے وقت اس کا دائرہ بہت سے چھوٹے بڑے کندی قبائل تک محدود ہو کر رہ گیا تھا ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب میں لکھا ہے (ص ۸۸) کہ اسلام سے بہت پہلے جب کندہ کے قبیلے بحرین، اور مُشقّر سے جلا وطن ہو کر حضرموت میں آباد ہوئے تو اُن کی تعداد تیس ہزار سے اوپر تھی، ردّہ کے وقت یقیناً ان کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہو گی۔ کندہ کے قبیلوں کے الگ الگ مقامی سردار تھے

جن کا سلسلۂ نسب گذرے ہوئے کندی بادشاہوں سے ملتا تھا، اُشعث کو ان سب پر تفوق حاصل تھا، اُن کا دائرۂ نفوذ سب سے زیادہ وسیع تھا، مغربی حضرموت میں بہت سی پہاڑی وادیاں، گاؤں اور قصبے تھے جہاں کندہ کے قبیلے آباد تھے، یہاں کھجور کی فراوانی تھی، گنا اور بعض غلوں کی کاشت ہوتی تھی اور چارہ کی بھی کمی نہ تھی۔ اہم مقامات پر قلعے بنائے گئے تھے، ان میں بعض پہاڑوں پر تھے، اور بعض محفوظ وادیوں میں۔ رسول اللہؐ کی دعوت پر اشعث اور کندی قبائل مسلمان ہوئے اور جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا، رسول اللہؐ نے زیاد بن لبید انصاری کو قبائل کندہ میں اپنا نمائندہ اور محصّل زکاۃ بنا کر بھیجا تھا، زیاد سخت گیر عامل تھے، ان کی سخت گیری کا ایک واقعہ ہمارے مورخوں نے بیان بھی کیا ہے۔ اس واقعہ سے سارے حضرموت میں شورش پیدا ہوگئی اور اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچا، بہزار خرابی اور خوں ریزی حالات قابو میں آئے ہیں۔ اگر آپ ابھی پڑھیں گے۔ ابوبکرؓ صدیق کا مذکورہ بالا خط پا کر جب زیاد نے قبائل کندہ سے نئے خلیفہ کی بیعت کو کہا تو ان کے بڑے سردار اشعث بن قیس کو متذبذب پایا، اشعث نے کہا جب سب عرب قبیلے ابوبکر کو خلیفہ مان لیں گے تب میں اور میرے قبیلے بھی ایسا کریں گے، ان کو یہ باور کرنے میں سخت تامل تھا کہ بنو ہاشم ایک مُضری کی خلافت تسلیم کر لیں گے۔ ابوبکر صدیق کا تعلق قبیلہ مُرّہ سے تھا جس کو عربوں کی اجتماعی یا سیاسی زندگی میں کوئی خاص امتیاز حاصل نہ تھا۔ چوں کہ اشعث کے خاندان میں حکومت موروثی رہی تھی، اس لئے ان کا اعتقاد تھا کہ خلافت کو بھی موروثی ہونا چاہیئے اور اس اعتقاد کے بموجب وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ ابوبکر کو نہیں بلکہ رسول اللہؐ کے کسی قریبی عزیز کو ہونا چاہیئے۔ اشعث کی رائے یہ تھی، لیکن ان کے چچا زاد بھائی امرأ القیس بن عابس کی جو خود ایک ذی اثر کندی سردار تھے، رائے تھی کہ ابوبکر صدیق کی خلافت کو تسلیم کیا جائے اور جو فیصلہ مدینہ کے ارباب دانش نے

کیا ہے اس کا احترام کیا جائے، انھوں نے اشعث کو سمجھایا بجھایا پر وہ نہ مانے اور کہا:
محمدؐ کا انتقال ہو چکا، عربوں نے اپنے آبائی بتوں کو پوجنا شروع کر دیا، ہم یہاں عربوں
سے بالکل الگ تھلگ ہیں، ابوبکرؓ کے لشکر کی ہم تک رسائی نہیں ہو گی۔ ابن عباسؓ نے
ان باتوں کی نہایت معقول تردید کی، لیکن اشعث اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔ قبائل
کندہ میں دو گروہ ہو گئے، ایک اشعث کا ہم خیال اور دوسرا ابن عباسؓ کا، بایں ہمہ
اسلام کی کھلی مخالفت کسی نے نہیں کی۔ کچھ دن بعد زیاد بن لبید نے زکاۃ وصول کرنے
کی مہم شروع کی، زکاۃ زیادہ تر اونٹوں کی شکل میں دی جاتی تھی، زیاد اپنے عملے کے
ساتھ گاؤں گاؤں جاتے اور زکاۃ وصول کرتے، کہیں نرمی سے کام چل جاتا، کہیں
ترشی و سختی استعمال کرنا پڑتی۔ ایک دن کی بات ہے کہ زیاد کے عملے نے کسی کندی جوان
کا ایک اونٹ جس پر وہ جوان شیفتہ تھا دغا کر سرکاری گلہ میں داخل کر دیا۔ جوان نے کہا
یہ اونٹ مجھے بہت عزیز ہے، اس کو واپس کر دو، میں دوسرا دے دوں گا، زیاد نے کہا
اونٹ نہیں واپس ہو گا، اس پر سرکاری مہر لگ چکی ہے، جوان نے جا کر اپنے قبیلہ کے
سردار سے شکایت کی اور اس کو سفارش کرنے زیاد کے پاس لایا، زیاد نے سفارش نہیں
مانی، سردار کو زیاد کی سختی بہت ناگوار ہوئی، وہ غصہ میں بھر کر سرکاری گلہ میں گھس گیا
اور جوان سے کہا اپنا اونٹ کھول لو، اگر کوئی تمھیں روکے گا تو اس تلوار سے اس کا سر
پر غرور اتار لوں گا، جب تک رسول اللہؐ زندہ تھے، اُن کے فرمان کی تعمیل میں زیاد
کے تابعدار رہے، اب اگر رسول اللہؐ کے خاندان کا کوئی شخص خلیفہ ہو گا تو اس کی بھی
تابعداری کریں گے، ابو قحافہ کے لڑکے کا ہم پر حکم نہیں چل سکتا۔ اس موضوع پر اس
نے کچھ شعر بھی موزوں کئے اور زیادؓ کو بھیجے۔ اعثم کے راوی کہتے ہیں کہ ان اشعار کا زیاد پر
بہت برا اثر ہوا، انھوں نے محسوس کیا کہ اُن کا اشعث کی عمل داری میں رہنا سخت
خطرناک ہے، چناں چہ انھوں نے زکاۃ کے اونٹ لئے اور اپنی چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ

مدینہ کی راہ لی۔ دو منزل چل کر انھوں نے چند شعر بھیجے جس میں بنو کندہ کو عبرت ناک سزا دینے کی دھمکی تھی، ان اشعار کا جب چرچا ہوا تو کندی قبائل میں اشتعال کی لہر دوڑ گئی، اشعث اور دوسرے لیڈروں نے احتجاجی تقریریں کیں جن کا ما حصل یہ تھا کہ ابوبکر صدیق کی خلافت سے بددلی بڑھ گئی، اور قبیلے دفاعی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ زیادؓ نے فوجی کمزوری کے پیش نظر اپنا مرکز چھوڑ دیا تھا اور یہ بنو کندہ کے اس علاقہ میں تھا جہاں اشعث کی ریاست تھی، انھوں نے زکوٰۃ کے اونٹ مدینہ روانہ کئے اور خود اس عزم سے رک گئے کہ اگر آس پاس کے قبیلوں نے ان کی مدد کی تو وہ ان کو ساتھ لے کر اپنے مرکز لوٹ جائیں گے اور حالات کا مقابلہ کریں گے، چناں چہ وہ کندہ کی شاخ بنو ذہل کے پاس پہنچے، اور ان سے اشعث کی شکایت کی، لیکن یہ لوگ اشعث کے ہم خیال نکلے، زیادؓ کی مطلق مدد نہ کی، اور ان کو نکال دیا، زیادؓ نے اب کندہ کی ایک دوسری شاخ سے رجوع کیا، اور ان کو ابوبکر صدیق کی بیعت کی دعوت دی، پر وہاں بھی ناکامی ہوئی، یہی نہیں بلکہ وہ کندہ کی جس جس شاخ میں گئے ان کو مایوس ہونا پڑا، مجبور ہو کر وہ مدینہ چلے گئے اور خلیفہ سے سب حالات بیان کئے۔ ابوبکر صدیق کو تفصیلات سن کر بڑا ملال ہوا، انھوں نے چار ہزار فوج زیادؓ کے ساتھ کی اور بنو کندہ کے سرکشوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ اس لشکر جرار کی خبر بنو کندہ کو ہوئی تو وہ گھبرا گئے، اشعث کی ریاست میں روز جلسے اور تقریریں ہونے لگیں، سمجھ دار لوگ اطاعت اور ترک مخالفت کی رائے دیتے اور شریر طبیعتیں تمرد کی، خود اشعث کا رجحان اطاعت کی طرف تھا۔ زیادؓ نے غیر معمولی جوش سے گوشمالی کی مہم شروع کر دی، جو کندی گاؤں بیعت یا اطاعت سے انکار کرتا یا تردد ظاہر کرتا، ان سے لڑتے اور ان کی عورتوں، بچوں کو غلام بنا لیتے، اور گاؤں لوٹ لیتے، کندہ کے متعدد دور افتادہ قبائل کو جن کے نام أعثم کی فتوح میں مذکور ہیں، عبرت ناک سزائیں دیں، زیادؓ اشعث کی ریاست میں داخل

ہو گئے، اشعث ابن کندی، قبائل کی تباہی پر خار کھائے بیٹھے تھے جن کو زیاد تباہ کر کے آئے تھے، اب مصیبت خود ان کے سر پر آن پڑی، انھوں نے جنگی تیاری شروع کر دی اور جتنے کندی سردار ان کے ہم خیال تھے (اور ان کی تعداد اس وقت زیادہ نہ تھی) وہ حسبِ استطاعت فوج لے کر آ گئے، اشعث کے پاس ایک ہزار سوار جمع ہو گئے۔ زیادؓ کی جمعیت چار ہزار سے زیادہ تھی، دو بڑے کندی قبیلے سکاسک اور سکون زیاد کی خون بار تلوار سے ڈر کر سر تسلیم خم کر چکے تھے اور ان کے پانچ سو جوان اسلامی فوج میں حاضر تھے۔ حضرموت کے تریمؔ[1] نامی شہر میں زیاد کا اشعث سے مقابلہ ہوا، اشعث کی چھوٹی سی فوج میں ایسا سچا جوش تھا، اور خود اشعث نے ایسی لیاقت سے قیادت کی، کہ زیادؓ کی فوج کے چھکے چھڑا دیے، تین سو مسلمان شہید ہوئے، باقی بھاگ گئے اور تریم کے نزدیک ایک قلعہ میں پناہ لی، مسلمانوں کے کیمپ میں جو سامان اور غلام تھے اشعث نے ان پر قبضہ کر لیا اور ان قبائل کو واپس کر دیا جہاں سے سامان لوٹا گیا تھا اور غلام پکڑے گئے تھے، اشعث نے قلعہ کو آنے جانے والے سارے راستوں پر کڑا پہرہ بٹھا دیا، زیادؓ کے آدمی اور جانور بھوکوں مرنے لگے، بہ ہزار مشکل زیادؓ نے مہاجر بن اُمیہ کو (جو اس وقت صنعاء یا مارب کے آس پاس تھے) خط بھیجا جس میں فوراً مدد طلب کی گئی تھی۔ مہاجر دھاوے مارتے آئے، اشعث نے

---

[1] فتوح اعثمؔ اور ناسخ التواریخ دونوں نے بریم لکھا ہے۔ جغرافیہ کی کتابوں میں حضرموت یا یمن میں اس نام کے کسی شہر یا قصبہ کا ذکر نہیں ہے۔ غالباً بریم تریم کی بگڑی ہوئی شکل ہے حضرموت کے دو مشہور مقام تھے، ایک تریم اور دوسرا شبام "یہ دونوں شہر اب تک موجود ہیں" دیکھئے معجم یاقوت مصر ۲/۳۸۵ اور ۳/۲۹۳، نیز اصطخری ص ۱۴، دورِ جدید کا مغربی سیاح حضرموت کو اس طرح بیان کرتا ہے: حضرموت ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کو ایک بڑی وادی مغرب سے مشرق کی طرف چیرتی ہوئی جاتی ہے اور پھر جنوب کی طرف مڑ کر ساحل سے مل جاتی ہے۔ اس بڑی وادی سے بہت سی چھوٹی وادیاں پھوٹتی ہیں جیسے تنے سے شاخیں، تریم اس بڑی وادی کے بائیں کنارہ حضرموت کے شمال میں واقع تھا اور اب تک موجود ہے... اقتباس از مقالہ بے ترانش در ذکر تریم انسائکلوپیڈیا آف اسلام ۴/۶۷۱ مقالہ بے شلیمر ذکر حضرموت انسائکلوپیڈیا آف اسلام ۲/۲۰۷

ان سے کچھ تعرض نہ کیا اور اپنی فوج دور ہٹا کر مہاجر کو قلعہ میں داخل ہونے دیا۔ اس کے بعد پھر محاصرہ کر لیا۔ اشعث کے سفیر سارے حضر موت میں دورے کرتے اور کندیوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت دیتے۔ چند ہفتوں میں اشعث کے پاس کافی رسد آگئی جس کا بڑا حصہ ارقم، بنو حجر، بنو عمرو اور بنو ہند کے جوانوں پر مشتمل تھا۔ مدینہ سے لوٹ کر ان قبیلوں پر زیادؓ نے سخت مار لگائی تھی، محصور مسلمان بڑی ضیق میں تھے، نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ غذائی صورت حال سخت نازک تھی، باہر نکلنا تباہی کو دعوت دینا تھا، ہزار تدبیروں سے زیادؓ نے ابو بکر صدیقؓ کو کیفیت احوال سے مطلع کیا۔ شاید خلیفہ نے اس وقت محسوس کیا کہ قبائل کندہ کے معاملہ میں اتنی سخت گیری نامناسب تھی جتنی کی گئی، تدبیر سے ان کی تمکنت پر فتح پائی جا سکتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اشعث اور ان کے ہم خیال دوسرے کندی سرداروں کے نام ایک مراسلہ بھیجا جس میں تالیف قلب کی پوری کوشش کی گئی تھی، اعثم نے فتوح میں لکھا ہے کہ یہ مراسلہ ان الفاظ پر ختم ہوتا تھا :

"میں تمھیں اسلام پر ثابت قدم رہنے کی نصیحت کرتا ہوں، دشمن دین شیطان کے دھوکہ میں نہ آؤ، اگر تمھارے انحراف کا سبب زیادؓ کا (سخت) طرز عمل ہو تو میں ان کو معزول کر کے تم پر ایسا عامل مقرر کر دوں گا جو تمھارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا۔ میں نے اپنے ایلچی سے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ تمھیں اطاعت و فرماں برداری کے لئے تیار پائے تو زیادؓ کو میرے پاس بھیج دے، تم اپنے کئے پر نادم ہو اور توبہ کرو کہ آیندہ ایسے کام نہیں کرو گے" (فتوح اعثم ص ۱۳)

اس عبارت کو ناسخ التواریخ نے کل خط قرار دیا ہے، جزو نہیں، جیسا کہ اعثم کی فتوح میں ہے۔ طبری، اکتفاء، فتوح البلدان، الاخبار الطوال وغیرہ

دوسری قدیم تاریخوں میں نہ تو یہ خط نقل ہوا ہے اور نہ کندہ کی بغاوت کا حال اس
تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۸۔ عکرمہ بن ابی جہل کے نام

مذکورہ بالا خط پڑھ کر اشعث نے ایلچی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ہم نے
ابو قحافہ کے لڑکے کو خلیفہ ماننے میں ذرا دیر کی تو ہمیں کافر سمجھ لیا اور زیادؓ بن لبید کو
حکم دیا کہ میرے چچازاد بھائیوں (یعنی دوسرے کندی رئیسوں کو) جو مسلمان ہیں
کفر کی تہمت میں گردن مار دے۔ ایلچی نے جس کا نام ناسخ التواریخ میں مسلم بن
عبداللہ بتایا گیا ہے، اشعث کی تردید کرتے ہوئے کہا: جب مہاجر و انصار نے
باتفاق رائے ابوبکرؓ کو خلیفہ مان لیا اور پھر بھی تمھارے چچازاد بھائیوں نے اُن کو خلیفہ
نہیں مانا، تو بلا شبہ وہ کافر ہو گئے"۔ ابھی مسلم نے بات ختم بھی نہ کی تھی کہ بنو مُرّہ (کندی
قبیلہ) کے ایک جوان نے جو اشعث کا چچازاد بھائی تھا، طیش میں آکر ایلچی کے ایسی
تلوار ماری کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ اشعث نے اس شخص کو شاباشی دی اور کہا
تم نے بہت اچھا جواب دیا۔ یہ فعل بہت سے دوسرے کندی لیڈروں کو سخت
ناگوار ہوا۔ ابوبکر صدیق کے خط نے صلح کا دروازہ کھول دیا تھا جس کے وہ
دل سے خواہاں تھے، ایلچی کے قتل نے اس کو پھر بند کر دیا۔ کئی لیڈروں نے کھڑے
ہو کر اشعث کے طرزِ عمل اور ایلچی کے قتل کی سخت مذمت کی اور اپنے اپنے ماتحت
قبیلوں کے ساتھ اشعث سے الگ ہو گئے۔ اشعث کے پاس صرف دو ہزار
جوان رہ گئے جو ان کے خاندانی لوگ تھے۔ اپنے حریف کو کمزور پا کر مہاجرؓ بن ابی امیہ
تریم کے قلعہ سے باہر نکلے اور رقان[1] نامی دریا کے کنارے اشعث سے رزم آرا ہوئے۔

[1] ہمارے جغرافیہ نویس حضرموت میں اس نام کا کوئی دریا نہیں بتاتے، شاید رقان کسی اور
لفظ کی مسخ کی ہوئی شکل ہے۔

أشعث نے بڑی سوجھ بوجھ سے جنگ کی، ان کے ہاتھ سے مہاجر بن اُمیّہ کے سر میں ایک کاری زخم لگا جس کے زیر اثر وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، مسلم بن فوجیں پیچھے ہٹ گئیں، بڑی سخت لڑائی ہوئی، کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ مقابلہ کی تاب نہ لاکر اسلامی فوجیں بھاگ پڑیں، أشعث نے ان کا تعاقب کیا، بہت سے مسلمان فرار کی حالت میں مارے گئے، جو بچے وہ قلعہ میں گھس گئے، زیادؓ بن لبید نے اپنی شکست اور دوبارہ تریم میں محصور ہونے کا حال خلیفہ کو لکھا تو انھوں نے عِکرِمہ کو یہ مراسلہ بھیجا :۔

"واضح ہو کہ قبیلہ کندہ نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے، اور زیادؓ بن لبید اور مہاجر بن ابی اُمیّہ کا محاصرہ کرلیا ہے ۔ اس خط کو پڑھتے ہی تریم کا رخ کرو اور سرکشوں کی مناسب سرکوبی کرو۔ جو مکی باشندے تمھارے ساتھ جانا پسند کریں اور راستہ میں جن جن قبیلوں سے تمھارا گذر ہو ان کو ساتھ لیتے جاؤ۔" (فتوح أعثم ص ۱۴ و ناسخ التواریخ مجلد ۲ قسم ثانی، ص ۱۲۳)

أعثم نے یہ نہیں بتایا کہ جب یہ خط عِکرِمہ کو ملا تو وہ کہاں تھے۔ طَبَری کے راویوں یعنی سیف بن عمر اور ان کے شیوخ کی رو سے عِکرِمہ ان گیارہ سالاروں میں سے ایک تھے جن کو ابو بکرؓ نے مرتدوں کی گوشمالی کے لئے جزیرۃ العرب کے مختلف حصوں میں بھیجا تھا۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ عِکرِمہؓ کو مُسَیلمہ سے لڑنے یمامہ بھیجا گیا تھا، ان کو حکم تھا کہ یمامہ کی سرحد پر پہنچ کر رک جائیں اور جب مزید فوج شُرَحبیل بن حَسَنہؓ کی قیادت میں ان سے آملے تب مُسَیلمہ سے جنگ کریں۔ لیکن انھوں نے شُرَحبیلؓ کے آنے سے پہلے مُسَیلمہ پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی، عِکرِمہؓ کی جلدبازی اور شکست نے خلیفہ کو مشتعل کر دیا اور انھوں نے وہ پُرعتاب خط لکھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے

اور جس میں عکرمہ کو ہدایت کی تھی کہ مدینہ نہ لوٹیں، عمان کا رُخ کریں اور عمان کے خلاف بھیجے ہوئے دو جنرلوں حُذیفہ بن مُحصن اور عرفجہ بارقی کی پشت پناہی کریں، اور اُن کی مدد سے فارغ ہو کر عمان سے متصل جنوبی علاقہ کے مرتد قبیلوں کو جو مَہرہ[2] کے نام سے مشہور تھے مسلمان بنائیں، پھر حضرموت کو جہاں اُس وقت خیریت تھی چھوڑ کر یمن میں داخل ہوں اور وہاں کے باقی شہروں اور دیہاتوں کو راہِ راست پر لائیں۔ طبری کے راوی عکرمہؓ کی نقل و حرکت خلیفہ کے اس مراسلہ کے مطابق بیان کرتے ہیں، یعنی وہ یمامہ سے پہلے عمان پہنچتے ہیں عمان کی مہم سے فارغ ہو کر قبائل مہرہ میں ارتداد کا خاتمہ کرتے ہیں، پھر حضرموت سے بچتے ہوئے عدن میں داخل ہوتے ہیں، عدن سے وہ جنوبی یمن کے شہروں میں اسلام کا بول بالا کرنے روانہ ہوتے ہیں کہ ان کو خلیفہ کا ارجنٹ فرمان ملتا ہے کہ حضرموت میں بغاوت ہو گئی ہے وہاں زیادؓ کی مدد کو جاؤ، اب وہ مشرقی یمن کے شہر مارب کا رخ کرتے ہیں اور وہاں مہاجر بن ابی اُمیّہؓ سے جو صنعاء سے زیادؓ کی مدد کو چلے آرہے ہیں مل جاتے ہیں۔ مہاجرؓ اس قدر فوج لے کر جس کے کھانے چارہ کا پہلی فرصت میں بندوبست ہو جاتا ہے آگے بڑھ جاتے ہیں اور باقی فوج پر عکرمہؓ کو جانشین بنا دیتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں، کہ جوں ہی باقی فوج کی غذا اور چارہ کا انتظام ہو جائے، اُن سے آملیں۔ مہاجرؓ کے آنے سے زیادؓ کی قوت بڑھ جاتی ہے اور اُشعث خود کو کمزور پا کر نُجیر کے قلعہ میں محصور ہو جاتے ہیں، اس محکم کوہی قلعہ میں تین سڑکیں تین سمتوں سے داخل ہوتی ہیں، ایک سڑک کی ناکہ بندی زیادؓ

---

[1] ملاحظہ ہو نقشہ ۱ [2] ملاحظہ ہو نقشہ ۱

[3] اصطخری نے عمان سے مہرہ اور مہرہ سے حضرموت کا فاصلہ قافلہ سے ایک ایک ماہ بتایا ہے، ایک ماہ کی مسافت لگ بھگ سو عرب میل کے تھی یا تو سو میل انگریزی کے برابر۔ پیمانہ عرب میل = ۴۰۰۰ ذراع۔ (للمسالک الممالک ص ۲۶)

کر لیتے ہیں، دوسری کی مہاجرؓ، تیسری کھلی رہتی ہے، جس سے ہو کر اشعث کے پاس کھانے پینے کا سامان اور رسد آتی رہتی ہے۔ جب عکرمہؓ کی فوجیں چارہ غلہ کا انتظام کر لیتی ہیں تو وہ بھی مہاجرؓ کی ہدایت کے بموجب نجیر کا رُخ کرتی ہیں اور وہاں پہنچ کر قلعہ میں داخل ہونے والے تیسرے راستہ کی ناکہ بندی کر لیتی ہیں، اشعث کی رسد بند ہو جاتی ہے اور قلعہ میں غذا کا قحط پڑنے لگتا ہے، مجبور ہو کر اشعث ہتھیار ڈالنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ عکرمہؓ کی فوجی حرکت کا ذکر طبری نے ان خطوط پر کیا ہے اور یہ کافی مربوط ہے۔ لیکن اعثم یا فتوح البلدان بلاذری میں ایسا خاکہ نہیں پیش کیا گیا، جس کی وجہ سے واقعات کے ربط اور عکرمہؓ کی سرگرمیوں کے تسلسل کا سمجھنا دشوار ہو گیا ہے۔ اکتفاء کے راوی عکرمہؓ کے سلسلہ میں بالکل نئے انکشافات کرتے ہیں جن کا اگلے خط کے مقدمہ میں ذکر ہو گا۔

۲۹ - زیاد بن لبیدؓ کے نام

اکتفاء میں بنو کندہ کی بغاوت کا جو قصہ بیان ہوا ہے اس کے خدوخال سیف کے بیان کردہ خط سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں، تاہم دونوں میں چند بنیادی اختلاف ہیں جن کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ سیف کا نقل کیا ہوا خط جو خلیفہ نے مغیرہ بن شعبہؓ کے ہاتھ مہاجر بن اُمیّہ کو بھیجا تھا، آپ نے ابھی پڑھا۔ سیف بن عمر بتاتے ہیں کہ مغیرہؓ راستہ بھول گئے تھے اس لئے دیر میں پہنچے، جب کہ اشعث کو امان دی جا چکی تھی اور قلعہ کے جوانوں کو قتل کیا جا چکا تھا، اکتفاء کے راوی کہتے ہیں کہ مغیرہؓ صلح نجیر کے موقع پر خط نہیں لائے بلکہ اُس موقع پر لائے تھے جب بنو معاویہ بن کندہ اور ان کے چار رئیس زیاد بن لبیدؓ سے باغی ہو کر کوہستانی وادیوں میں چلے گئے تھے، اس خط میں ابو بکر صدیق نے تاکید کی تھی کہ ان رئیسوں کو قتل نہ کیا جائے۔ بدقسمتی

سے مغیرہؓ راہ بھٹک گئے اور اتنی دیر میں پہنچے کہ زیادؓ شبخون کر کے چاروں رئیسوں کو ان کے کوہستانی وادیوں میں مار چکے تھے۔

اکتفاء کے راویوں نے ایک درحیرت ناک اکتشاف کیا ہے جو سیف کے نقل کردہ خط رقم (۱۵) کی مکمل تردید ہے اور وہ یہ کہ ابوبکر صدیق نے نجیر کے محاصرہ کے دوران نہیک بن اوس بن خزمہ کی معرفت زیاد بن لبیدؓ کو ایک فرمان بھیجا جس میں تاکید کی تھی کہ محصورین کو قتل نہ کیا جائے بلکہ گرفتار کرکے دربارِ خلافت بھیج دیا جائے، محصورین کا [illegible] گردش میں تھا، اس لئے نہیک کے پہنچنے سے صرف چند گھنٹے پہلے قلعہ کے سات سو جوانوں کی گردن ماری جا چکی تھی، خط کے الفاظ یہ ہیں :-

"اگر اہل نجیر ہار کر تمہارے قبضہ میں آجائیں تو ان کو قتل نہ کرنا" (الاکتفاء ص ۲)

سیف بن عمر نے عکرمہ بن ابی جہلؓ کی عسکری حرکت ان خطوط پر دکھائی ہے : یمامہ میں شکست کھا کر وہ (غالباً ہجر اور بحرین کی راہ سے) عمان پہنچتے ہیں، وہاں اسلام کا تسلط دوبارہ قائم کرکے، قبائل مہرہ کے علاقہ میں ارتداد کا قلع قمع کرتے ہیں، وہاں سے فارغ ہو کر حضرموت کے مشرقی ساحل والی سڑک سے ہوتے ہوتے عدن کے مشہور بندرگاہ اور یمن کی آخری حد تک پہنچ جاتے ہیں، وہاں سے شمال کی طرف رخ کرتے ہیں تاکہ صنعاء اور عدن کے درمیان (لگ بھگ چھ سو عرب میل مسافت) ارتداد کے جو گوشے ہوں ان کو صاف کرتے چلیں اور پھر خلیفہ کی ہدایت کے مطابق مہاجر سے یمن میں وہ جس جگہ ہوں جا کر مل جائیں، عدن سے ابھی نو دس عرب میل چل کر ابین کی منزل پہنچے تھے کہ فرمان خلافت ملا کہ سیدھے زیادؓ کی مدد کو حضرموت چلے جاؤ، وہ روانہ ہو گئے، دوسری طرف مہاجرؓ خلیفہ کا

حکم پاکر صنعاء سے روانہ ہو چکے تھے، مارب کی قدیم بستی میں دونوں کی راہیں ملیں، مہاجرؓ فوج کا ایک حصہ لے کر پہلے چلے گئے، کچھ دن بعد عکرمہؓ باقی فوج کے ساتھ نُجَیر میں ان سے جا ملے۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۴/۲۷۱ - ۲۷۵)

اِکتفاء میں عکرمہؓ کی مُسَیلمہ سے شکست کھانے کا مطلق ذکر نہیں ہے، اِکتفاء کے راوی رِدّہ کے وقت ان کو تبالہ میں دکھاتے ہیں، تبالہ تہامۂ یمن کا اہم شہر تھا، رسول اللہؐ نے ان کو زیریں بنی عامر بن صَعصَعہ پر مُحصِّلِ زکاۃ مقرر کیا تھا، جب رِدّہ کی وباء پھیلی اور وہاں کے حالات خراب ہوئے تو عکرمہؓ اپنی فوجی کمزوری کے سبب مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ تبالہ آکر ٹھہر گئے، اور خلیفہ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ تبالہ مکہ سے عدن جانے والی اُس تجارتی شاہراہ پر واقع تھا جو طائف، نجران اور صنعاء سے ہو کر گذرتی تھی، اس کا فاصلہ مکہ سے ایک سو ساٹھ میل بتلایا گیا ہے۔" (معجم یاقوت ۲/۳۵۷ صبح الاعشٰی مصر ۱/۲۲۰) یہاں ان کو حکم ملا کہ عُمَان کے پایۂ تخت دَبا[1] جا کر اس بغاوت کو فرو کریں جو عُمَان کے بڑے رئیس لقیط ازدی نے کی تھی، عکرمہؓ جب بغاوت فرو کر چکے تو ابوبکر صدیق نے ان کو عمان کا گورنر مقرر کیا اور وہ دَبا (پایۂ تخت) میں مقیم ہو گئے۔ زیاد بن لبیدؓ کی اشعث سے جب لڑائی شروع ہوئی اور حضرموت کے اکثر قبیلے مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تو زیادؓ نے خلیفہ سے مدد مانگی۔ انھوں نے ایک طرف مہاجرؓ کو جو صنعاء میں تھے اور دوسری طرف عکرمہؓ کو جو دَبا میں تھے زیادؓ کی مدد کے لئے بھیجا۔ دَبا کا فاصلہ چوں کہ حضرموت سے بہت زیادہ تھا اور راستہ دشوار گذار، عکرمہؓ دیر سے پہنچے، نُجَیر چار دن پہلے فتح ہو چکا تھا۔ (اِکتفاء ص ۲۶۹ - ۲۷۰)

---

[1] دَبا ساحل سمندر پر ایک تجارتی شہر تھا، آج کل حکومت مسقط کے تصرف میں ہے۔ ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ا

۳۰- زیاد بن لبیدؓ کے نام

اگرچہ عکرمہؓ کی فوج شریکِ جنگ نہ ہو سکی تھی پھر بھی سالارِ اعلیٰ زیاد بن لبید نے ان کو مالِ غنیمت میں شریک کر لیا، اس کی شکایت مرکز سے کی گئی تو یہ فرمان آیا :-

"مالِ غنیمت کا حق دار صرف وہ ہے جو عملاً جنگ میں حصہ لے۔" (کنز العمال ۲/ ۲۲۳)

اس موضوع پر عمر فاروق کے بھی کئی مراسلے راویوں نے نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک کا مضمون بعینہ مذکورہ بالا خط کی طرح ہے، ان دونوں باہم مؤید خطوں کے پیشِ نظر ہمارا خیال ہے کہ فتح کے بعد وصول ہونے والی کمک خلفائے راشدین کے زمانہ میں مالِ غنیمت سے حصہ کی مستحق نہیں سمجھی جاتی تھی، ابوبکر صدیق کا مذکورہ خط امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں اور اسی مضمون کے عمر فاروق سے مروی خط کو تابعی طارق بن شہاب کی سند پر سرخسیؒ نے شرح السیر الکبیر اور بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں نقل کیا ہے، اس مضمون پر عمر فاروق کی طرف جو دوسرے خط منسوب کئے گئے ہیں، وہ یہ ہیں :-

"جو کمک تمہارے پاس مقتولین کے سڑنے گلنے سے پہلے پہنچے، اسے مالِ غنیمت میں شریک کر لو۔" (الرد علی سیر الاوزاعی از قاضی ابو یوسف مصر ص ۲ و ۲۵)

"اگر قیس بن مکشوح مرادی (جو جنگِ قادسیہ میں بطور کمک شام سے بھیجے گئے تھے اور فتح کے بعد پہنچے تھے) مقتولین کے دفن سے پہلے پہنچ گئے ہوں تو انھیں مالِ غنیمت میں شریک کر لو۔" (شعبی۔ فتوح البلدان مصر ص ۲۵۷)

۳۱۔ مہاجر بن ابی اُمیہؓ کے نام

أشعث اور ان کے قبائل کی بغاوت کا حال آپ اعثم کے راویوں کی زبانی خط رقم (۱۲) کے مقدمہ میں پڑھ چکے ہیں۔ سیف بن عمر نے طبری میں اس بغاوت کا جو ذکر کیا ہے وہ تفصیلات میں اعثم کوفی کے ذکر سے بہت کافی مختلف ہے۔ مراسلہ ذیل سیف بن عمر نے نقل کیا ہے، اس کا تعلق بھی بنو کندہ کی بغاوت سے ہے، خط کا سیاق و سباق سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیف بن عمر کے پیش کردہ حالاتِ بغاوت کا ملخص یہاں بیان کر دیا جائے:۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا بنو کندہ کی بہت سی چھوٹی بڑی شاخیں حضر موت کے مغربی اور وسطی وادیوں اور کوہستانوں میں پھیلی ہوئی تھیں، ان کا سب سے بڑا اور مقتدر قبیلہ "بنو مُعاویہ بن کندہ" کہلاتا تھا۔ اس کی آٹھ نو شاخوں کے نام ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب میں دئے ہیں (ص ۸۸) ان میں بنو حارث بن معاویہ پر اشعث کا براہ راست تسلط تھا۔ اس وقت ان شاخوں پر سات کندی رئیس حکمران تھے جن کو شاہان کندہ کی نسل سے ہونے کے سبب اُس وقت بھی "ملوک" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ بنو عمرو بن معاویہ یعنی کندی رئیسوں کے قبیلوں سے زیادؓ بن لبیدؓ کے تعلقات زکاۃ کے معاملہ میں رسول اللہؐ کے عہد ہی سے کشیدہ ہو گئے تھے، (کشیدگی کے اسباب کے لئے دیکھئے طبری ۳/۲۷۱) ان لوگوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت بھی باِدلِ ناخواستہ کی تھی۔ ایک دن جب کہ زیاد بن لبیدؓ اُن سے زکاۃ کے اونٹ وصول کر رہے تھے، ان کو ایک جوان اونٹ پسند آیا اور انھوں نے اس پر مہر لگوا کر سرکاری گلہ میں داخل کرا دیا، یہ اونٹ اس شخص کا نہ تھا جس سے زکاۃ لی گئی تھی، بلکہ اس کے بھائی کا تھا جس پر زکاۃ واجب نہ

تھی، اس شخص نے کہا میں اپنی طرف سے دوسرا اونٹ دیتا ہوں، میرے بھائی کا واپس کر دو، زیادؓ سمجھے یہ بہانہ کر رہا ہے، انھوں نے کہا اونٹ پر سرکاری مہر لگ چکی، اب یہ واپس نہیں ہوگا" اس شخص نے چلا چلا کر اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے بلایا، قبیلہ کا ایک شیخ آیا، اس نے زیادؓ سے اونٹ واپس کرنے کی سفارش کی پر زیادؓ نے سفارش نہ مانی۔ وہ شیخ مشتعل ہوگیا اور اپنے چند ساتھیوں کو لے کر گلہ میں گھسا اور اونٹ نکال کر صاحب ونٹ کو دے دیا۔ زیادؓ نے پرسنل گارڈ کی مدد سے اس شیخ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور اونٹ بھی چھین لیا۔ بستی میں ایک ہلچل مچ گئی، بنو معاویہ نے شیخ کا پارٹ لیا، حمیر اور سکون کے قبیلوں نے زیادؓ کا۔ بد امنی کی فضا پیدا ہوگئی۔ دونوں فریق جنگ کی تیاری کرنے لگے، زیادؓ بن لبید نے اعلان کیا کہ اگر بنو معاویہ ارادۂ جنگ ترک کر کے پُرامن ہو جائیں گے تو وہ شیخ اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیں گے۔ بنو معاویہ نے کہا جب تک شیخ اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑا نہ جائے گا وہ پُرامن نہ ہوں گے۔ ایک رات زیادؓ نے ان پر حملہ کر دیا، ان کے کچھ جوان مارے گئے اور باقی تتر بتر ہو گئے۔ اب زیادؓ نے شیخ اور اُس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ چھوٹنے کے بعد ان لوگوں نے زیادؓ کے خلاف سخت مہم شروع کی اور کہا جب تک زیادؓ ہیں ملک میں عافیت نہیں ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو معاویہ بڑے پیمانہ پر جنگ کے لئے مستعد ہو گئے اور کھلم کھلا زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ اکثر حمیری اور بعض کندی قبیلے جیسے (سکاسک و سکون) اسلام کے وفادار تھے، بعض جن میں اشعث کا قبیلہ شامل تھا، غیر جانب دار یا متذبذب تھے، لیکن بنو مُعاویہ بن کندہ کی اکثر شاخیں مخالفت پر کمربستہ ہو گئیں۔ بنو معاویہ کے چار رئیس برملا باغی ہو کر اپنے قبیلوں کے ساتھ کوہستانی وادیوں میں چلے گئے۔ اشعث بھی خود کو خطرہ میں گھرا پا کر مع قبیلہ کے اپنی وادی میں محفوظ

ہوگئے۔ ایک رات جب کہ بنو معاویہ کے چاروں رئیس اور ان کے ہم قوم حالات حاضرہ پر غور کرنے جمع تھے، زیادؓ بن لبید نے شبخون کرکے انھیں اور دوسرے بہت سے لوگوں کو مار ڈالا، جو بچے بھاگ گئے۔ زیادؓ ان کے بال بچوں کو قید کرکے لوٹ رہے تھے کہ ان کا گذر اشعث کی وادی سے ہوا، عورتوں نے رو رو کر اشعث سے داد فریاد کی، اشعث کی عصبیت جوش میں آگئی۔ ادھر کندی رئیسوں کے قتل سے سارے کندی اور کچھ حمیری قبیلوں میں غصہ اور انتقام کی آگ بھڑک گئی، جو کندی قبیلے متذبذب تھے وہ بھی اشعث کے ساتھ ہوگئے، اشعث کی قوت بہت بڑھ گئی، زیادؓ نے یہ دیکھ کر مہاجر بن ابی امیہؓ کو مدد کے لئے ارجنٹ خط بھیجا، مہاجر یمن میں ارتداد کا قلع قمع کرکے حضرموت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جب وہ آگئے تو اشعث سے جنگ چھڑی، اشعث ہار گئے، وہ مع اپنے ساتھیوں کے بھاگ کر نجیر کے کوہستانی قلعہ میں پناہ گیر ہوئے۔ جب اشعث اور ان کی فوجیں قلعہ بند ہوگئیں تو زیادؓ اور مہاجرؓ نے بنو کندہ کے باغی قبیلوں کی سرکوبی کے لئے رسالے بھیجے، بہت سے کندی مارے گئے اور ان کے گاؤں لوٹ لئے گئے۔ اشعث اور دوسرے محصور کندی رئیسوں کو جب ان حوادث کا علم ہوا تو انھوں نے سر پیٹ لیا، انھوں نے اپنے گیسو کٹوا دئے اور قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، لیکن پھر شکست کھائی اور دوبارہ قلعہ میں محصور ہوگئے، اشعث کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں، غذائی حالت نازک ہو چکی تھی، انھوں نے صلح کی پیش کش کی جس کو زیادؓ نے رد کردیا، اب انھوں نے امان کی درخواست کی، کہ انھیں اور ان کے نو خاندانی عمائد کو مع اہل و عیال خلیفہ کے پاس بھیج دیا جائے اور وہ اپنی صوابدید سے جو سزا چاہیں دیں، یہ درخواست مان لی گئی۔ قلعہ کے سب جوانوں کو قتل کردیا گیا۔

اس وقت خلیفہ کا یہ خط لے کر مغیرہ بن شعبہ وارد ہوئے:۔

"میرا یہ خط پانے کے بعد اگر بنو کندہ پر تم کو فتح حاصل ہو تو ان کے جوانوں کو قتل کر دینا اور بال بچوں کو غلام بنا لینا، یہ اُس صورت میں جب کہ فتح بزورِ شمشیر حاصل ہوئی ہو یا وہ اس شرط پر ہتیار ڈالیں کہ ان کی قسمت کا فیصلہ میری صوابدید سے ہو۔ لیکن اگر خط پانے سے پہلے تمھاری ان سے صلح ہو چکی ہو تو اس صورت میں قبول کی جا سکتی ہے کہ ان کو جلاوطن کر دو، میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو اسلام سے بغاوت کے بعد (چین سے) ان کے گھر اور وطن میں رہنے دوں، میں چاہتا ہوں کہ ان کو اپنی بدکرداری کا احساس ہو اور اپنے کئے کا تھوڑا مزہ چکھیں۔" (طبری ۳/ ۲۷۰ - ۲۷۴ تاریخ یعقوبی لیدن ص ۱۴۹)

۳۲ - مُہاجر بن ابی اُمیّہ کے نام

نعمان بن جون ایک کندی رئیس تھے، ان کی ایک حسین لڑکی تھی جس کا نام أسماء تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ أسماء لڑکی نہیں بہن تھی۔ وہ رسول اللہؐ سے رشتہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ رسول اللہؐ سے ملے اور کہا کہ میں ایک حسین ترین بیوہ سے آپ کی شادی کرنا چاہتا ہوں، أسماء کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ عربوں میں ایک سے زیادہ شادی کرنے کا رواج عام تھا۔ قبائلی نظام میں "تعداد" کو خاص اہمیت حاصل تھی، جو خاندان جتنا بڑا ہوتا، اور جو قبیلہ جتنا شاخ در شاخ اور گھنا ہوتا۔ قبائلی نظام میں اس کی طاقت، رسوخ اور خوش حالی اتنی ہی زیادہ ہوتی، چھوٹے خاندان نہ تو اپنے قبیلہ میں معزز سمجھے جاتے، نہ لڑائی یا بیرونی حملہ کے وقت (جس کا خطرہ ہر وقت سر پر منڈلاتا رہتا) اپنی دفاع کر سکتے۔ تعداد بڑھانے کے لئے تعددِ ازواج ضروری تھا۔ اُس کے علاوہ جس شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں

ہوتیں، اس کو ایک اجتماعی امتیاز حاصل ہوتا، وہ مال دار سمجھا جاتا، اس کی بات سنی اور مانی جاتی، قبائلی رئیسوں کی اجتماعی حیثیت تعددِ ازواج سے ناپی جاتی تھی، تعدد ازدواج کے معنی تھے کہ اپنے ماتحت قبیلہ کے علاوہ اس کی بیویوں کے سارے خاندان اس کے پیچھے ہیں اور بیرونی حملہ یا لڑائی کے وقت اس کی مدد کریں گے۔ رسول اللہؐ کے تعددِ ازدواج کا غالب مقصد بھی یہی تھا یعنی اپنی اجتماعی حیثیت بڑھانا، اور اسلام کی پشت پناہی اور اشاعت کے لئے عزیز و اقارب کا حلقہ وسیع سے وسیع تر کرنا۔

ربیع الاول ۹ھ میں رسول اللہؐ کی اسماء سے شادی ہوگئی (زرقانی بحوالہ ابن سعد) پہلی ملاقات میں رسول اللہؐ نے اسماء کے جسم پر برص کے داغ دیکھ کر طلاق دے دی، ایک روایت یہ ہے کہ جب اسماء بیاہ کر رسول اللہؐ کے گھر آئیں تو انھوں نے رسول اللہؐ سے کہا "میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔" اس قول کا ایک دلچسپ پس منظر بیان کیا گیا ہے، اسماء حسین تھیں۔ اس لئے رسول اللہؐ کی دوسری بیگموں کو حسد ہوا اور انھوں نے چاہا کہ وہ رسول اللہؐ کی بیوی نہ بنیں، جب اسماء بیاہ کر آئیں تو ایک بیوی نے کہا: اگر تم رسول اللہؐ کی چہیتی بننا چاہتی ہو تو جب تمھاری پہلی ملاقات ہو تو کہنا: "میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔" رسول اللہؐ یہ سن کر حیران ہوئے اور صبح کو نعمان سے اس کی شکایت کی۔ نعمان نے اس کی کوئی معقول یا غیر معقول تردید یا توجیہ کر دی اور لگے اسماء کی خوبیاں بیان کرنے، اسماء کی ایک بڑی خوبی انھوں نے یہ بیان کی کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوتیں۔ رسول اللہؐ کو یہ بات کھٹکی اور انھوں نے کہا: اگر خدا کی میزان میں اس کا درجہ بلند ہوتا تو کبھی نہ کبھی ضرور بیمار ہوتی۔" رسول اللہؐ نے اسماء کو طلاق دے دی۔ واللہ اعلم بکنہ الامر وصدق ھذہ الروایات

..... (اصابہ، مصر، ۳/ ۵۶۰، سیرۃ الحلبیۃ علی بن برہان الدین حلبی مصر ۲/۲۱۴ - ۲۲۴، طبری ۳/ ۱۷۹ شرح مواہب اللدنیۃ، زرقانی مصر ۲/۴۳، تاریخ ابن اثیر مصر ۲/ ۱۲۹)

اس کے بعد ہم نعمان اور أسماء کے حالات سے یکسر بے خبر رہتے ہیں حتیٰ کہ اچانک أسماء سنہ ۱۲ھ میں عدن کے افق پر ابھرتی ہیں اور عکرمہؓ بن أبی جہل اسلامی فوج کے کمانڈر عمان اور مہرہ میں ارتداد کی جڑیں کاٹتے ہوئے جب عدن پہنچتے ہیں تو اسماء سے نکاح کر لیتے ہیں۔ نکاح کے بعد عکرمہؓ زیادؓ کی مدد کرنے عدن سے یلغار کرتے ہیں اور جب یمن کے مشہور شہر جَنَد پہنچتے ہیں تو ان کی اسماء سے پہلی ملاقات ہوتی ہے، ذرا دم لے کر عکرمہؓ پھر چل پڑتے ہیں اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، سبأ کے قدیم پایۂ تخت مَارِب میں مہاجرؓ بن أبی اُمیہ سے ان کی ملاقات ہوتی ہے جو زیادؓ کی مدد کرنے صنعاء سے حضرموت چلے جا رہے ہیں، مارب میں عکرمہؓ کی فوج کے بعض لوگ غالباً صحابی، جن کو أسماء کی رسول اللہؐ سے شادی اور طلاق کا علم ہوتا ہے عکرمہؓ کو رائے دیتے ہیں کہ أسماء سے قطع تعلق کر لیں اور فوج کا ایک دوسرا فریق رشتہ کو باقی رکھنے کی تائید کرتا ہے۔ یہ معاملہ اس وقت تک معلق رہتا ہے جب تک نُجیر کی صُلح نہیں ہو جاتی، اس سے فارغ ہو کر مہاجر بن أبی اُمیہؓ خلیفہ سے أسماء کے بارے میں رُجوع کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آیا أسماء سے عکرمہؓ کا رشتہ برقرار رکھا جائے یا توڑ دیا جائے، یہ ہے ذیل کے خط کا سیاق و سباق یا یوں سمجھئے کہ یہ ہے وہ سیاق و سباق جو میری سمجھ میں آیا ہے، ہمارے راویوں نے اس موقع پر سخت ابہام و ایجاز سے کام لیا ہے، قاری پیاسا رہ جاتا ہے اور کئی اہم سوالوں کے اس کو جواب نہیں ملتے۔

"اُس کے (اسماء کے) والد نُعمان بن جَون رسول اللہؐ کی خدمت

میں حاضر ہوئے، اور اس کی اتنی تعریف کی کہ رسول اللہؐ سے (مجبور ہو کر) اسماء کو لانے کا حکم دیا، (یعنی میکہ سے جو مدینہ سے باہر تھا) جب نعمان اَسماء کو لے کر (مدینہ) آئے تو انھوں نے کہا: اَسماء کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ وہ کبھی بیمار نہیں ہوئی" رسول اللہؐ نے فرمایا: اگر خدا کی میزان میں وہ اچھی ہوتی تو کبھی نہ کبھی ضرور بیمار ہوتی" رسول اللہؐ نے اس سے منہ موڑ لیا تم بھی موڑ لو" (سیف بن عمر - طبری ۲۷۶/۳)

اس خط سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہؐ نے اسماء سے شادی کر لی تھی، صرف اتنا واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ شادی کے لئے تیار ہو گئے تھے اور شاید یہ بھی نعمان اور ان کے قبائل کی تالیف قلب کے لئے لیکن نعمان کی زبان سے آخری تعریفی جملہ سن کر انھوں نے شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔

۳۳ - مہاجر بن اُمیہ کے نام

سیف بن عمر نے اس خط کا سیاق و سباق بیان نہیں کیا، قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعۂ نجیر کے سقوط کے بعد لکھا گیا۔ مسلمانوں نے بنو کندہ کو بری طرح پامال کیا تھا، ان کے بہت سے خاندان تباہ ہو گئے تھے، اور جو لوگ زندہ رہ گئے تھے ان کے دل سخت زخمی اور جذبات شدید مشتعل تھے، تلوار اٹھانے کی تو ان میں ہمت نہ تھی، زبان چلا کر دل کا غبار نکال سکتے تھے۔ مہاجرؓ کے سامنے مختلف اوقات میں دو ڈومنیاں لائی گئیں، ایک نے رسول اللہؐ کی برائی میں شعر گائے تھے، دوسری نے مسلمانوں کی مذمت میں، مہاجرؓ نے پہلی کا ہاتھ کٹوا دیا اور سامنے کے دانت اکھڑوا دئے، ابو بکر صدیق کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے یہ مراسلہ

بھیجا:

"مجھے اُس سزا کا علم ہوا جو تم نے رسول اللہؐ کی برائی میں شعر گانے والی عورت کو دی ہے، اگر تم یہ سزا نہ دے چکے ہوتے، تو میں یقیناً تمھیں اس کے قتل کا حکم دیتا، انبیاء کے خلاف جرم کی سزا عام لوگوں کے خلاف جرم کی سزا کے برابر نہیں ہے، اگر کوئی مسلمان نبی کی توہین و تنقیص کرے گا تو اس کو مرتد کی سزا دی جائے گی، اور اگر کوئی معاہد ایسا کرے تو اس کے معنی ہوں گے کہ اس نے عہد توڑ دیا اور مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۳/ ۲۷۷)

۳۴ - خط کی دوسری شکل

جس مُغَنِیّہ نے مسلمانوں کی مذمت میں شعر گائے تھے، مہاجرؓ نے اس کو بھی وہی سزا دی جو رسول اللہؐ کی ہجو میں شعر گانے والی کو دی تھی، ابو بکر صدیق کو یہ معلوم ہوا تو وہ مہاجرؓ پر سخت برہم ہوئے، رسول اللہؐ کی بے حرمتی کی وہ سخت سے سخت سزا دینے کو تیار تھے لیکن مسلمان کی بے حرمتی کرنے والے کو سخت جسمانی سزا دینا یا اس کا مُثلہ کرنا ان کی نظر میں ظلم عظیم اور انسانیت سے گرا فعل تھا، چنانچہ انھوں نے مہاجرؓ کو یہ مراسلہ بھیجا جس میں نصیحت اور عتاب دونوں کی آمیزش ہے:-

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اس عورت کا ہاتھ کٹوا دیا اور اس کے اگلے دانت اکھڑوا دئے جس نے مسلمانوں کی ہجو میں شعر گائے تھے، صحیح طریق کار یہ تھا کہ اگر ہجو کرنے والی مسلمان ہوتی تو اس کو ڈانٹ پھٹکار دیا جاتا (اور مُثلہ سے کم سزا دی جاتی) اور اگر ذِمّیہ ہوتی تو میری

جان کی قسم تم جب اُس کے شرک جیسے جرم عظیم پر چشم پوشی کر چکے، تو ہجو تو اس کے مقابلہ میں معمولی بات ہے۔ اگر میں ہجو کی سزا کے بارے میں تم کو پہلے ہدایت کر چکا ہوتا (اور پھر بھی تم وہ سزا دیتے جو تم نے دی) تو تمھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا، (یعنی معزول کر دئے جاتے، یا مالی تاوان دینا پڑتا) بردباری اور نرم مزاجی اختیار کرو، مُثلہ کی سزا نہ دو، مُثلہ سنگین گناہ ہے، اور اسلام سے منحرف کرنے والا تشدد، صرف "عضوی قصاص" کے طور پر مُثلہ کی سزا دی جا سکتی ہے" .... (سیف بن عمر۔ طبری ۳/ ۲۷۷)

۲۵ - خط کی تیسری شکل

اس موضوع پر ایک خط انساب الاشراف (مصوّر) میں بلاذری نے بھی نقل کیا ہے۔ اس کے راوی مدائنی کہتے ہیں کہ فتح نجیر کے بعد مہاجر بن ابی اُمیہ کے پاس ایک ڈومنی لائی گئی جس نے رسول اللہؐ یا مسلمانوں کی نہیں بلکہ ابوبکر صدیق کی ہجو میں شعر گائے تھے، مہاجرؓ نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا (دانت اکھڑوانے کی ہدی خبر نہیں دیتے) اس واقعہ کی خبر ابوبکر صدیق کو ہوئی تو وہ بہت آزردہ ہوئے اور مہاجرؓ کو یہ خط بھیجا:-

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ایک عورت کو پکڑا جس نے مجھے گالیاں دی تھیں، اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا، خدا نے تو شرک جیسے جرم عظیم کا انتقام نہیں لیا اور مُثلہ کی سزا تو کھلے کفر تک میں نہیں دی" (نفسمت حقاً وعلمت بجبن؟) میرا یہ خط پا کر اپنے معاملات میں آئندہ بردباری اور نرمی سے کام لینا اور کبھی مُثلہ نہ کرنا،

کیوں کہ یہ بڑا گناہ ہے، خدا نے اسلام اور اہل اسلام کو طیش اور شدت غضب سے پاک کر دیا ہے، رسول اللہؐ کے ہاتھ ایسے لوگ آئے جنہوں نے انھیں ستایا تھا، ان کو گالیاں دی تھیں، وطن سے نکالا تھا اور جنگ کی تھی، لیکن آپ نے کبھی ان کا مثلہ نہیں کیا۔"
(أنساب الاشراف مصوّر جامعۃ الدول العربیۃ قاہرہ، ۹/۱۹۱)

۳۶ - سالاران ردّۃ کے نام

عُمان، یمن، حضرموت وغیرہ میں جب ردہ کی وبا دور ہوئی اور اسلام کا اقتدار دوبارہ قائم ہو گیا تو ان علاقوں میں سرکاری عہدوں اور انتظام کے لئے عملہ کی ضرورت پڑی اور یہ سوال پیدا ہوا کہ کس کو قبائلی نمایندگی اور سرکاری خدمت سونپی جائے اور کس کو نہیں، تو اس سلسلہ میں خلیفہ نے ایک عام پالیسی وضع کی اور ذیل کا مراسلہ سارے سالاران ردہ کو بھیجا:

"سرکاری خدمت کے لئے میں ان لوگوں کو سب سے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں جو نہ تو خود مرتد ہوئے ہوں اور نہ ان کا تعلق ایسے لوگوں سے ہو جو اسلام سے منحرف ہوئے ہوں: آپ سب اسی اصول پر عمل کیجئے اور بس ان ہی لوگوں کو مقرب بنائیے اور عہدے دیجئے۔ فوج کے جو مسلمان وطن لوٹنا چاہیں ان کو اس کی اجازت دیجئے اور جو عرب مرتد رہ چکے ہوں ان سے دشمن کی لڑائی میں مدد نہ لیجئے۔" (طبری ۳/ ۲۷۶)

۳۷ - خالد بن ولیدؓ کے نام

یہ خط اکتفاء سے ماخوذ ہے ۔ سیف بن عمر (ناقل خط) نے ان الفاظ میں اس کا افتتاح کیا ہے : جب ابوبکر صدیق مرتد عربوں کی سرکوبی سے فارغ ہو چکے اور ان کی بستیاں اسلامی فوجوں نے اپنی حراست میں لے لیں ۔ تو انھوں نے خالد بن ولیدؓ کو لکھا :-

" مسلمانوں کو وطن لوٹنے کی اجازت دے دو ۔ اگر کوئی خوشی سے تمھارے ساتھ رہنا چاہے تو خیر ورنہ کسی کو ٹھیرنے پر مجبور نہ کرو، اور اپنی کسی جنگ میں ایسے شخص سے فوجی خدمت نہ لو جو لڑنا نہ چاہے تمھارے قریب میں بنو تمیم، بنو قیس اور بکر بن وائل کے جو قبیلے آباد ہوں ان کو دعوت دو کہ یمامہ کی افتادہ اراضی کی کاشت کریں، کیوں کہ مفتوحہ ملک کی افتادہ اراضی کے مالک اللہ اور رسول ہیں، جو شخص اس کا کوئی حصہ کاشت کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی۔"

(اکتفاء، تالیف اندلسی مؤلف کلاعی بلنسی، مخطوط، رقم ۵۲۷، ص ۳۵۰، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ ۔)

۱۔ فتوحاتِ عراق

محاذِ عراق سے متعلق ابوبکر صدیق کے خطوط کے دو بنیادی ماخذ ہیں "
تاریخ طبری (تیسری۔ چوتھی صدی ہجری) اور فتوح الشام ازدی بصری
(تیسری صدی ہجری)۔ اس سلسلہ میں طبری نے جو خطوط اور ان کا سیاق سباق
پیش کیا ہے وہ بیشتر سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہے" اور فتوح الشام کے
مصنف نے جو خطوط پیش کئے ہیں وہ دوسرے شیوخ روایت سے ماخوذ ہیں۔
اس لئے طبری اور فتوح الشام میں بیان کردہ خطوط ایک دوسرے سے کیا
باعتبار مضمون اور کیا باعتبار سیاق و سباق مختلف ہوگئے ہیں، اگرچہ اس اختلاف
کو تقابلی مطالعہ اور تفسیر و تعبیر کی مدد سے دور یا کم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ
طبری میں سیف کے بیانات کتر بیونت اور تقدیم و تاخیر کے ساتھ بیان ہوئے ہیں
جس سے واقعات کہیں مبہم اور کہیں بے ربط ہو گئے ہیں۔ اس نقص کو کسی حد
تک اکتفاء نے دور کر دیا ہے۔

۳۸۔ خالد بن ولیدؓ کے نام

جب خالدؓ یمامہ فتح کر چکے[1] تو ابوبکر صدیق نے ان کو لکھا:۔

---

[1] ۱۱ھ کے آخر یا ۱۲ھ کے شروع میں۔

"میں تم کو جنگ عراق کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں اُن لوگوں کی ایک فوج مرتب کرو جو اسلام پر قائم ہیں۔ یمامہ سے عراق تک تمھارے راستہ میں قبائل تمیم، قیس، اسد، بکر بن وائل اور عبدالقیس کے جو مرتد آئیں ان سے جنگ کرو۔ ان سے فارغ ہو کر فارس (عراق) کی طرف پیش قدمی کرو اور اللہ عزوجل سے فتح و کامرانی کی دعاء مانگو۔ عراق میں داخل ہو کر سب سے پہلے فرجِ ہند (بندرگاہ اُبُلّہ[1]) کو فتح کرو۔ فارسیوں اور ان اقوام کے ساتھ جو فارسی حکومت کی رعایا ہوں، تالیف قلب کرو، (تاکہ وہ اسلام لے آئیں یا اس کے خیر خواہ ہو جائیں)۔ تم سے کوئی ظلم ہو تو مظلوم کو خود سے پورا پورا حق لینے کا موقع دو، تمھارا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس کو لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ہم خدا سے ملتجی ہیں کہ جن لوگوں کو ہماری برادری میں داخل کرے، ان کو اسلام کا بہترین پیرو بنائے۔ اگر تم کو خدا کی عنایت سے اُبلّہ میں فتح نصیب ہو تو عراق (یعنی بالائی عراق) کا رخ کرو اور عیاض (بن غَنْم) سے مل جاؤ۔"

(شعبی اور ہشام بن عروہ۔ اکتفاء ص ۳۵۰)

۳۹۔ خط کی دوسری شکل

جب خالدؓ یمامہ کی مہم سے فارغ ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ نے ان کو لکھا:-

"عراق کی طرف پیش قدمی کرو اور اس کے حدود میں گھس جاؤ۔ سب سے پہلے فرجِ ہند (اُبُلّہ) کی فتح پر ہمت مبذول کرو۔ اہل

---

[1] دیکھئے نقشہ ۱

فارس اور ان اقوام کی جو ان کے ملک میں ہوں تالیف قلب کرو۔"
(سیف بن عمر۔ طبری ۲/۴)

۴۰۔ خط کی تیسری شکل

اس کے راوی اول سے آخر تک وہی ہیں جو مراسلہ رقم ۳۹ کے ہیں، پھر بھی دونوں خطوں کے مضمون میں بیّن فرق ہے، اس بات کا غالب قرینہ ہے کہ الگ الگ بیان کئے ہوئے یہ دونوں خط ایک ہی مراسلہ کے حصے ہوں:

"خدا نے یمامہ میں تم کو فتح عطا کی، اب عراق (بالائی عراق) کی طرف بڑھو حتیٰ کہ عیاض (بن غنْم) سے مل جاؤ۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۲/۴)

۴۱۔ عِیاض بن غَنْم کے نام

اس مراسلہ کا سیاق و سباق یہ ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ نے خالدؓ کو یمامہ سے عراق جانے کا حکم بھیجا تو اس کے ساتھ ہی دوسرا فرمان صحابی عِیاض بن غَنْم کو ارسال کیا۔ عِیاض اس وقت بناج اور حجاز کے درمیان تھے، کس قرینہ سے یہ ہمیں نہیں معلوم، شاید کسی مہم پر بھیجے گئے ہوں۔ ان کو حکم دیا گیا کہ مغرب کا رُخ کرو اور بادیۂ شام میں مُصیّخ کی عرب عیسائی بستیوں کو فتح کر کے شمال مشرق کی طرف بڑھو اور بالائی عراق کے وہ قصبے اور چھاؤنیاں جو عرب عراق سرحد پر واقع ہیں فتح کرتے ہوئے حیرہ[1] کا قصد کرو۔ دوسری طرف خالدؓ کو ہدایت تھی کہ زیریں عراق کے سرحدی علاقے فتح کرتے ہوئے حیرہ کی طرف بڑھیں۔ خلیفہ نے یہ تصریح بھی کی تھی کہ دونوں میں سے جو سالار پہلے حیرہ[1] فتح کرے گا وہی وہاں کا

[1] عرب۔ عراق سرحد سے کے وسط سمٰوات کے مغرب اور نجف سے چند میل جنوب مشرق میں

والی مقرر ہوگا۔ اسکیم یہ تھی کہ اس طرح عرب۔عراق سرحد کے دونوں جانب واقع ہونے والے دیہاتوں کو رام کرکے اور وہاں کے فوجی نقطوں پر قبضہ کرکے دوسرا قدم مدائن (پایۂ تخت کسریٰ، وسط عراق) کی فتح کے لئے اٹھایا جائے اور یہ مہم اس سالار کے سپرد کی جائے جو حیرہ پہنچنے کی دوڑ میں ناکام رہے۔

"اپنی فوج کے ساتھ مُصَیَّخ جاؤ، اور سب سے پہلے اس کی فتح پر توجہ مرکوز کرو اس کے بعد بالائی عراق میں داخل ہو (اور وہاں کے دیہاتوں اور فوجی نقطوں کو زیرنگیں کرتے زیریں عراق کی طرف بڑھو) حتیٰ کہ خالدؓ سے مل جاؤ۔ تمھاری فوج کے جو مسلمان گھر لوٹنا چاہیں ان کو اجازت دے دو اور جو شخص شریک جنگ ہونا پسند نہ کرے (وطن لوٹنے کی لگن میں) اس سے فوجی خدمت نہ لو۔"

(سیف بن عمر۔ طبری۔ ۴/۴)

۴۳۔ خط کی دوسری شکل

"مُصَیَّخ کی طرف پیش قدمی کرو۔ مُصَیَّخ تک تمھارے راستہ میں جو مسلمان قبیلے آئیں ان کو فوج میں بھرتی کرکے سب سے پہلے ان لوگوں سے لڑو جو اسلام سے منحرف ہوں۔ ان سے فارغ ہو کر بالائی عراق میں داخل ہو اور وہاں سے (زیریں عراق کی طرف) فتوحات کرتے خالدؓ سے مل جاؤ۔" (الاکتفاء ص ۳۵۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لخمی عرب۔ عیسائی بادشاہوں کا یہ شہرۂ آفاق پایۂ تخت واقع تھا ہجرت سے کوئی بیس برس پہلے کسرویٰ حکومت نے حیرہ اور اس کے ماتحت علاقہ (جو فرات کی مغربی ترائی میں تھا) اپنے تصرف میں لے لیا تھا وہاں فارسی گورنر رہتا تھا، مدائن جانے والی شاہراہ حیرہ ہو کر گذرتی تھی، اور اس کے آس پاس فوجی چوکیاں تھیں۔ معجم البلدان یاقوت پہلا اڈیشن ۳۷۶/۲، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ذکر حیرہ ۳۱۴/۲۔

۴۳ - خالدؓ بن ولید اور عِیاض بن غَنْم کے نام

"جو لوگ اہل رِدَّہ سے لڑے ہوں اور جو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلام پر قایم رہے ہوں، ان سب کو شریک جنگ ہونے کی دعوت دو۔ میرے اگلے فیصلہ تک کوئی شخص جو مرتد رہ چکا ہو ہرگز لڑائی میں شریک نہ ہو۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۴/۴)

۴۴ - خالد بن ولیدؓ اور عِیاض بن غَنْم کے نام

"خدا سے مدد اور فتح کی دعاء مانگو اور اس سے ڈرو۔ آخرت کی کامرانی کو دنیا کی کامرانی پر ترجیح دو۔ خدا کے فرماں بردار ہوگے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں میں بامراد رکھے گا، دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو ورنہ دنیا تمہیں زیر کردے گی خدا کے نافرمان ہوگے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی سے تم کو محروم کر دے گا، کس قدر حقیر ہو جاتے ہیں بندے خدا کی نظر میں جب اس کی نافرمانی کرتے ہیں!" (إکتفاء ص ۲۵۰)

۴۵ - خالد بن ولیدؓ اور عِیاض بن غَنْم کے نام

سیف بن عمر اور ان کے راوی اس خط کو اس مراسلہ کا تتمہ قرار دیتے ہیں جو خلیفہ نے خالدؓ کو زیریں عراق اور عیاضؓ کو بالائی عراق سے حیرہ پہنچنے کے لئے تحریر کیا تھا اور جس میں یہ تصریح بھی تھی کہ دونوں میں سے جو بھی پہلے فتح کرے گا وہاں کا گورنر بنا دیا جائے گا۔ یہ حصہ راویوں نے صیغۂ غائب میں بیان کیا ہے اور الا حصہ صیغۂ مخاطب میں۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مراسلہ زیر بحث کی اسناد میں کچھ راوی سے ہیں یعنی اس کی اور خطوط رقم ۲۸ اور ۳۰ کی اسناد بالکل

ایک نہیں ہے، اگر بالکل ایک ہوتی تو خط زیر بحث کو رقم ۲۸ اور ۳۰ کا تتمہ بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔

تتمہ کا مضمون: جب تم دونوں حیرہ میں جا ملو اور اس سے پہلے تم فارسی عسکری چوکیوں کو صاف کر چکے ہو گے اور مسلمانوں پر پشتی حملہ کی طرف سے بے خوف ہو چکے ہو گے، اس وقت تم میں سے ایک سالار حیرہ میں مقیم مسلمانوں اور وہاں تمہارے نمایندہ گورنر کی حفاظت کے لئے رہ جائے اور دوسرا خدا اور تمہارے دشمن فارسیوں کے دار السلطنت اور ان کی قوت و شوکت کے مرکز مدائن پر یورش کر دے۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۴/۵)

۴۶۔ خالد بن ولیدؓ اور اُن کی فوج کے نام

جس وقت ردّہ کی آندھی چلی یعنی ۱۱ھ کے ربع اول میں تو اس کے لگ بھگ عرب، عراق سرحد[1] پر بسنے والے قبائل ربیعہ کے ایک سردار نے جس کا نام مُثنّی بن حارثہ تھا، عراق کی شاداب سرزمین پر ترکتازی شروع کر دی تھی۔ اس ترکتازی کے اسباب خوش قسمتی سے ہمیں معلوم ہیں۔ ایران کے مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کے زمانہ میں بحر قلزم کی ساحلی پٹی تہامہ میں شدید قحط پڑا جس سے مجبور ہو کر وہاں کے قبائل ربیعہ جلا وطن ہو گئے اور عرب۔ عراق سرحد[1] پر آ کر اُترے۔ اس علاقہ پر فارسی تسلط تھا۔ نوشیرواں نے ان کے لیڈروں کا ایک وفد دریافت حال کے لئے طلب کیا۔ وفد نے کہا ہم قحط سے مجبور ہو کر آپ کے سرسبز علاقہ میں آئے ہیں اور یہاں رہنا چاہتے ہیں۔ نوشیرواں نے وعدہ لے کر کہ ان کے ہم قوم

[1] دیکھئے نقشہ۔

پرامن اور باضابطہ زندگی بسر کریں گے، رہنے کی اجازت دے دی۔ ربیعہ کی شاخیں سارے عرب۔عراق سرحد پر پھیل گئیں اور عرصہ تک ان کو فارسی حکومت سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ یزدجرد کی تاجپوشی کے بعد[1] فارسی فوجی ڈسپلن خراب ہو گیا اور فارسی فوجی حکام قبائل ربیعہ پر دست درازی کرنے لگے۔ ان کے ظلم کا جواب دینے ربیعہ کی شاخ شیبان کا ایک سردار جس کا نام مثنیٰ بن حارثہ تھا کھڑا ہوا۔ اس کی خاندانی بستیاں حیرہ کے قریب تھیں۔ مثنیٰ سرحد پار کر کے زیریں عراق کے گاؤں پر چھاپے مارتے اور مویشی اور غلہ لوٹ لے جاتے۔ ان کی سرگرمیوں کی خبر ابوبکر صدیق کو ہوئی جو اس وقت اہل ردہ کی سرکوبی میں مصروف تھے تو وہ محظوظ ہوتے۔ انھوں نے مثنیٰ کے حالات اور حسب نسب معلوم کر کے ایک جھنڈا اور مراسلہ بھیجا جس میں مثنیٰ کی حوصلہ افزائی کی تھی اور فارسیوں کے خلاف مہم جاری رکھنے کی تلقین۔ (فتوح اعثم کوفی ممبئی ۱۸۸۱ء ص ۱۶) اور ایک روایت ہے کہ مثنیٰ خود مدینہ آئے اور خلیفہ سے کہا: مجھے میری قوم کا سالار بنا دیجئے، وہ اسلام لے آئے ہیں میں ان کو لے کر فارسیوں سے لڑوں گا، اور اپنے قریب کا فارسی علاقہ آپ کی طرف سے فتح کر لوں گا"...... (فتوح الشام ازدی بصری، اڈیٹر ڈبلو، این لیس ۱۸۵۳ء کلکتہ ص ۴۵) خلیفہ نے باضابطہ طور پر مثنیٰ کو ان کی قوم کا سالار مقرر کر دیا۔ اب ان کو خلافت کی سند اور پشت پناہی حاصل ہو گئی، اس سے ایک طرف تو ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور دوسری طرف ان کا سارا قبیلہ ان کے زیر فرمان آ گیا۔ وہ پہلے سے زیادہ بڑے پیمانہ پر عراق کے دیہاتوں اور بازاروں پر غارت گری کرنے لگے۔ قریب ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ افسوس ہے ہمارے

---

[1] یہ تفصیل تاریخ التواریخ کے مؤلف نے دی ہے جلد ۲، قسم ثانی ص ۱۳۸

مورخوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ سال کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہو گیا، گمان غالب ہے کہ سلاھ کے نصف آخر میں کسی وقت ختم ہوا ہو گا۔ مثنیٰ کی طاقت اور وسائل بڑھ گئے اور انھوں نے اپنے چچازاد بھائی سُوید بن عُقبہ کو سواروں کے چند دستے دے اور شطُّ العرب یعنی دجلہ۔ فُرات کے سو میل لمبے ڈیلٹا کے دیہاتوں اور چھاؤنیوں پر غارت گری کرنے بھیجا۔ اب تک مثنیٰ کا مقابلہ سرحد عراق کے رئیسوں اور فوجی نقلوں کے افسروں سے ہوتا تھا، اس نئے محاذ کے کھلنے سے ڈیلٹا کے اہم آبی اور بری راستوں اور اُس عظیم بندرگاہ پر خطرہ منڈلانے لگا جہاں چین، ہند، عراق۔ فارس اور شام کا سامان لادا اور اُتارا جاتا تھا، یہ اُبُلّہ نامی بندرگاہ تھا جو ڈیلٹا کی بر عرب پر واقع ہونے والی ایک خلیج پر آباد تھا۔ مرکزی حکومت کو مداخلت کرنا پڑی اور فارسی فوجیں مرکز کے مامور کردہ سالاروں کی کمان میں عربوں کی گوشمالی کے لئے مامور کی گئیں۔ مثنیٰ اور سُوید دونوں کمزور پڑ گئے اور ان کی جارحانہ سرگرمیاں سکڑ گئیں۔ مثنیٰ نے خلیفہ کو حالات سے مطلع کیا اور رسد طلب کی۔ اس وقت خالدؓ، مسیلمہ کا قصہ پاک کر کے یمامہ میں براجمان تھے، یمامہ کی فتح مورخین عراق (مدائنی وغیرہ) سلاھ (غالباً آخر سال) بتاتے ہیں اور ابن اسحاق وغیرہ ربیع الأول سلاھ۔ (دیکھئے طبری ۳/۲۶۱، و تاریخ یعقوبی (اڈیٹر ہوتسما لیدن) ۲/۱۴۶، والاکتفاء مخطوط دار الکتب قاہرہ ص ۲۶۲ و فتوح البلدان بلاذری ص ۹۷) ابوبکر صدیقؓ نے مراسلۂ ذیل لکھا اور خالدؓ کو عراق کی مہم کا سالارِ اعلیٰ مقرر کر کے مثنیٰ کی پشت پناہی کے لئے بھیجا۔ مورخ عُمر بن شَبّہ (طبری ۴/۳) کی رائے ہے کہ خالدؓ کو محاذِ عراق پر بھیجنے کی کاروائی محرم سلاھ میں عمل میں آئی، اس حساب سے فتح یمامہ یقیناً سلاھ کے آخر میں ہوئی ہو گی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ عبداللہ ابوبکر خلیفہ رسول اللہؐ کی طرف سے خالد بن ولیدؓ اور ان کے ساتھ جو مہاجر، انصار اور تابعین ہیں سب کو سلام علیک ۔ میں اس اللہ کا سپاس گذار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ تعریف ہے اس خدا کی جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، جس نے اپنے دین کی مدد کی، جس نے اپنے ہوا خواہوں کو قوت و عزت عطا کی، جس نے اپنے دشمن کو ذلیل کیا، اور جو اکیلا متحدہ پارٹیوں پر غالب آ گیا ۔ بلاشبہ اُس خدا نے جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے کہ اُن کو زمین کا وارث بنا دے گا، جس طرح اس نے اُن سے پہلے مومنوں اور نکوکاروں کو وارث بنایا تھا ۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس دین کو ان کی (فلاح و بہبود) کے لئے مستحکم بنا دے گا جسے اس نے اس کے لئے پسند کیا ہے، اور یہ کہ ان کو خوف و ہراس میں رہنے کے بعد امن و عافیت سے بہرہ ور کرے گا" یہ مومن میری پرستش کرتے ہیں اور میری وفاداری اور اطاعت میں کسی اور کو بالکل شریک نہیں کرتے ۔ اس وعدہ کے بعد بھی جو لوگ کفر کریں تو وہ فاسق ہیں (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ، وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا، يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا، وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) یہ ایسا وعدہ ہے جو

جھوٹا ہونے والا نہیں، اور نہ اس میں شک کی گنجائش ہے۔ خدا نے مومنین پر جہاد فرض کیا ہے، چنانچہ وہ صاحبِ عزت ہستی فرماتا ہے: تم پر جنگ و قتال لازم کیا گیا اور وہ تمھیں ناپسند ہے، اس بات کا پورا احتمال ہے کہ تمھیں کوئی بات پسند نہ ہو، لیکن حقیقت میں وہ تمھارے لئے مفید ہو، جیسا کہ اس بات کا احتمال ہے کہ تمھیں کوئی بات پسند ہو لیکن حقیقت میں وہ تمھارے لئے مضر ہو۔ ہونے والے فائدہ یا نقصان کا علم بس اللہ کو ہے، تمھیں نہیں۔ (کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم، وعسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم، وعسی ان تحبوا شیئاً۔ وھو شر لکم، واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۔ قرآن) پس خدا سے وہ وعدہ پورا کرنے کی درخواست کرو جو اس نے تم سے کیا ہے اور جو فرض تم پر عائد کیا ہے اس کو انجام دے کر اس کی اطاعت کرو، چاہے ایسا کرنے سے کتنی ہی پریشانی اٹھانی پڑے اور کیسے ہی مصائب جھیلنا پڑیں، اور گھر بار سے تمھیں کتنا ہی دور ہونا پڑے، اور کتنا ہی جان و مال کی قربانی دینا پڑے۔ یہ سب خدا کے ثوابِ عظیم کے مقابلہ میں معمولی باتیں ہیں۔ ہم کو صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ شہیدوں کو قیامت کے دن جب اٹھائے گا تو وہ تلواریں کھینچے ہوں گے، وہ خدا سے جو آرزو بھی کریں گے خدا پوری کرے گا اور اُن کی ممنونیت کا یہ حال ہوگا کہ وہ تمنا کریں گے کہ ایک بار پھر دنیا میں انھیں لوٹا دیا جائے اور راہِ خدا میں ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں، اور اُن کی سب مرادیں برآئیں گی، اور وہ نعمتیں اُن کو ملیں گی،

جن کا انھوں نے تصور بھی نہ کیا ہوگا، ایک شہید جنت میں داخل ہوکر اس سے بہتر کیا تمنا کرسکتا ہے کہ اس کو خدا دنیا میں پھر لوٹا دے، خدا آپ پر رحم کرے، راہِ خدا میں جہاد کرنے نکل جائیے، خواہ نہتے ہوں یا مسلح اور اپنے مال وجان سے خدا کے راستہ میں جہاد کیجئے" اس میں آپ کے لئے خیر و برکت ہے اگر آپ کو خیر و برکت کا صحیح تصور ہو (تو اس حقیقت کو سمجھ لیں گے) میں نے خالد بن ولید کو عراق جانے کا حکم دیا ہے جس کو وہ اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا دوسرا حکم نہ صادر ہو۔ ان کے ساتھ آپ لوگ چل دیجئے، جانے سے بالکل مت کسمسائیے، خلوص سے جہاد کرنے والے اور کارِ خیر کو شوق سے انجام دینے والے کو خدا اجرِ عظیم عطا کرتا ہے۔ جب آپ عراق پہنچیں تو وہاں ٹھہریئے یہاں تک کہ میرا اگلا حکم آئے۔ خدا دنیا اور آخرت کے اہم امور کو ہماری اور آپ کی طرف سے ٹھکانے لگائے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ" (فتوح الشام ازدی بصری ص ۴۶-۴۷)

۴۷- مذعور بن عدیؓ کے نام

ازدی نے فتوح الشام میں خط کا افتتاح ان چند لفظوں میں کیا ہے:

مذعور بن عدی، بنو عجل کے سردار تھے، مثنیٰ کے زمانہ میں فارسیوں سے لڑنے نکلے اور ابوبکر کو خط لکھا (جو ذیل میں پڑھئے)۔ فتوح الشام ازدی میں مثنیٰ کا خلیفہ کے نام ایک مراسلہ بیان ہوا ہے جس میں انھوں نے شکایت کی ہے کہ مذعور جو میری قوم کے آدمی ہیں ایک چھوٹی سی جماعت لے کر میرے حریف بن بیٹھے ہیں

اور میری مخالفت کرتے ہیں (ص ۵۳) الکتفاء نے نئے انکشافات کئے ہیں جو سیف بن عمر سے ماخوذ ہیں اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب۔ عراق سرحد پر تنہا مثنیٰ ہی نہیں بلکہ تین مزید عربی سردار فارسی دیہاتوں اور مسلح نقطوں پر ترکتاز کیا کرتے تھے۔ ان کے نام ہیں: مذعور بن عدی، حرملہ بن مُرَیطہ اور سلمیٰ بن قین، آخر الذکر دونوں مہاجر صحابی تھے، مثنیٰ اور مَذعور اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہ سے ملاقات کر چکے تھے۔ یہ چاروں ابو بکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے (غالباً ۱۱ھ کے آخری اور ۱۲ھ کے ابتدائی ایام میں) حرملہ اور سلمیٰ نے کہا: ہم لوگ جو بنو تمیم اور بنو بکر کے قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں، فارسیوں سے لڑنے کے عادی ہیں، ہم نے اُن پر ایسی چوٹیں لگائی ہیں کہ انھوں نے اپنے بچاؤ کے لئے خندقیں کھود لی ہیں، دریا اور نہروں کا پانی چھوڑ کر دلدل کر دی ہے اور ہمارے مقابلہ کے لئے محلوں کو مسلح کر لیا ہے، ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔" ابو بکر صدیق نے اجازت دی اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے متبعین کا سالار بنا دیا اور اس بات کی سرکاری سند عطا کی کہ جو جتنا فارسی علاقہ فتح کرے گا اس کا حاکم تسلیم کر لیا جائے گا۔ سیف بن عمر کہتے ہیں کہ حرملہ اور سلمیٰ سب سے پہلے مسلمان عرب تھے جو فارسی سرزمین پر جہاد کے لئے نکلے تھے۔ یہ چاروں قائد مدینہ سے واپس ہوئے اور زیریں دوسطی عرب۔ عراق سرحد پر الگ الگ مورچے بنا کر فارسی دیہاتوں اور چھاؤنیوں پر حملے کرنے لگے۔ مورچوں اور اُن ایرانی جنرلوں کے نام بھی الکتفاء میں مذکور ہیں جو ان تمیمی اور بکری سرداروں سے رزم آرا ہوئے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے پڑھا الکتفاء کا بیان مَذعور کے آزاد اور خود مختار سالار ہونے کی خبر دیتا ہے، نیز اس بات کی کہ وہ خلیفہ سے ملاقات کر چکے تھے اور ان کو فارسیوں کے خلاف مورچہ بنانے کی دربارِ خلافت سے

باضابطہ اجازت مل چکی تھی۔ اس کے برخلاف فتوح الشام میں بیان کردہ مثنی کے شکایتی خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مذعور خلیفہ کے لئے اجنبی شخصیت ہیں اور یہی نتیجہ خود مذعور کی اس عرضداشت سے بھی نکلتا ہے :

"میں بنو عجل کا جو بڑے شہسوار اور جنگجو عرب ہیں، ایک فرد ہوں۔ میرے خاندان کے بہادر میرے ساتھ ہیں، ان میں کا ہر فرد دوسرے سو آدمیوں پر بھاری ہے۔ میں مرد کارزار ہوں، فارسی علاقہ کے جغرافیہ سے خوب واقف ہوں۔ مجھے سواد (یعنی عراق کے مزروعہ اور سرسبز علاقہ) کا والی بنا دیجئے، میں آپ کی طرف سے اس کو فتح کرلوں گا۔" (فتوح الشام ازدی بصری ص۵۳)

خلیفہ کا جواب :-

"تمہارا خط موصول ہوا، تمہاری لکھی باتیں میں نے سمجھیں۔ تم ویسے ہی ہو جیسا تم نے اپنے بارہ میں لکھا ہے اور تمہارے خاندان میں بھی بڑی خوبیاں ہیں۔ میری رائے ہے کہ تم خالد بن ولید سے جا ملو اور جب تک وہ عراق میں رہیں اُن کے ساتھ عراق میں رہو اور وہ جب دوسرے محاذ پر جائیں تو تم بھی ان کے ہمراہ چلے جاؤ۔"

۸۴ — اس کے ساتھ ہی ابوبکر صدیق نے مثنی کو ان کے شکایتی مراسلہ کا یہ جواب لکھا :-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح ہو کہ تمہارے ہم قوم عجلی نے مجھے خط لکھا تھا جس میں کچھ درخواستیں کی تھیں۔ میں نے ان کو

لکھ دیا ہے کہ میرے اگلے فیصلہ تک خالد بن ولید کی فوج میں رہیں۔
میں تم کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ جب تک خالد عراق میں ہیں تم کہیں
اور نہ جانا۔ جب وہ دوسرے محاذ پر چلے جائیں تو تم پھر اس جگہ
ڈٹ جانا جہاں پہلے تھے تم ہر ترقی کے اہل اور ہر عنایت کے
مستحق ہو۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ" (فتوح الشام
ازدی بصری ص ۵۳)

۲۔ فتوحاتِ شام

اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ابوبکر صدیق نے ۱۲ھ کے حج سے واپس آکر محرم ۱۳ھ میں شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حج کے زمانہ میں انھوں نے چڑھائی کا ارادہ مصمم کرلیا تھا۔ چڑھائی کے اسباب و محرکات کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ حج سے واپسی پر صحابی شرحبیل بن حسنہ نے ایک خواب بیان کیا جس کی تعبیر تھی کہ خلیفہ شام پر حملہ کر کے اُسے فتح کرلیں گے، دوسرا قول ہے کہ انھوں نے فرض جہاد کی ادائیگی اور اشاعتِ اسلام کے لئے چڑھائی کی۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا طاقت ور اور بنیادی محرک رسول اللہ کی وہ پیش گوئیاں تھیں جن میں انھوں نے خوش خبری دی تھی کہ عنقریب قیصر اور کسریٰ کی حکومت اور خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں گے اور ان کی اقتصادی زبوں حالی کا خاتمہ ہوگا۔ ابوبکر صدیق کو رسول اللہ پر بے پایاں اعتقاد تھا اور وہ ان کی پیش گوئی کو ایک شدنی حقیقت تصور کرتے تھے۔ خاص شام کے بارے میں رسول اللہ کی ایک پیش گوئی صحابی عبداللہ بن حوالہ کی زبانی سُنئے: ہم لوگوں نے ایک دن رسول اللہ سے اپنے شدید افلاس و ناداری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: میں تمھاری ناداری سے زیادہ تمھاری آنے والی خوش حالی سے اندیشہ مند ہوں، بخدا یہ اسلام اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ فارسیوں، رومیوں اور حمیریوں کے ملک فتح نہ ہو جائیں گے اور تمھاری تین بڑی چھاؤنیاں قائم نہ ہو جائیں گی: ایک شام میں، دوسری عراق میں اور تیسری یمن میں، اُس وقت تمھاری مالی حالت اتنی بہتر ہو جائے گی کہ ایک شخص سو دینار[1] تنخواہ لیتے ہوئے ناک بھوں چڑھائے

---

[1] اس وقت کی شرح سے لگ بھگ چودہ روپئے اور عہد نبوی کی شرح سے پانچ روپئے۔

گا"۔ عبداللہ بن حوالہ نے کہا: رسول اللہ شام کو کون فتح کر سکتا ہے، جہاں لمبے بال والے رومیوں کی حکومت ہے"۔ رسول اللہ نے فرمایا: خدا تم کو ضرور شام میں رومیوں کا جانشین بنا دے گا حتیٰ کہ وہاں کے سفید قمیص پوش گھٹی گدھی والے رئیس کالے عربوں کے سامنے سر تسلیم خم کئے حکم کے منتظر کھڑے ہوں گے اور آج تو بلاشبہ وہاں ایسے پُر تمکنت حاکم ہیں جن کی نظر میں تم اونٹ کے چوتڑ کی کلی سے زیادہ حقیر ہو"۔ (معجم البلدان یاقوت ۵/۲۲۱)

محاذِ شام سے متعلق ابوبکر صدیق کے خطوط کے تین خاص ماخذ ہیں: ازدی بصری مصنف فتوح الشام (دوسری تیسری صدی ہجری)، ابن اسحاق مدنی مصنف کتاب المغازی (دوسری صدی ہجری) اور سیف بن عمر (دوسری صدی ہجری) جن کی بہت سی روایتیں طبری نے اپنی تاریخ میں جمع کرلی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ سیف بن عمر کے بیانات، ازدی بصری اور ابن اسحاق دونوں سے مختلف ہیں خاص طور پر تفصیلات اور واقعات کی ترتیب کے معاملہ میں، اور اسی طرح ازدی بصری اور ابن اسحاق کی روایتیں بھی جگہ جگہ غیر متوازی خطوط پر جا پڑتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں کے ماخذ اور شیوخ روایت الگ الگ ہیں، مثلاً سیف بن عمر نے اگر کوفہ اور عراق کے شیوخ سے معلومات فراہم کی ہیں، تو ازدی نے بصرہ اور واسط کے شیوخ سے اور ابن اسحاق نے مدینہ اور حجاز کے علماء سے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیوخ روایت کے مختلف ہونے سے روایات کا مختلف ہونا تو لازم نہیں آتا۔ یہ صحیح ہے، لیکن عربی تاریخ کے معاملہ میں اختلاف رواۃ سے روایت میں بڑا اختلاف پیدا ہو گیا ہے، اس کے بعض اسباب ہیں جن میں سے ایک خاص اور بنیادی سبب یہ ہے کہ قرنِ اول کے واقعات و حوادث

سو سال بعد یا اس کے لگ بھگ قلمبند ہوئے اور اس عرصہ میں سیکڑوں ہزاروں افراد کے حافظوں اور زبانوں سے گذرتے رہے اور چوں کلاں افراد کی معلومات، ذہنی قوت اور اخلاقی حالت ایک دوسرے سے مختلف تھی اس لئے ان کے بیان کردہ واقعات کی نوعیت اور تفصیل میں بھی فرق پیدا ہو گیا۔

۴۹۔ یمن کے مسلمانوں کے نام

یہ مراسلہ فتوح الشام ازدی سے ماخوذ ہے۔ اس کا سیاق وسباق یہ ہے کہ شام پر چڑھائی کا ارادہ جب ابو بکر صدیق نے پکا کر لیا تو صحابہ کی مجلس منعقد کی، چڑھائی کا منصوبہ ان کے سامنے رکھا اور رائے مانگی۔ سب نے منصوبہ کی تائید کی۔ اس کے بعد ایک عام جلسہ کیا گیا جس میں خلیفہ نے لوگوں سے شام کے محاذ پر جانے کی تلقین کی، رومی حکومت کی عربوں کے دلوں میں ایسی دھاک تھی کہ تلقین کا کچھ اثر نہ ہوا اور کسی نے سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا نہیں کہا۔ یہ جمود دیکھ کر عُمر فاروق کھڑے ہوئے اور لوگوں کو غیرت دلائی، اس کے زیر اثر ایک قریشی لیڈر خالد بن سعید شام میں جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور کہا میں، میرے بھائی، غلام اور متبعین سب خلیفہ کی دعوت کو لبیک کہتے ہیں۔ مدینہ کے باہر ایک کیمپ کھولا گیا، جہاں خالد کے کنبہ کے بہت سے لوگ اور غلام و موالی جمع ہو گئے، دوسرے لوگ بھی کیمپ میں آنے لگے، خلیفہ نے کئی سالار نامزد کئے یزید بن ابی سفیان، ابو عُبیدہ بن جرّاح اور شُرَحبیل بن حَسَنَہ۔ بھرتی کی رفتار سست تھی، اور کئی ہفتے گذرنے کے بعد بھی جب تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا تو صحابہ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ یمن کے مسلمانوں کو شام میں جہاد کی دعوت دی جائے اور

جب فوج کی تعداد بڑھ جائے تو چڑھائی کی جائے، چنانچہ ابوبکر صدیق نے یمن کے مسلمانوں کو یہ مراسلہ بھیجا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان یمنی مومنوں اور مسلموں کے نام جن کو میرا یہ خط سنایا جائے، سلام علیکم، میں اس معبود کا سپاس گذار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، واضح ہو کہ اللہ نے مومنوں پر جہاد لازم کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ جہاد کے لئے جائیں پیادہ ہوں تو، سوار ہوں تو، اس نے فرمایا ہے: جہاد کرو اللہ کی خاطر اپنے مال اور جان سے ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جہاد ایک ضروری فریضہ ہے اور اللہ کی نظر میں اس کا ثواب بہت ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کو ہم نے شام جاکر رومیوں سے جہاد کرنے کی دعوت دی، انھوں نے اس دعوت کو گرم جوشی سے مانا، کیمپ میں جمع ہوئے اور لڑنے چلے گئے، جہاد کے لئے ان کے دل میں سچی لگن تھی ثواب اور خوش حالی کی آرزو ان کے سینوں کو گرمائے تھی ۔ عباد اللہ! جس جہاد کے لئے انھوں نے پیش قدمی کی آپ بھی کیجئے، ضروری ہے کہ آپ کے دل میں اس کی سچی لگن ہو، کیوں کہ دو نعمتوں میں ایک سے آپ ضرور بہرہ مند ہوں گے: شہادت یا مال غنیمت ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں سے اس پر راضی نہیں کہ اطاعت کا زبانی اقرار کریں، وہ عملی اطاعت چاہتا ہے۔ وہ اپنے اہلِ عداوت کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ "دینِ حق" کو اختیار نہ کرلیں، اور یا مسلمانوں کے ماتحت بن

کر جزیہ ادا کریں۔ اللہ آپ کے دین کی حفاظت کرے، آپ کے دلوں کو ہدایت دے، اور آپ کے اعمال کو برائیوں سے پاک فرمائے اور مجاہدین صابرین کا آپ کو اجر عطا کرے۔ والسلام علیکم۔"

(فتوح الشام أزدی ص ٦)

۵۰، ۵۱، ۵۲ ۔ خالد بن سعید کے نام

یہ خط اور اس کا سیاق و سباق سیف بن عمر کی روایت پر مبنی ہے۔ آپ نے ابھی پڑھا کہ شام کی مہم پر جانے کے لئے خالد بن سعید نے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کی اپیل پر سب سے پہلے آمادگی ظاہر کی تھی۔ یہ خالد پہلے پانچویں مسلمان اور رسول اللہ کے یمن میں افسر رہے تھے۔ آپ کی وفات پر جب وہاں بدامنی پھیلی تو یہ لوٹ آئے، مدینہ میں داخل ہوتے وقت ریشمی کپڑوں میں ملبوس تھے، ان کا گذر حضرت علی اور عمر فاروق کے پاس سے ہوا تو آخر الذکر ریشم کا لباس دیکھ کر بہت برہم ہوئے اور دونوں میں اس موضوع پر سخت کلامی ہوتی۔ حضرت علی نے نہ لباس پر تنقید کی اور نہ عمر فاروق کا پارٹ لیا۔ غالباً اس واقعہ سے متاثر ہو کر خالد بن سعید نے اس موقع پر ایسی باتیں کیں جن سے حضرت علی کی خلافت کی تائید اور ابو بکر صدیق کی خلافت سے بد دلی ظاہر ہوتی تھی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو ماہ تک خالد صدیق کی بیعت سے منحرف رہے۔ بہت ممکن ہے خالد نے شام جانے کے لئے سب سے پہلے جو آمادگی ظاہر کی اس کے پیچھے خلیفہ پر اپنی وفاداری اور صاف دلی ظاہر کرنے کا جذبہ کارفرما ہو۔ ابو بکر صدیق نے خالد کے اقدام کی قدر کی اور پچھلی باتوں سے ایک وسیع قلب انسان کی طرح چشم پوشی کرتے ہوئے ان کو سپہ سالار فوج

بنا کر شام بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن حضرت عمرؓ آڑے آئے، کچھ تو پچھلی باتوں کی بناء پر اور کچھ خالد کی فوجی کم لیاقتی کی وجہ سے۔ ابوبکر صدیق نے پچھلی باتوں کی طرف تو دھیان نہ دیا، پر فوجی تجربہ اور لیاقت کی بات کو نظر انداز نہ کر سکے، طے ہوا کہ خالد کو سپہ سالار نہیں بلکہ ایک مددگار اور معاون سالار کا عہدہ دیا جائے، چنانچہ ان کو تیماء[۱] نامی نخلستان بھیج دیا گیا، یہ نخلستان مدینہ سے دمشق جانے والی سڑک پر شام کی سرحد کے قریب واقع تھا اور یہاں اور اس کے آس پاس بہت سے قبیلے آباد تھے، خالد بن سعید کی ڈیوٹی یہ تھی کہ ان قبائل کو مشرف باسلام ہونے اور شام پر چڑھائی کی دعوت دیں اور جب خلیفہ ان کو شام میں داخل ہونے یا کسی سالار کی مدد کو جانے کا حکم دیں تو اس کی تعمیل کریں، بالفاظِ دیگر خالد اس بات پر مامور تھے کہ تیماء میں عرب فوجوں کی چھاؤنی قائم کریں اور آس پاس کے قبائل سے بھرتی کر کے اس چھاؤنی کی تعداد بڑھائیں تاکہ مرکز کے مامور کردہ دوسرے سالاروں کو جب شام میں مدد کی ضرورت ہو تو بروقت رسد پہنچا سکیں۔ اس چھاؤنی اور اس کی روز افزوں ترقی کی خبر جب شامی سرحد کے عرب۔ عیسائی غسانی رئیسوں اور ان کی معرفت شام کی مرکزی سرکار کو ہوئی تو ان سرحدی رئیسوں کو حکم ہوا کہ ایک فوج لے کر خالد اور ان کی چھاؤنی کا ستھراؤ کرنے نکلیں، آنے والے خطرہ سے خالدؓ نے خلیفہ کو مطلع کیا تو حکم آیا:۔

> "ڈر کر پیچھے نہ ہٹو بلکہ سینہ تانے آگے بڑھو اور خدا سے فتح ونصرت کی دعاء مانگو۔"

خالد نے حکم کی تعمیل کی، اس اثناء میں ان کی پشت پناہی کے لئے عکرمہ بن ابی جہل، ولید بن عقبہ، اور ایک یمنی رئیس ذوالکلاع کی قیادت میں کچھ دستے

---

[۱] دیکھئے نقشہ شام مقابل ص ۹۸

بھی مدینہ سے آگئے۔ وہ دھاوے مارتے مارتے سرحد شام میں داخل ہو گئے، وہاں کے عیسائی۔ عرب رئیسوں کی عرب فوجیں جو اپنے بدیسی رومی آقاؤں سے ناخوش تھیں، خالد بن سعید کے قریب آتے ہی تتر بتر ہو گئیں اور ان میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ کی وفاداری اختیار کی۔ یہ خوش خبری خالدؓ نے خلیفہ کو دی تو انھوں نے لکھا :-

"احتیاط سے پیش قدمی جاری رکھو لیکن شام کی سرحد پار زیادہ نہ گھس جانا مبادا دشمن پشتی حملہ کر کے نقصان پہنچا دے۔"

اِدھر شام کی سرحد پر یہ واقعات ہو رہے تھے، اُدھر ابو بکر صدیق شام کے مختلف محاذوں کے لئے فوجیں جمع کرنے میں مشغول تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ دو فوجیں فلسطین اور اُردن کی سمت رومی فوج کی توجہ خالد کی طرف سے ہٹانے کے لئے روانہ ہو چکیں تھیں۔ خالد بن سعید جہاد کے شوق اور سرحدی عرب قبائل کی وفاداری اور رہنمائی سے حوصلہ پا کر احتیاط کے جادہ سے ہٹ گئے اور سرحد پار زیادہ اندر داخل ہو گئے، ایک رومی سالار تاک میں تھا، اس نے ان سے تعرض نہ کیا اور جب وہ خوب آگے بڑھ گئے تو پیچھے سے آ کر اُن کی واپسی کے راستے گھیر لئے اور حملہ کر دیا۔ اس وقت خالد مرج الصُّفَّر[1] کے نزدیک تھے جو دمشق سے بیس[20] میل جنوب میں ایک وسیع سرسبز علاقہ تھا، صورتِ حال نازک ہو گئی، ان کے سوار دستے بدحواس ہو کر عرب سرحد کی طرف بھاگ نکلے، اور اُن کے صاحبزادے مع اپنی کافی فوج کے کام آئے خود ان کو میدان چھوڑنا پڑا، چند رسالوں کے ساتھ شامی سرحد پار کر کے عربی حدود میں داخل ہوئے اور ذُو مَروہ کے نخلستان میں (جو مدینہ کے مضافات میں تھا) پڑاؤ ڈالا، ابو بکر صدیق

---

[1] دیکھئے نقشہ شام

کو حادثہ کی خبر بھیجی اور مدد طلب کی ۔ خالد بن سعید کی بے احتیاط کارروائی سے خلیفہ برہم ہوئے، عمر فاروق کی رائے کی توثیق بھی ہو گئی، اب انھوں نے خالد کو مزید فوجی خدمت کے لئے نااہل سمجھ کر یہ پُر ملامت خط لکھا :-

"جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو" (یعنی مدینہ نہ آؤ ورنہ تمھاری شکست کی خبر سے لوگوں کی حوصلہ شکنی ہو گی) میری جان کی قسم تم جیسے آگے بڑھنے میں تیز ہو ویسے ہی پیچھے ہٹنے میں بھی، مصیبتیں جب آتی ہیں تو بھاگ نکلتے ہو، فتح تک ڈٹ کر ان کا مقابلہ نہیں کرتے۔" (سیف بن عمر۔ طبری ۴ / ۲۸ / ۳۱)

۵۲ - عمرو بن عاص کے نام

خالد بن سعید کے حادثہ نے ابوبکر صدیق کے عزم و عمل میں جیسے برقی رو دوڑا دی ۔ مدینہ کے باہر کیمپ میں جو قبیلے یمن اور مکہ کے درمیانی دیہاتوں سے آتے رہے تھے، ابوبکر صدیق ان کو خالد بن سعید کی تقویت کے لئے بھیجتے رہے تھے، اب انھوں نے فوجی فراہمی کی مہم شد و مد سے شروع کر دی اور جہاں جہاں اس کا امکان تھا وہاں ارجنٹ مراسلے بھیجے ۔ فوج کے لئے مناسب سالاروں کی بھی بڑی ضرورت تھی ۔ یزید بن ابی سفیان، ابوعُبیدہ بن جرّاح، شُرحبیل بن حسنہ، ولید بن عُقبہ اور عکرمہ بن ابی جہل نامزد ہو چکے تھے، اور آخر الذکر دو کو تو خالد بن سعید کی پشت پناہی کے لئے بھیجا بھی جا چکا تھا ۔ اس وقت وہ شام کی سرحد پر ٹھہرے رسد کا انتظار کر رہے تھے ۔ باقی سالار منتظر تھے کہ کافی فوج فراہم ہو جائے تو شام کا رُخ کریں، خلیفہ کی نظر انتخاب قریش کے حوصلہ مند بہادر عمرو بن عاص پر پڑی ۔ وہ اس وقت

بعض عرب دیہاتوں میں مُحَصِّل زکاۃ کے فرائض انجام دے رہے تھے، سب سے پہلے رسول اللہ نے ان کو اس عہدہ پر مقرر کیا تھا، پھر ان کو عُمان میں جب اپنا نمایندہ بنا کر بھیجا تو یہ وعدہ کیا کہ جب لوٹو گے تو اس عہدہ پر بحال کر دئے جاؤ گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کو ان دیہاتوں میں مُحَصِّل زکاۃ کی خدمت عزیز تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر عُمان جیسے دور دراز علاقہ کو جاتے ہوئے گھبرا رہے تھے۔ رسول اللہ کی وفات پر عُمان میں جب بغاوت ہوئی تو عمرو خود کو کمزور پا کر مدینہ آگئے اور ابوبکر صدیق سے رسول اللہ کا وعدہ پورا کرنے کی درخواست کی جو انھوں نے بے چون وچرا مان لی۔ عمرو بن عاص پھر عرب دیہاتوں کے مُحَصِّل زکاۃ مقرر ہو گئے۔ شام کی مہم کے لئے جب سالار مقرر کرنے کا سوال اُٹھا تو عمرو کا نام لیا گیا۔ وہ خوش تدبیر ہونے کے علاوہ شام کا سفر بھی کر چکے تھے اور وہاں کے حالات اور جغرافیہ سے واقف تھے۔ ابوبکر صدیق کے سامنے سوال یہ تھا کہ عمرو بن عاص کو اُس عُہدہ سے کیسے الگ کریں جس پر رسول اللہ نے اُن کو مقرر کیا تھا، حُکماً وہ ایسا کرتے ہوئے گھبراتے تھے، اس لئے انھوں نے یہ خط لکھا جس میں التجا کی جھلک موجود ہے۔

> ("میں نے رسول اللہ کا وعدہ پورا کرتے ہوئے) تم کو اُس عہدہ پر واپس کر دیا تھا جس پر ایک بار انھوں نے تم کو مقرر کیا تھا اور عُمان بھیجتے وقت جس پر دوبارہ بحال کرنے کا انھوں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ تم ایک بار اس پر فائز رہے اور اب پھر ہوا ابو عبداللہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے کام پر لگاؤں جو دنیا اور آخرت دونوں میں موجودہ منصب کی نسبت تمھارے لئے زیادہ مفید ہو، اِلّا یہ کہ موجودہ عہدہ تم کو اتنا پسند ہو کہ تم چھوڑنا نہ چاہو۔"
>
> (سیف بن عمر۔ طبری ۴/۲۹)

۵۴۔ عمرو بن عاص کے نام

ذیل کے تینوں مراسلے نہ توسیف بن عمر نے بیان کیے ہیں اور نہ ازدی بصری مصنف فتوح الشام نے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایت اُس مدرسہ تاریخ کی طرف سے ہوئی ہے جس کے نمایندہ مشہور مورخ اور سیرت نگار ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) ہیں، ان کی رائے ہے کہ شام کے محاذ پر ابوبکر صدیق کے سب سے پہلے سالار عمرو بن عاص تھے، ان کے بعد دوسرے سالار بھیجے گئے۔ یزید بن ابی سفیان اُردن کی طرف، شُرحبیل بن حَسَنہ شام کے وسطی زرخیز علاقہ کی طرف حوران جسے شام کا خرمن کہتے تھے اور ابو عبیدہ بن جراح شام کے صدر مقام دِمشق کو، ان میں سے کسی سالار کے پاس تین چار ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی، عمرو بن عاص کو فِلسطین کی طرف پیش قدمی کا حکم تھا، وہ جب فِلسطین کی حد میں داخل ہوتے تو انھیں معلوم ہوا کہ ایک بڑی رومی فوج سلطانِ شام ہِرَقل کے سگے بھائی تَذَارُق کی کمان میں انھیں نکالنے کے لئے بالائی فِلسطین میں جمع ہو رہی ہے، اس فوج کی تعداد ستّر اسّی ہزار بتائی گئی، مسلمان چند ہزار سے زیادہ نہ تھے، عمرو گھبرا گئے اور مرکز سے رسد طلب کی تو یہ جواب آیا :۔

"سلام علیک، تمھارا خط آیا جس میں تم نے رومیوں کی بڑی فوج کا ذکر کیا ہے، واضح ہو کہ خدا نے ہم کو اپنے نبی محمدؐ کے ساتھ بڑے لشکروں کے ذریعہ فتح عطا نہیں کی، ہم رسول اللہ کے ساتھ لڑنے جاتے تو بس دو گھوڑے ہمارے ساتھ ہوتے اور اونٹ اتنے کم کہ باری باری سے ہم ان پر سوار ہوتے، جنگ اُحد میں ہمارے پاس

صرف ایک گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ سوار تھے، اس کے باوجود خدا ہماری مدد فرماتا اور ہمیں دشمنوں پر فتح عطا کرتا، خوب یاد رکھو عمرو، خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو سب سے زیادہ گناہوں سے دور رہے، بس تم خدا کے حکم کی تعمیل کرو (یعنی صبر و پامردی سے جہاد کرو) اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس حکم پر عمل کرنے کی تاکید کرو۔" (کنز العمال از متقی برہان پوری، حیدر آباد، ہند ۳/۱۳۵)

۵۵۔ عمرو بن عاص کے نام

مذکورہ بالا خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق نے عمرو بن عاص اور اُن کی فوج کو ان کے اپنے بل بوتے اور تائید ایزدی پر چھوڑ دیا اور فوج و رسد سے کوئی مدد نہیں کی، لیکن یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی، کیوں کہ ابوبکر صدیق تو کجا، کسی بھی سمجھ دار آدمی کے لئے یہ روش اختیار کرنا ممکن نہ تھا، جس طرح ابوبکر صدیق کے دوسرے خطوط جو آپ نے پڑھے یا عنقریب پڑھیں گے، بتاتے ہیں کہ وہ اپنے طالب رسد سالاروں کو اگر ایک طرف جذبۂ جاں فروشی اور پامردی سے لڑنے کی تلقین کرتے تھے تو دوسری طرف ان کو رسد و مدد کی بشارت بھی دیتے تھے، اسی طرح غالب خیال ہے کہ انھوں نے مذکورہ بالا خط کے ساتھ رسد و مدد کا ضرور وعدہ کیا ہوگا، اس مدد کا ایک پہلو یہ تھا کہ انھوں نے یزید بن ابی سفیان کو صوبۂ اُردن کی طرف جو شمال میں صوبۂ فلسطین سے متصل تھا، بھیجا تاکہ وہ اُس بڑی رومی فوج کا کچھ حصہ اپنی طرف مائل کرلیں جو بالائی فلسطین میں جمع ہو رہی تھی، اور دوسرا پہلو یہ تھا کہ انھوں نے جس قدر فوج فراہم ہوسکی

براہِ راست عمرو بن عاص کی تقویت کے لئے بھی بھیجی، لیکن جب خالد بن سعید کا حادثہ پیش آیا اور یزید بن ابی سفیان اور ابو عبیدہ بن جراح نے لکھا کہ مسلمانوں کی فوجیں بہت ناکافی ہیں اور خود عمرو بن عاص نے مزید رسد کا دوبارہ تقاضا کیا تو ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو بھیجنے کا ارادہ مصمم کر لیا اور عمرو بن عاص کو مطلع کیا :-

"میں نے خالد بن ولید کو لکھا ہے کہ تمھاری مدد کے لئے روانہ ہو جائیں، جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور رعونت نہ دکھانا، اگرچہ سالار اعلیٰ تم ہی رہو گے پھر بھی ان سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرنا، بلکہ سب ہی لوگوں سے صلاح لینا اور ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔" (کنز العمال ۳/۱۲۳)

۵۶ - فوجی سالاروں کے نام

سرحد شام میں داخل ہو کر عمرو بن عاص نے وہ سارا علاقہ جہاں عربی نسل کے لوگ آباد تھے، آسانی سے اور بلا جنگ فتح کر لیا، ان کی پہلی لڑائی۔ خالد بن ولید اور مدینہ کی رسد آنے سے پہلے، غزّہ کے رومی حاکم سے داثن یا داثنہ گاؤں میں ہوئی، اس حاکم کی کمان میں چند ہزار سے زیادہ سپاہی نہ تھے، طرفین میں زوردار لڑائی ہوئی، رومی سالار شکست کھا کر بھاگا، اس کے تعاقب میں یزید بن ابی سفیان روانہ ہوئے۔ وہ اپنے مفوضہ علاقہ سے عمرو بن عاص کی مدد کے لئے دوڑتے چلے آرہے تھے لیکن اُن کے شریک جنگ ہونے سے پہلے ہی دشمن میدان چھوڑ چکا تھا، دوران تعاقب میں ان کو معلوم ہوا کہ بحر میّت کے جنوب کی نشیبی اراضی میں جسے عَرَبہ کہتے اور اب [illegible] کہتے ہیں، رومیوں کی ایک

فوج مسلمانوں کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے، یزید نے چند دستے اُس سے مقابلہ کے لئے بھیجے، جنگ میں رومی ہارے اور ان کا ایک سالار مارا گیا، فتح کا چرچا کرنے کے لئے اُس کا سر مدینہ بھیجا گیا، ابوبکر صدیق قطعاً محظوظ نہ ہوتے، بلکہ ان کی طبیعت مکدر ہوئی اور انھوں نے یہ فرمان سالاروں کو بھیجا :-

"میرے پاس سر نہ بھیجا کرو، خط اور خبر بھیجنا کافی ہے "۔

(شرح السیر الکبیر سرخسی، دائرۃ المعارف حیدرآباد ہند، ۱/۷۸)

۵۷۔ عمرو بن عاص کے نام

یہ خط بے سیاق و سباق ہے، بہت ممکن ہے عمرو بن عاص کو لکھے کسی خط کا حصہ ہو جسے راویوں نے مستقل خط قرار دے دیا ہو :-

"واضح ہو کہ تم رسول اللہ کی اس وصیت سے خوب واقف ہو جو انھوں نے انصار کے حق میں کی تھی۔ ان کے نکوکاروں کی بات ماننا اور ان کے خطا کاروں کی خطا سے درگذر کرنا"۔

(کنز العمال ۲/۱۶۳)

۵۸۔ عمرو بن عاص کے نام

مذکورہ بالا خط کی طرح اس کے سیاق و سباق پر بھی کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی :-

"رسول اللہ جنگی معاملات میں ہم سے مشورہ کرتے تھے، تم بھی ایسا ہی کرو"۔

(کنز العمال ۲/۱۶۳)

۵۹۔ فوجی سالاروں کے نام

سیف بن عمر اور ان کے شیوخ کی رائے ہے کہ خالد بن سعید کے حادثہ کے بعد ابوبکر صدیق نے چار لشکر تیار کئے اور شام کو چار محاذوں میں بانٹا: حمص (شمالی شام)، دمشق (صدر مقام)، اُردُن (زرخیز غلہ سے بھرپور علاقہ دریائے اُردن کے مشرق میں) اور فلسطین (جنوبی شام) حمص کا محاذ ابوعبیدہ بن جراح کے سپرد کیا گیا، دمشق کا یزید بن ابی سفیان کے، اُردُن کا شرحبیل بن حسنہ کے اور فلسطین کا عمرو بن عاص کے، دوسرا اور زیادہ قرین قیاس قول یہ ہے کہ ابوعُبیدہ صدر مقام دمشق کے لئے نامزد تھے، یزید اس سے متصل بلقاء کے لئے جہاں کثرت سے غلہ ہوتا تھا، شرحبیل اُس سے متصل ضلع اُردن کے لئے (جو بلقاء کی طرح خوب زرخیز تھا) اور عمرو اس سے متصل صوبہ فلسطین کے لئے۔ عمرو بن عاص نے بحر قلزم کی ساحلی سڑک سے فلسطین کا رُخ کیا، دوسرے سالاروں نے مدینہ سے دمشق جانے والی شاہراہ سے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے سالاروں کے راستے مختلف تھے، نیز یہ کہ صرف یزید بن ابی سفیان مدینہ سے دمشق جانے والی راہ سے روانہ ہوئے، اس چہار طرفہ یورش کی خبر جب قیصر روم اور (سلطانِ شام) کو ہوئی تو وہ پورے اہتمام سے فوجی تنظیم و ترتیب میں لگ گیا، کئی ہفتہ کی بلیغ کوشش کے بعد ایک بڑا لشکر تیار ہوا جس کی تعداد عرب مورخ دو لاکھ سے زیادہ بتاتے ہیں۔ اس لشکر کو کئی حصوں میں بانٹا گیا اور ہر حصہ کو ایک تجربہ کار سالار کی قیادت میں مسلمان فوجوں سے جہاں جہاں وہ تھیں متصادم ہونے کے لئے مقرر کیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد ایک روایت میں ستائیس اٹھائیس ہزار اور دوسری میں چھیالیس ہزار بتائی گئی ہے۔ رومیوں کی اتنی بڑی

فوج، اس کے دم خم اور سامان کی خبروں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ سالاروں نے صورتِ حال کا جائزہ لیا اور طے ہوا کہ الگ الگ محاذوں پر لڑنا مصلحت کے خلاف ہے، سب کو متحدہ مقابلہ کرنا چاہیئے، یہ تجویز عمرو بن عاص نے پیش کی تھی، مرکز سے بھی مشورہ کیا گیا، خلیفہ نے قرار داد کی تائید کرتے ہوئے یہ حوصلہ انگیز مراسلہ بھیجا:۔

"آپ سب جمع ہو کر ایک لشکر ہو جائیے اور مشرکوں کی بری فوجوں کا مقابلہ اپنی متحدہ فوج سے کیجئے۔ آپ خدا کے جاں نثار ہیں، خدا اپنے جاں نثاروں کی مدد کرتا ہے اور اپنے باغیوں کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے، دس ہزار فوجوں کی دس ہزار یا زیادہ سے ہارنے کی وجہ ان کی بداعمالی ہوتی ہے، لہذا بداعمالی سے بچتے رہیئے، سب سالار اپنی اپنی فوج کے ساتھ "یرموک" میں جمع ہو جائیں اور (ہر سالار) اپنی فوج کے ساتھ الگ نماز ادا کرے[۵]"۔ (سیف بن عمر۔ طبری ۲/۴)

۶۰۔ خالد بن ولید کے نام

سب سالار دریائے یرموک[۶] کی وادی کے قریب ایک میدان میں جمع ہوئے دوسری طرف رومی فوجوں نے بزعمِ خود ایک ڈھب کی جگہ (جو ان کی ہلاکت کا سبب بنی) منتخب کی، ان کے عقب میں ایک گہری گھاٹی (واقوصہ) تھی، اس سے متصل دریا، اور سامنے خندق، آنے جانے کے لئے ایک راہ کھلی تھی۔ وہاں خیمہ زن ہونے کے بعد عرب سالاروں نے خلیفہ کو مطلع کیا کہ ہم سب اپنی اور آپ

---

[۵] عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سب فوجیں مدغم ہو کر ایک بڑا لشکر نہ بن جائیں بلکہ اپنے اپنے سالاروں اور پرچموں کے نیچے مل کر لڑیں اور اپنی اپنی منفردانہ حیثیت قائم رکھیں۔

کی تجویز کے بموجب "یرموک" میں جمع ہو گئے ہیں، ہمارے سامنے دشمن کا لشکر جرار کیل کانٹے سے لیس حملہ کا منتظر ہے، اور گو ہمارا بھروسہ خدا اور اس کے کرم پر ہے، پھر بھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہماری فوج کم اور ہمارے ہتھیار نارسا ہیں، ہمیں رسد کی سخت ضرورت ہے۔ خلیفہ نے محسوس کیا کہ مسلمان رسد سے زیادہ ایک ایسے سالار کے محتاج ہیں جو ان کے دلوں کو گرما دے اور ان میں خود اعتمادی کا شعور پیدا کر سکے۔ ایسا سالار ان کو خالد بن ولیدؓ میں نظر آیا، جو اس وقت حیرہ کے شمال مغرب میں مشرقی فرات کے قصبوں اور فوجی نقطوں کو رام کرتے دریا کے کنارہ کنارہ شام اور جزیرہ (میسوپوٹامیہ) کی سرحد تک پہنچ کر حیرہ واپس ہو رہے تھے۔ ابو بکر صدیق نے ان کو یہ ارجنٹ مراسلہ بھیجا (صفر ۱۳ھ):۔

"تم چل دو اور مسلمان فوجوں سے "یرموک" میں جا ملو۔ رومیوں نے اُن کو غمگین کر رکھا ہے جس طرح انھوں نے رومیوں کو۔ خبردار! پھر تم وہ حرکت نہ کرنا جو تم نے کی۔ خدا کے فضل سے کوئی دوسرا دشمن کو (زک دے کر) ایسا غمگین نہیں کر سکتا جیسا کہ تم کر سکتے ہو، نہ کوئی دوسرا مسلمانوں کے دلوں کی کلی کھلا سکتا ہے جیسا تم کھلا سکتے ہو۔ اے ابو سلیمان! دعا ہے کہ جہاد کی لگن اور خدا کے انعام سے تم ہمیشہ بہرہ ور رہو، اس لگن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دو، خدا انعام بھی پورا پورا دے گا، تمکنت تمہارے دل میں ہرگز داخل نہ ہو ورنہ تمہارا سارا کیا دھرا مٹی میں مل جائے گا اور خدا تمہاری مدد سے ہاتھ اُٹھا لے گا۔ اپنے کسی کام پر بھروسہ بھی نہ کرو، کیوں کہ کامیابی کا مدار (انسانی کوشش پر نہیں) اللہ عز و جل کے لطف و احسان پر ہے۔ اچھے بُرے عمل کی جزا بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔"

(طبری ۴/ ۲۰۴۶)

"خبردار پھر تم وہ حرکت نہ کرنا جو تم نے کی" اس کا اشارہ خالد کے خفیہ حج کی طرف ہے، ذوالقعدہ ۱۲ھ میں خالدؓ نے فراض[1] پر رومی و فارسی فوجوں کو شکست دی اور اُبلّہ سے لے کر فراض تک مشرقی و مغربی فرات کے سارے گاؤں دیہات اسلام کے ماتحت آ گئے، اس وقت ان کے دل میں خفیہ حج کا شوق پیدا ہوا، حج کو خفیہ رکھنے کا صحیح سبب ہم کو نہیں معلوم، وہ فوج کے پشتی دستوں کے ساتھ تھے، چند منتخب ساتھیوں کو لے کر جو بیس یا پچیس ذوالقعدہ کو فراض سے مکہ کو روانہ ہوئے، اور ایک دشوار گذار مگر چھوٹے راستہ سے بھیس بدل کر مکہ میں داخل ہوئے، حج کر کے دھاوے مارتے لوٹے اور ابھی فوج کے پشتی دستے حیرہ پہنچے بھی نہ تھے کہ اُن سے آ ملے۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے خالد کا یہ فعل ناپسند کیا اور خط میں وہ جملہ لکھا جو آپ پڑھ آئے ہیں۔ اکثر مورخ اس خفیہ حج کے منکر ہیں، اس کی روایت اور تائید بس سیف بن عمر نے کی ہے۔

۶۱ - خط کی دوسری شکل

"اپنی فوج لے کر چل دو اور مسلمانوں سے "یرموک" میں جا ملو۔ رومیوں نے اُن کو غم گین بنا رکھا ہے۔ کوئی دوسرا دشمن کو (زک دے کر) ایسا غم گین نہیں کر سکتا جیسا تم کر سکتے ہو اور کوئی مسلمانوں کے دل کی کلی تمھاری طرح نہیں کھلا سکتا۔ ابو سلیمان خدا سے دعا ہے کہ جہاد کی لگن اور خدا کے انعام سے تم ہمیشہ بہرہ ور رہو۔ اس لگن کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دو، خدا انعام بھی پورا پورا دے گا۔

---

[1] شرقی ساحل فرات پر عراق۔ جزیرہ۔ شام کی سرحد۔

تمکنت ہرگز تمھارے دل میں داخل نہ ہو ورنہ تمھارا سارا کیا دھرا برباد ہو جائے گا، اور خدا تمھاری مدد سے ہاتھ اٹھا لے گا، اپنے کسی کام پر کبھی بھروسہ نہ کرو، کیوں کہ کامیابی کا مدار (انسانی کوشش پر نہیں) اللہ عزوجل کے لطف وکرم پر ہوتا ہے، اچھے برے عمل کی جزاء بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ مثنی بن حارثہ کو عراق میں اپنا نائب بنا دو، اور جب خدا کے فضل سے مسلمان شام فتح کرلیں تو تم اپنے عہدہ پر عراق لوٹ جانا۔" (تجارب الامم قلمی، رقم ۴۴۶۴، ۱/۱۰۳۔ ۴۱۰ دارالکتب قاہرہ)

۶۲۔ خط کی تیسری شکل

"واضح ہو کہ جب تم کو میرا یہ خط ملے تو اُن لوگوں کو چھوڑ کر جو تمھارے عراق پہنچنے سے پہلے وہاں موجود تھے، چل دو اور اپنی فوج کے ان مردانِ کار کو ساتھ لو جو یمامہ میں تمھارے ہم رکاب تھے یا یمامہ سے عراق کے سفر میں تم سے آملے تھے یا حجاز سے تمھارے پاس آگئے تھے، بعجلت تمام شام کا رُخ کرو۔ اور ابو عُبیدہؓ اور اُن کی فوجوں سے مل جاؤ، وہاں پہنچ کر ساری فوج کے سالارِ اعلیٰ تم ہو گے، والسلام علیک۔" (فتوح الشام ازدی بصری ص ۵۷-۵۸)

یہاں ایک تصریح ضروری ہے اور وہ یہ کہ قدیم عرب مورخوں میں صرف سیف بن عمر سے منقول روایت میں "جنگ یرموک" ابوبکر صدیق کے عہد میں دکھائی گئی ہے، یرموک، بحر طبریہ کے قریب ٹھیک جنوب میں اُس اہم سڑک پر واقع تھا

---

[۱] خالد کے آنے سے پہلے ابو عُبیدہ کمانڈر ان چیف تھے۔

جو بیت المقدس سے دمشق جاتی تھی، دوسرے سارے مورخ مثلاً ابن اسحاق، ابو مخنف، مدائنی اور ازدی بصری، متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ جنگ یرموک ۱۵ھ میں واقع ہوئی جب عمر فاروق خلیفہ تھے، نیز یہ کہ ابو بکر صدیق کے عہد میں جو بڑی جنگ ہوئی اور جس کے لئے خالد بن ولید کو محاذِ عراق سے ہٹا کر محاذِ شام بھیجا گیا، وہ ۱۳ھ میں یعنی ابو بکر صدیق کی وفات سے بیس چبیس دن پہلے فلسطین کے شہر اُجنادین میں لڑی گئی تھی، یہی تاریخ دنوں کے ہیر پھیر سے سیف بن عمر نے جنگ یرموک کی بھی دی ہے، یرموک سے اجنادین[۱] کوئی اسّی نوّے میل جنوب میں تھا، اس پریشان کن اختلاف کو دور کرنے کا ہالینڈ کے مستشرق ڈی غوئے نے بیڑا اُٹھایا اور فلسطین کے پرانے شہروں کی چھان بین کی، انھیں اُجنادین کے قریب ایک شہر کا سُراغ ملا جسے عبرانی زبان میں یرموتشا یا یَرمُوث کہتے تھے، عرب جغرافیہ نویسوں نے اجنادین کی جو جائے وقوع بتائی ہے، یَرمُوث اس کے قریب واقع تھا، اس دریافت سے ڈی غوئے نے یہ نتیجہ نکالا کہ سیف بن عمر کا یَرمُوک، یَرمُوث کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور یہ وہ یرموک نہیں جہاں ۱۵ھ میں بعہد فاروق شام کی فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ (مذکرات دی غوئے متوفی ۱۹۰۹ء از فتح العرب للشام تالیف جارج مرعی حداد بیروت ۱۹۳۱ء ص ۴۵) لیکن ڈی غوئے کی اس دریافت اور تاویل سے ہماری مشکل دور نہیں ہوتی کیوں کہ سیف بن عمر نے جنگ یرموک کا جہاں پلاٹ رکھا ہے اور اس کے گرد و پیش کے جغرافیہ کی طرف جو اشارے کئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ یرموک سے اجنادین کے قریب والا یرموث مراد نہیں بلکہ دریائے یَرمُوک کے کنارہ بحیرۂ طَبَریّہ کے جنوب میں بیت المقدس سے دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع وہ جنکشن مراد ہے جہاں بقول اکثر مورخین عمر فاروق کے عہد میں جنگ ہوئی تھی۔

---

[۱] دیکھئے نقشہ شام مقابل ص ۹۸

۶۳ - فوجی سالاروں کے نام

جب مسلمان شام میں داخل ہوئے اور وہاں خرید و فروخت شروع کی تو ابو بکر صدیق نے لکھا :-

"تم ایسے ملک میں جا پہنچے ہو جہاں سودی کاروبار کو فروغ حاصل ہے، لہذا اگر تم سونے سے سونا یا چاندی کے سکوں سے چاندی کے سکے خرید و تو ضروری ہے کہ دونوں وزن میں برابر ہوں، اسی طرح غلّہ سے غلہ خریدنا ہو تو جس پیمانہ سے خرید و اسی سے برابر ناپ کر بیچو۔" (ابن رَاھَویہ - کنز العمال ۲/ ۲۳۱)

کہا جاتا ہے کہ اس قانون کے واضع رسول اللہ تھے، اس کی رو سے نہ تو کسی شخص کو زیورات یا گھڑا ہوا سونا چاندی نفع سے بیچنے کی اجازت تھی اور نہ ایک قسم کا غلّہ اُس کی بہتر قسم سے کمی بیشی کے ساتھ یا دوسرے غلہ سے نفع لے کر خرید و فروخت کی رخصت۔ اس قانون کی مضرت تجارت کے لئے ظاہر ہے، اگر واقعی رسول اللہ نے یہ قانون بنایا تھا تو اس کا ذمہ دار اُس اقتصادی ناہمواری اور سودی گرم بازاری کو سمجھنا چاہیئے جو عربوں میں پائی جاتی تھی۔ معاشی اعتبار سے ان کے دو طبقے تھے : ایک نادار و قلاش، اور اکثر لوگ ایسے ہی تھے، اور دوسرا خوش حال طبقہ، جس کی نمایندگی ثقیف، قریش، یہودی، عیسائی اور مجوسی کرتے تھے، یہ لوگ تاجر بھی تھے اور مہاجن بھی، سود کی شرح بہت تھی، یہ ایک ایسا جال تھا جس میں ایک دفعہ پھنس کر پھر نکلنا محال تھا، مجبور ہو کر اگر کسی کو دس روپئے قرض لینا ہوتے تو عرب مہاجن اسے ہر ماہ دس یا بیس روپئے سیکڑہ سود پر قرض دیتے، سود دینے والے کی کمر تو ٹوٹتی ہی، لینے والے میں بھی

حرص اور خود غرضی کے صفات فروغ پاتے، یہ حالات تھے اور سود کی یہ بھیانک شکل تھی جس کی وجہ سے سود حرام ٹھہرایا گیا، اور چوں کہ مرض سخت تھا اس لئے اس کے علاج میں بھی مبالغہ اور شدت سے کام لیا گیا، وہ لین دین بھی سودی قرار دیا گیا جس میں سود کا شائبہ ہوتا، ایک صحابی اپنی بیوی کے جھانجن بیچنے بازار جا رہے تھے کہ ان کی ملاقات ابوبکر صدیق سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا: جھانجن کہاں لئے جا رہے ہو؟ صحابی: مجھے روپئے کی ضرورت ہے، بیچنے جا رہا ہوں، ابوبکر صدیق: میرے ہاتھ بیچ دو، مجھے چاندی کی ضرورت ہے ترازو منگایا گیا، ابوبکر صدیق نے ایک پلڑے میں جھانجن رکھے اور دوسرے میں (چاندی کے) درہم، جھانجن ایک دانق یعنی بقدر پونے چار رتی زیادہ تھے، ابوبکر صدیق نے کہا: اتنی چاندی میں تمھیں بعد میں دے دوں گا، صحابی: اس کی کیا ضرورت ہے، آپ سکے دے کر چاندی لے رہے ہیں، ایک دانق اس کا معاوضہ سمجھ لیجئے، ابوبکر صدیق: یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ نے کہا ہے: سونے کے عوض ہم وزن سونا، چاندی کے عوض ہم وزن چاندی لینا چاہیئے، جو زیادہ لے یا زیادتی کا مطالبہ کرے دوزخ میں جلے گا۔

ان صحابی کا نام ابورافع ہے، یہ رسول اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور زیور سازی ان کا پیشہ تھا، ایک دن عمر فاروق کے پاس آئے اور کہا: میں سونے کے زیور بناتا ہوں اور اسے سکوں کے ہم وزن بیچ کر گھڑائی کی مزید اجرت وصول کرتا ہوں بولے: نہیں؛ "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ لا تأخذ فضلاً فأنه رِباً"

رسول اللہ کے موذن بلال کہتے ہیں کہ میرے پاس گھٹیا قسم کی کھجور تھی میں بازار گیا اور اسے دے کر اس کی آدھی بڑھیا قسم کی کھجور خرید لی اور

لاکر رسول اللہ کی خدمت میں پیش کی، اس کو چکھ کر رسول اللہ نے تعریف کی اور پوچھا: کہاں سے لائے؟ میں نے بتایا گھٹیا دے کر لی ہے، بولے: اسے لے جاؤ اور جس سے خریدی ہے اُس کو دے کر اپنی لوٹالو، پھر اُسے گیہوں یا جَو کے بدلے بیچو، پھر گیہوں یا جَو سے یہ کھجور خرید کر مجھے دینا"۔ (کنز العمال ۲/۲۳۱-۲۳۲)

أزدی بصری کی فتوح الشام

شام کے اکثر خط اور ان کے سیاق وسباق فتوح الشام أزدی سے لئے گئے ہیں۔ ازدی نے شام کی فتح جس خوبی سے بیان کی ہے، کسی دوسرے عربی مورخ نے نہیں کی۔ ان کے بیانات میں تفصیل ہی نہیں، خاصہ ربط اور تسلسل بھی موجود ہے، اس آخری صفت سے عربی کی اکثر تاریخیں عاری ہیں۔ ازدی نے ہائی کمانڈ اور محاذِ شام سے متعلقہ حالات خاصی وضاحت سے بیان کئے ہیں، اور ایسی نئی تصریحات کی ہیں جن کو پڑھ کر ابوبکر صدیق کی سیرت میں بلندی اور جاذبیت پیدا ہوگئی ہے۔ ان تصریحات کے ضمن ابوبکر صدیق کی اُن ہدایات کو خاص مرتبہ حاصل ہے جو محاذ پر بھیجتے وقت وہ اپنے سالاروں کو دیا کرتے تھے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

محاذ پر بھیجتے وقت ابوبکر صدیق کی سالاروں کو ہدایات

اپنے پہلے سالار شام یزید بن ابی سفیان کو مدینہ سے وداع کرتے وقت انھوں نے کہا:

"یزید! میری ہدایت ہے کہ خدا سے ڈرتے رہنا، اس کی

اطاعت کرنا، اور اس کی رضا کو ہر دوسری رضا پر ترجیح دینا، دشمن سے جنگ میں خدا تم کو فتح نصیب کرے تو کسی کے گلے میں لوہے کا طوق (یا پیروں میں بیڑیاں) نہ ڈالنا، نہ کسی کا مُثلہ کرنا، نہ دشمن سے دھوکہ اور بے وفائی کرنا۔ (لڑائی میں) بُزدلی نہ دکھانا، نہ بچّوں کو مارنا، نہ بوڑھوں اور عورتوں کو، کسی پھل دار درخت کو مت کاٹنا اور نہ کھجور کے درختوں کو برباد کرنا، کسی جانور کی کوچیں نہ کاٹنا اِلّا یہ کہ اُس کا گوشت کھانے کے لئے ایسا کرنا پڑے۔ تمھارا گذر ایسے لوگوں سے ہوگا جو خانقاہوں میں راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں، جو کہیں گے ہم نے اپنی زندگی خدا کی عبادت کے لئے وقف کردی ہے، ان سے تعرض نہ کرنا، اور ایسے لوگ بھی تمھیں ملیں گے جن کے بیچ سر پر شیطان نے مانگ نکالی ہوگی اگر وہ اسلام لانے سے انکار کریں یا جزیہ دے کر اسلام کی ماتحتی قبول نہ کریں تو تم اُن کی مانگوں پر تلواریں مارنا، اور یاد رہے خدا اُن لوگوں کی ضرور مدد کرتا ہے جو اُس کے اور اُس کے نبی کے لئے قربانی کرتے ہیں، ...... تم (شام میں) میرے پہلے سالار ہو، میں نے تم کو بہت سے معزز مسلمانوں کا حاکم بنا دیا ہے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کے حقوق و آبرو کی حفاظت کرنا، ان کے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آنا، اور اپنے معاملات میں اُن سے مشورہ کرنا .....۔"

(فتوح الشام ص ۸)

جب دوسرے اور بڑے سالار ابو عُبیدہ بن جرّاح کوچ کی تیاری مکمل

کر چکے تو ابو بکر صدیق ان سے ملنے آئے اور کہا :

"میری باتیں گوشِ ہوش سے سنو، تمہاری فوج میں بہت سے معزز، خاندانی اور صلح لوگ ہیں، اور ایسے شہسوار جو اسلام سے پہلے "ننگ و ناموس" کی خاطر لڑتے تھے اور آج سچی لگن سے انعامِ ایزدی کے لئے لڑنے جا رہے ہیں ان سب اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، حق و انصاف کے معاملہ میں سب لوگ تمہاری نظر میں برابر ہوں ...." (فتوح الشام ص ۸)

ابو عُبیدہؓ کی فوج میں یمن کی ایک مقتدر شخصیت تھی، قیس بن ھُبیرہ مکشوح مُرادیؓ، یہ اسود عنسی کے کمانڈر ان چیف رہ چکے تھے اور کئی یمنی قبیلے ان کے زیرِ اثر تھے، جنگ کا بڑا تجربہ اور جنگی معاملات کی گہری سوجھ بُوجھ رکھتے تھے۔ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر شام میں لڑنے کی غرض سے مدینہ آ گئے اور ابو عُبیدہ بن جرّاحؓ کے لشکر میں ضم کر دئے گئے۔ ابو بکر صدیق نے ان الفاظ میں ابو عُبیدہؓ سے اُن کی سفارش کی :

"تمہارے ساتھ ایک بڑا معزز آدمی ہے، عربوں کا ایک بڑا شہ سوار، جس کی رائے اور بہادری سے مسلمان نہ تو جنگ اور نہ جنگی معاملات میں بے نیاز ہو سکتے ہیں، اُس کو اپنا مقرب بنائے رکھنا، اور لطف و کرم سے اُس کے ساتھ پیش آنا، اس پر ظاہر کرنا کہ وہ تمہارے لئے ضروری ہے، اور تم ہر طرح اس کے قدر دان ہو، یہ رویہ رکھو گے تو وہ تمہارا خیر اندیش رہے گا، اور

تمھارے دشمن سے پوری کوشش اور لگن سے لڑے گا۔"
(فتوح الشام ص ۲۱)

اب سُنئے قیس بن ھُبیرہ سے انھوں نے کیا کہا :

"تم کو ابو عُبیدہ کے ساتھ جن کا لقب "امین" ہے بھیج رہا ہوں، جن کی شان ہے کہ ظلم سہتے ہیں لیکن خود ظلم نہیں کرتے ان سے کوئی برا سلوک کرتا ہے تو وہ معاف کردیتے ہیں، اگر کوئی تعلق توڑتا ہے تو وہ جوڑ دیتے ہیں، مسلمانوں پر بڑے مہربان ہیں، کافروں کے ساتھ نہایت سخت، ان کے حکم سے سرتابی یا ان کی رائے سے انحراف نہ کرنا، وہ تمھیں ایسا حکم نہ دیں گے جس میں خیر اور بھلائی نہ ہو، میں نے ان کو تاکید کردی ہے کہ تمھاری بات سنیں اور تمھارے مشورہ پر عمل کریں، تم ان کو جو رائے بھی دو اس میں خدا کا خوف ضرور ملحوظ ہو، عہد جاہلیت میں جب گناہ کا دور دورہ تھا، ہم سنتے تھے کہ تم ایک معزز، بہادر اور تجربہ کار سردار ہو، اب تم اپنی شجاعت و لیاقت کو اسلام کی سربلندی کے لئے مشرکوں کے خلاف صرف کردو، اس خدمت کا خدا بڑا انعام دے گا ......" (فتوح الشام ازدی ص ۲۱)

خالد بن سعید بن عاصؓ کو شام رخصت کرتے وقت ابو بکر صدیق نے فہمائش کی :

"تم نے میری رہنمائی کے لئے بہت اچھی نصیحتیں کیں جو میں نے گرہ میں باندھ لی ہیں، اب میں تم کو کچھ ہدایتیں کرتا ہوں، غور سے سنو اور ان پر کاربند ہو، تم اسلام کے پُرانے شیدائی اور

کارکن ہو اور اس حیثیت سے تمھارا مرتبہ بہت بلند ہے، لوگ
تمھاری طرف دیکھتے ہیں اور تمھارے مشورہ پر عمل کرتے ہیں، تم
شام میں جہاد کرنے جس کا انعام خدا کی میزان میں بہت ہے،
جارہے ہو، اور مجھے اُمید ہے کہ تم نے سچے دل سے خدا کی خوشنودی
اور اُس کے انعام کی خاطر جان دینے کا ارادہ کر لیا ہے، تمھاری
سیرت ایسی ہونی چاہئے کہ "عالِم دین" دین پر ثابت قدم رہیں
اور "جاہل" دین سے دل چسپی لے کر اچھے پیرو بن جائیں،
مفسدہ پردازنادانوں کو ڈانٹ ڈپٹ میں رکھنا، عام مسلمانوں
کے خیر خواہ رہنا، سپہ سالار کو ایسے مشورے دینا جن سے حق
کا بول بالا اور مسلمانوں کا بھلا ہو، تمھارا ہر کام "خوشنودیِ مولا"
کے لئے ہو اور اس احساس سے گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو، خود
کو مُردوں میں شمار کر لو، ہم سب عنقریب مریں گے، پھر دوبارہ
جِلائے جائیں گے اور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا، خدا ہمیں اور
تمھیں توفیق دے کہ اس کی نعمتوں کا گُن گائیں اور اُس کی سزا
سے ڈرتے رہیں۔" (فتوح الشام ازدی ص ۱۸)

چڑھائی کے وقت شام کی حالت

شام کی فتح میں مسلمانوں کی اچھی سیرت نے تو یاوری کی ہی، کچھ حالات
نے بھی اُن کا ساتھ دیا۔ ہجرت سے کوئی چھ سال پہلے فارسیوں نے شام پر حملہ
کر کے ملک کو پامال کر ڈالا تھا، کئی سال بعد رومی حکومت پھر شام میں لوٹ
آئی، وہاں کے عوام دنیا کی دو سب سے بڑی (کسروی اور قیصری) بادشاہتوں

کا تجربہ کر چکے تھے، اور یہ تجربہ تلخ تھا، دونوں کے نظام جابرانہ، حاکم ظالم اور فوجیں دست دراز تھیں، اس کے علاوہ شام میں عیسائی مذہبی تعصب نے ایک طبقہ کو سربلند بنادیا تھا اور دوسرے کو ذلیل و مقتوب، رومی حکومت کا شام پر دوبارہ قبضہ ہوا تو لگان اور ٹیکس بڑھا دئے گئے، فلسطین کے جنوب میں عرب شام سرحد کے (غسّانی) عرب رئیسوں کو جو سالانہ مدد دی جاتی تھی، بند کردی گئی، جس سے وہ بددل ہو گئے اور عربوں کا جیسا مقابلہ کرنا چاہئے تھا نہ کیا۔

ایک رومی مورخ کا حوالہ دیتے ہوئے پروفیسر ھتّی نے اپنی تاریخ عرب میں لکھا ہے: "رومی حکومت عرب شام سرحد کے قلعوں کی داشت و پرداخت سے غافل ہوگئی تھی۔ ستمبر ۶۲۹ء میں رومیوں نے جب رسول اللہؐ کے بھیجے رسالوں کو بمقام موتہ[1] شکست دی تو ہرقل نے وہ سالانہ مدد بند کردی جو بحر میّت کے جنوب اور مدینہ سے غزّہ جانے والی سڑک پر آباد قبائل کو دی جاتی تھی۔" (تاریخ عرب از فلیپ ھتّی ۱۹۳۷ء ص ۱۴۳ اور خلافت کا عروج و زوال از سر ولیم میور ۱۹۲۴ء ص ۶۵)

ان سب باتوں کا اثر یہ ہوا تھا کہ شام کے بہت سے لوگ جن میں عوام، خواص اور مذہبی پیشوا سب شامل تھے رومی حکومت سے بددل ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کو انھوں نے اپنے آقاؤں سے بہتر پایا، مسلمانوں کا ٹیکس (جزیہ) بہت ہلکا تھا، جس کو وصول کر کے وہ نہ تو فوجی خدمت کا مطالبہ کرتے، نہ بے گار لیتے اور نہ رعایا کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرتے۔ ازدی نے لکھا ہے کہ جب مسلمان کئی طرف سے شام میں گھس پڑے تو وہاں کی حکومت

---

[1] دیکھئے نقشہ شام مقابل ص ۴۸

نے شہر شہر گاؤں گاؤں مراسلے بھیجے اور رعایا کو حملہ آوروں سے لڑنے کی دعوت دی بہت سے لوگ اس دعوت پر فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جو فوجی خدمت سے گریزاں تھے، جن کی ہمدردیاں عربوں کے ساتھ تھیں، جو دل سے چاہتے تھے کہ عرب جیتیں اور رومی حکومت کا خاتمہ ہو۔ (فتوح الشام ازدی ص ۳۶)

شام پر چڑھائی اوائل ۱۳ھ میں ہوئی لیکن سارے ملک پر قبضہ کرنے میں لگ بھگ چھ سال لگے اس عرصہ میں متعدد جنگیں ہوئیں جن میں دو بڑی سنگین تھیں: ایک جنگ اَجْنادین، دوسری جنگ یَرْمُوک۔ اَجْنادین کی جنگ، ابوبکر صدیق کی وفات سے کچھ دن پہلے یعنی جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں واقع ہوئی اور جنگ یرموک ۱۵ھ میں جب عمر فاروق خلیفہ تھے، اکثر مورخوں کی یہی رائے ہے۔

۶۴ - ابوعُبیدہ بن جرّاحؓ کے نام

جس وقت ابوبکر صدیق کے الگ الگ بھیجے۔ تین لشکر سرحد شام پہنچے اس وقت قیصر روم عیسائیت کے بڑے مرکز فلسطین میں مقیم تھا، اس کو خبر ملی کہ عربوں کے کئی لشکر دھاوے مارتے چلے آرہے ہیں، ان کے نبی نے بشارت دی ہے کہ وہ شام فتح کریں گے، اس بشارت کو وہ شدنی امر سمجھتے ہیں اور ان کو اس پر اتنا اعتماد ہے کہ انھوں نے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ قیصر نے سارے ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کرا دیا، اس کی ساری دلچسپیاں سمٹ کر نئے خطرہ کے مقابلہ پر مرکوز ہو گئیں علاقہ کے رومی حکام اور عیسائی عرب رئیسوں کا ایک ارجنٹ جلسہ بلایا اور تقریر کی:

"دینِ مسیح کے ماننے والو! خدا تم پر بڑا مہربان تھا، اس نے تمھارے دین کو عزت و شرف بخشا اور اس کو فارسیوں، ترکوں بلکہ ساری اقوام پر غالب اور فاتح بنا دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ تم اپنے رب کی کتاب اور نبی کی اعلیٰ سنت پر عمل کرتے تھے۔ جب تم بدل گئے اور تمھاری سیرت خراب ہو گئی تو عربوں کو حوصلہ ہوا کہ تم پر حملہ کریں، بخدا میں نے کبھی ان کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا، اور نہ کبھی مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ہم ان کے حملہ کی آزمائش میں ڈالے جائیں گے، وہ ننگے پیر، ننگے جسم اور بھوکے چلے آرہے ہیں، بنجر زمین اور بارش کے قحط اور افلاس نے ان کو مجبور کر دیا ہے کہ تمھارے ملک پر حملہ کریں۔ ان کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہو، اپنے دین، اپنے وطن، اپنی عورتوں اور بچوں کی خاطر اُن سے لڑو، میں عازمِ سفر ہوں، تمھاری ضرورت بھر پیدل اور سوار فوج بھیجوں گا، میں نے تمھارے سالار مقرر کر دئے ہیں ان کا کہا ماننا" (فتوح الشام ازدی ص ۲۲)

فلسطین میں تیاری مکمل کر کے قیصر شام کے صوبائی صدر مقاموں کے دورہ پر نکلا۔ پہلے دمشق (وسطی شام) آیا اور وہاں کے حکام و رؤسا کو بھرتی کے احکام دے کر اس سے متصل (شمالی صوبہ کے صدر مقام) حمص پہنچا اور یہاں تقریر و تلقین سے لوگوں میں جنگی جوش پیدا کر کے، انطاکیہ[1] کا رُخ کیا۔ انطاکیہ شام کی شمالی سرحد کے قریب پہاڑوں کی گود میں ایک محفوظ شہر تھا، اس سے آگے قیصر کی وہ قلمرو شروع ہو جاتی تھی جس پر اس کے آباء و اجداد

[1] مقامات کے لئے دیکھئے نقشہ شام مقابل ص ۹۸

کی پشت پناہی سے براہِ راست حکومت تھی، انطاکیہ کو اس نے اپنا ہیڈکوارٹر بنایا، عربوں سے جنگ کی اعلیٰ نگرانی اپنے ہاتھ میں لی اور میسوپوٹامیہ، آسیا صغریٰ، ارمینیہ اور سلطنت کے دوسرے صوبے داروں کو فوجوں اور ہتیاروں کے لئے تاکیدی فرمان بھیجے۔

اس اثنا میں ابوبکر صدیق کے مامور کردہ سالار سرحد پار کر کے شام میں داخل ہو چکے تھے، کئی چھوٹی لڑائیاں بھی ہوئیں جن میں حملہ آور جیتے، اور کئی قلعوں کا محاصرہ ہوا جن کے حاکموں نے صلح کرلی۔ قیصر کے انطاکیہ پہنچنے کے کچھ دن بعد ابوعُبیدہؓ نے جَابِیَہ پر قبضہ کرلیا، جابیہ دِمشق سے بیس پچیس میل جنوب مشرق میں سرحد شام کے مضافات میں ایک گاؤں تھا، اس کے آس پاس مزروعہ بستیاں تھیں جہاں پانی، غلّہ اور چارہ کی بہتات تھی۔ ابوعُبیدہؓ کے پاس باقی دونوں سالاروں سے زیادہ فوج تھی اور وہ مرتبہ میں بھی دونوں سے بڑے تھے، یوں تو یزیدؓ اور شرحبیلؓ اپنے اپنے میدانِ عمل میں خود مختار تھے لیکن ان کو حکم تھا کہ اگر تینوں کسی ایک جگہ جنگ میں شریک ہوں تو سالارِ اعلیٰ ابوعُبیدہ ہوں گے۔ جابیہ بہت بڑی چھاؤنی بن گئی، جہاں مرکز سے برابر دستے اور رسالے آ کر جمع ہوتے، پھر دوسرے سالاروں کو حسب ضرورت بھیج دیئے جاتے۔

ابوعُبیدہؓ بن جرّاح کے مقامی جاسوسوں نے خبر دی کہ قیصر روم شام کا دورہ کرتا، شامیوں میں جنگی حرارت پیدا کرتا اور بھرتی کے احکام دیتا، انطاکیہ چلا گیا ہے، جہاں اس نے اپنا ہیڈکوارٹر بنایا ہے، اور "ایسے لشکر تیار کئے ہیں جو اس کے باپ دادا یا کسی اور بادشاہ نے کبھی نہیں کئے"۔ عنقریب یہ لشکر مسلمانوں سے متصادم ہونے آنے والے ہیں۔ ابوعبیدہؓ نے صورتِ حال سے مطلع کرنے کے لئے ابوبکر صدیق کو ایک خط لکھا جس میں تھا:

" مجھے خبر ملی ہے کہ شاہِ روم ہرقل انطاکیہ میں فروکش ہوا ہے اس نے اپنی بیرونِ شام قلمرو سے فوجیں بلائی ہیں " یہ فوجیں اس کے پاس روانہ بھی ہو چکی ہیں " میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو صورت حال سے مطلع کروں تاکہ آپ مناسب کارروائی کریں "

(فتوح شام ازدی ص ۲۴)

ابو بکر صدیق نے جواب دیا :-

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ تمھارا خط ملا " شاہِ روم کی فوجی تیاریوں کا حال معلوم ہوا ۔ اُس کے انطاکیہ میں قیام پذیر ہونے کے معنی ہیں کہ وہ اور اُس کی فوجیں شکست کھائیں گی اور تم اور مسلمان اللہ کے فضل سے فتح حاصل کرو گے ۔ تم نے یہ جو لکھا ہے کہ تم سے لڑنے کے لئے وہ اپنی ساری قلمرو سے فوجیں جمع کر رہا ہے تو یہ ایسی بات ہے جس کے رونما ہونے کا ہمیں اور تمھیں پہلے سے علم تھا " کوئی قوم اپنا اقتدار اور اپنا ملک بغیر لڑے نہیں چھوڑا کرتی " تمھیں خوب معلوم ہے کہ بہت سے مسلمان پہلے ان سے لڑ چکے ہیں جن کو موت اتنی پیاری تھی جتنی اُن کے دشمن کو زندگی " جو جان کی قربانی دے کر خدا سے " اجر عظیم " کے طالب تھے " جو جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی باکرہ بیویوں اور بڑھیا اونٹوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے " جن کا ایک مرد " جنگ میں " مشرکوں کے ہزار آدمیوں سے بہتر تھا ۔ (ان جاں نثاروں کی مثال سامنے رکھ کر) اپنی فوج سے ان کا مقابلہ کرو اور تعداد کی کمی سے نہ گھبراؤ ۔ اللہ تمھارے ساتھ ہے " پھر بھی انشاء اللہ میں تمھارے پاس

اتنی رسد بھیجوں گا جس سے تم مطمئن ہو جاؤ گے اور جس سے زیادہ
کی تم کو خواہش نہ رہے گی، والسلام علیک "
(فتوح الشام ازدی ص ۲۴-۲۵)

۶۵- یزید بن ابی سفیان کے نام

جس طرح ابو عبیدہؓ کے جاسوسوں نے قیصر روم کی جنگی تیاریوں سے
ان کو مطلع کیا، اسی طرح یزید بن ابی سفیان کے جاسوسوں نے قیصر کی
نقل و حرکت اور عسکری مساعی سے ان کو بھی باخبر رکھا۔ آپ اوپر پڑھ چکے
ہیں کہ بقول ازدی بصری یزید بن ابی سفیان شام کے مورچہ پر ابو بکرؓ صدیق
کے پہلے سالار تھے، وہ اس وقت کہاں تھے؟ ہم وثوق کے ساتھ یہ نہیں
بتا سکتے، ازدی نے ان کے میدان عمل سے ہمیں بالکل بے خبر رکھا ہے، لیکن
غالب قرینہ ہے کہ وہ اس وقت دریائے اردن[1] کے مشرقی گندم خیز علاقہ کی تسخیر
میں مصروف تھے، آئی ہوئی خبروں کی بنیاد پر انھوں نے مرکز کو جو رپورٹ بھیجی
اس میں تھا:

" شاہِ روم کو ہماری چڑھائی کی جب خبر ہوئی تو خدا نے اس
کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ وہ (فلسطین چھوڑ کر) انطاکیہ چلا
گیا، اس نے اپنی فوج کے رومی سالاروں کو شام کے مرکزی شہروں
پر کمانڈر مقرر کیا ہے اور ان کو ہم سے لڑنے کا حکم دے دیا ہے، وہ
لڑائی کے لئے تیار ہو گئے ہیں، شام کے ان رئیسوں نے جن سے
ہم نے معاہدے کئے ہیں، خبر دی ہے کہ ہرقل نے اپنی بیرونِ شام

---

[1] جو بحیرۂ طبریہ کو بحر میت سے ملاتا ہے، دیکھئے نقشہ۔

قلمرو سے بھی فوجیں بلائی ہیں جو بڑی تعداد اور پورے ساز و سامان سے آرہی ہیں، اب بتایئے آپ کا کیا حکم ہے، اپنی رائے سے بہت جلد مطلع کیجئے تاکہ ہم اس کے مطابق عمل کریں۔"

(فتوح الشام ازدی ص ۲۵)

ابوبکر صدیق نے جواب میں لکھا :-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ شاہِ روم کے دل میں مسلمان فوجوں کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ (فلسطین، دمشق اور حمص سے کپکپاتا ہوا) انطاکیہ چلا گیا۔ جب ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے تو خدا نے جس کے ہم سپاس گزار ہیں ایک طرف مشرکوں کے دلوں میں رعب ڈال کر اور دوسری طرف ملائکہ کرام بھیج کر ہماری مدد فرمائی، جس دین نے قیام کے لئے اللہ نے رعب و ہیبت سے کل ہماری مدد کی، اسی دین کی آج بھی ہم دعوت دے رہے ہیں۔ تمہارے رب کی قسم! اللہ مسلمانوں کا انجام مجرموں کا سا نہیں کرے گا اور جو لوگ کہتے ہیں "سوائے اللہ واحد کے کوئی دوسرا معبود نہیں" اُن کا مقدر اُن لوگوں کا سا نہیں ہو سکتا جو اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کی عبادت کرتے ہیں، اور کئی کئی خداؤں کے قائل ہیں۔ جب تم شاہِ روم کی فوج سے مقابل ہو تو ان پر ٹوٹ پڑنا اور خوب لڑنا، اللہ ہرگز تمہاری مدد سے ہاتھ نہیں اُٹھائے گا۔ اُس تبارک و تعالیٰ نے ہم کو خبر دی ہے کہ چھوٹی فوج اُس کے کرم سے بڑی فوج پر غالب آجاتی ہے، بہرحال میں تمہارے پاس پے در پے رسد بھیجوں گا، اتنی کہ تمہاری

ضرورت رفع ہو جائے گی اور تم فردِ واحد تک کی کمی محسوس نہیں کروگے ان شاء اللہ" والسلام علیکم ورحمۃ اللہ"

(فتوح الشام ازدی ص ۲۶)

یزید کا اور اس سے پہلے ابو عُبیدہ بن جراح کا مراسلہ پڑھ کر ابو بکر صدیق کے دل میں نہ تو خوف پیدا ہوا اور نہ اُن کے "عزمِ تسخیر" میں کوئی کمزوری آئی، اُن کو یقین تھا کہ شام فتح ہوگا اور رسول اللہ کی پیش گوئی پوری ہو کر رہے گی، انھوں نے فوجی فراہمی کی کوشش تیز تر کردی، تینوں سالاروں کے شام روانہ ہونے کے بعد یمن سے برابر چھوٹی بڑی ٹولیاں اور قبائلی رئیس مع ماتحت قبائل کے مدینہ آتے رہے تھے جن کو ابو بکر صدیق اِن سالاروں سے ضم ہونے بھیج دیتے تھے، نو واردوں کا کچھ حصہ تو سالاروں سے جا ملا تھا اور کچھ ابھی راستہ میں تھا۔ یزید اور ابو عُبیدہ کے مذکورہ بالا مراسلوں کے بعد ابو بکر صدیق نے جہاں جہاں امید تھی اپنے افسروں کو فوری خط لکھے اور فوجیں طلب کیں۔ مُلک عرب کے انسانی سوتے کچھ تو پہلے ہی کھل چکے تھے اور کچھ نئے اب کھل گئے۔ چند ہفتوں میں مدینہ کے باہر ایک رُعب دار کیمپ بن گیا، مکہ کے بہت سے قُریشی اور معتمد اشخاص بھی اسلام کے لئے قربانی دینے آ گئے، ابو بکر صدیقؓ نے نئی فوج کا کمانڈر عمرو بن عاص کو مقرر کیا۔ اس وقت شام کے مورچوں پر تین سالار تھے: ابو عُبیدہؓ جابیہ میں (دمشق کے جنوب مشرق میں) یزید بن ابی سفیان جنوب مشرق میں اس سے متصل ضلع بلقاء میں اور شرجبیل بن حسنہ جنوب میں اس سے متصل ضلع اُردن میں۔ عمرو شام کے جغرافیہ اور حالات سے واقف تھے، مشکلات اور خطروں پر فتح پانے کی ان میں خاص صلاحیت تھی، فکر و نظر کے مالک بھی تھے، اُن کو فوج کے ساتھ جابیہ بھیج دیا گیا جو اُس وقت شام میں

مسلمانوں کا سب سے بڑا کیمپ تھا۔ عمرو کے آنے سے ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں کو بڑی تقویت ہوئی۔

۶۶۔ ابو عُبَیدہ بن جرّاح کے نام

مدینہ سے مسلمان سالاروں کو مدد بھیجنے کی خبر سارے شام میں پھیل گئی اور مخبروں نے رسد کے اعداد و شمار اتنے بڑھا چڑھا کر بیان کئے کہ شام کے فوجی حلقوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا، فوراً قیصر کے پاس سفیر دوڑائے گئے اور رسد طلب کی گئی۔ قیصر نے حوصلہ افزا جواب دیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے:۔
" اتنی فوجیں بھیجوں گا کہ زمین پر ان کا سمانا مشکل ہو جائے گا۔" مسلمان سمجھے تھے کہ ان کو بس شام کی مقامی فوجوں سے لڑنا ہو گا، لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ آسیا صغری، آرمینیا اور ترکی کی فوجوں سے ٹھٹنا ہے تو وہ گھبرائے۔ بڑے سالار ابو عُبیدہ نے مرکز کو یہ رپورٹ بھیجی: میرے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ بیرون شام کی امدادی فوج کے ہراول دستے شاہ روم کے پاس پہنچ چکے ہیں، نیز یہ کہ شام کے بڑے شہروں کے سالاروں نے "رسد" کے لئے اس کے پاس سفیر بھیجے ہیں اور اس نے ان کو لکھا ہے کہ:

" تمھارے ایک بڑے شہر کی آبادی کل عرب فوجوں کی تعداد سے زیادہ ہے، ڈرو مت، لڑنے نکل جاؤ، تمھارے پیچھے پیچھے رسد بھی آتی ہے۔" یہ خبریں ہم کو موصول ہوتی ہیں۔ مسلمان لڑنے سے گھبرا رہے ہیں ......۔" (فتوح الشام ازدی ص ۲۷)

ابو بکر صدیق نے جواب دیا:۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تمھارا خط آیا جس میں تم نے لکھا ہے

کہ دشمن کی فوجیں تم سے لڑنے روانہ کر دی گئی ہیں[1]، نیز یہ کہ اُن کے بادشاہ نے اتنا بڑا لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا ہے " جس کا زمین پر سمانا مشکل ہو جائے گا"۔ خدا کی قسم تمھاری وہاں موجودگی سے زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود اس پر اور اس کی فوجوں پر تنگ ہو گئی ہے! بخدا مجھے تو یہ امید ہے کہ تم عنقریب شاہِ روم کو اس جگہ سے نکال باہر کرو گے جہاں وہ اس وقت مقیم ہے (یعنی انطاکیہ) تم اپنے رسالے دیہاتوں اور مزروعہ بستیوں میں پھیلا دو اور شامی فوجوں کو غلّہ اور چارہ سے محروم کر کے ان کی زندگی وبال کر دو۔ بڑے شہروں کا محاصرہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک میرا حکم نہ آئے، اگر دشمن تم سے لڑنے بڑھے تو تم بھی لڑنے بڑھو اور خدا سے دعا کرو کہ ان پر غلبہ عطا کرے۔ ان کے پاس جتنی رسد آئے گی میں اتنی یا اس سے دُگنی رسد بھیجوں گا۔ خدا کا شکر ہے نہ تو تمھاری تعداد کم ہے، اور نہ تم کمزور ہو، میری سمجھ میں نہیں آتا پھر تم ان سے لڑتے کیوں گھبراتے ہو، اللہ ضرور تم کو فتح عطا کرے گا اور دشمن پر غالب کرے گا، وہ تم کو سربلند کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کس طرح اس کا شکر یہ ادا کرتے ہو۔ عمرو کے ساتھ اچھا طرزِ عمل رکھنا، میں نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ صحیح مشورہ دینے سے دریغ نہ کریں، وہ تجربہ کار اور صائب رائے آدمی ہیں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ"۔

(فتوح الشام ازدی ص ۲۴)

---

[1] ابو عُبیدہ کی رپورٹ میں روانگی کی نہیں بلکہ تیاری کی خبر ہے۔

خالد بن ولیدؓ کے نام

مذکورہ بالا خط و کتابت اور سالارانِ شام کی رپورٹوں کو اس بڑی جنگ کا پسِ منظر سمجھنا چاہیئے جو اجنادین کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ابھی پڑھا کہ ابوبکر صدیق نے ابو عُبیدہؓ اور یزید بن ابی سُفیانؓ کے تازہ ترین خطوط کے زیرِ اثر عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں خاصی فوج بھیجی تھی، آپ نے یہ بھی پڑھا کہ اس سے پہلے مرکز کی طرف سے دستے اور مسلح جتھے برابر شام کو جاتے اور وہاں کی فوجوں میں ضم ہوتے رہے تھے، سب ملا کر اسلامی فوج کی تعداد بیس بائیس ہزار تک پہنچ گئی تھی، اس میں شک نہیں کہ ابو عُبیدہ بن جراح کو عمرو بن عاص اور ان کے ساتھ آئی دو ڈھائی ہزار فوج سے کافی تقویت ہوئی لیکن پھر بھی وہ اور دوسرے سالار اپنی طاقت کی طرف سے مطمئن نہ تھے اور ان کی فوج کے حوصلے تو یقیناً پست تھے جیسا کہ ابو عُبیدہ کی مرکز کو بھیجی رپورٹ کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے: "وانفس المسلمین لینۃ بقتالھم" (ازدی ص ۲۷) مسلمانوں کی وحشت کے کئی سبب تھے: شام کے مقامی جاسوسوں اور معاہد رئیسوں نے مسلمانوں کے سامنے قیصر کی عسکری تیاریوں کی خبریں ایسی بڑھا چڑھا کر پیش کی تھیں کہ ان کے دل دہل گئے تھے، ان کو بتایا گیا تھا کہ رومی فوج میں صرف اہلِ شام کے علاوہ قیصر کی بیرونِ شام قلمرو۔ جزیرہ، ایشیا صغریٰ، ارمینیہ اور یورپ سے طلب کی ہوئی فوجیں بھی شامل ہیں اور ان کی تعداد ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے، ان خبروں کے پسِ منظر میں وہ دو[۲] شکستیں تھیں جو مسلمانوں کو شام کے مورچہ پر ہو چکی تھیں، ایک رسول اللہ کے آخر عہد میں جب اُن کے بھیجے ہوئے دستوں کو مُوتہ کے مقام پر قیصر کی فوج نے بُری طرح پسپا کیا تھا اور دوسرے

---

[۱] مذکورہ ذیل خط کا شمار پہلے ہو چکا ہے (نمبر ۶۱) اس لئے یہاں اس کا شمار نہیں کیا گیا۔

خالد بن سعید کی حالیہ تباہی جس میں ان کے صاحبزادے اور بہت سے مسلمان کام آئے اور وہ خود بال بال بچے تھے۔ ابو بکر صدیق کو محاذِ شام کے مسلمانوں کی اس وحشت کا علم تھا، جہاں تک فوجی طاقت بڑھانے کا سوال تھا وہ جو کچھ ان کے بس میں تھا کر رہے تھے اور اب تک مدینے سے بائیس ہزار فوج شام کے مورچے پر بھیج چکے تھے، اتنی بڑی جمعیت اسلام میں پہلے کبھی محاذِ واحد پر جمع نہیں ہوئی تھی، لیکن "تعداد فوج" کو اُن کی میزانِ فتح و شکست میں وہ اہمیت حاصل نہ تھی جو مجاہدین اسلام کے جذبۂ سرفروشی اور خود اعتمادی کو تھی، اس لئے انھوں نے مناسب سمجھا کہ ایک ایسے شخص کو سالارِ اعلیٰ مقرر کریں جو فوجی سمجھ بوجھ کے ساتھ سرفروشی اور خود اعتمادی کے نشے میں سرشار ہو، اُن کی نظر خالد بن ولید پر پڑی، یہ خالد جب سے اسلام لائے دسیوں جنگوں میں قائد رہ چکے تھے، اور کبھی ان کا جھنڈا نیچا نہیں ہوا تھا، یہ دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کو خاطر میں نہ لاتے تھے، بلکہ ان کے جوہر ایسے موقعوں پر اور زیادہ کھلتے جہاں ان کی طاقت فریق ثانی سے نمایاں طور پر کم ہوتی، ان کی تلوار سی میں جادو تھا، ان کی شخصیت بھی کمال کی تھی، ان کے جھنڈے تلے آکر ان کے ماتحتوں میں بھی کچھ ویسی ہی لگن اور خود اعتمادی پیدا ہو جاتی جس سے خود ان کا سینہ گرم رہتا۔ ہمارے بعض مورخ بتاتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کے پہلے سالارِ شام خالد بن سعید کو مرج الصفر (دمشق کی جنوبی عملداری) میں زک دے کر رومیوں نے فخر سے کہا تھا: "بخدا ہم ابو بکر کی ایسی خبر لیں گے کہ وہ ہمارے ملک پر ترکتازی کرنا بھول جائیں گے۔"

اس کے بعد وہ بڑے پیمانہ پر فوجی تیاری کرنے لگے اور ان کا ارادہ غالباً یہ تھا کہ مدینہ پر فوج کشی کر کے اسلامی حکومت کی جڑ کاٹ دیں۔ کچھ عرصہ بعد خالد کو شامی فوجوں کا سالار اعلیٰ مقرر کر کے ابو بکر صدیق کے حوصلے اتنے بلند ہوئے کہ وہ بولے:

"بخدا میں خالد سے رومیوں کو ایسی مار لگواؤں گا کہ ان کے شیطانی وسوسے پراگندہ ہو جائیں گے۔" (تہذیب ابن عساکر، مصر ۱/۱۳۶) خالد اس وقت عراق کے مورچہ پر سرحدی رئیسوں کو صلح اور جزیہ کے ذریعہ مسخر کر کے عراق کی باقاعدہ فتوحات کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے کہ ابوبکر صدیق کا یہ ارجنٹ مراسلہ موصول ہوا:

"واضح ہو کہ جب تم کو میرا یہ خط ملے تو ان لوگوں کو چھوڑ کر جو تمھارے عراق پہنچنے سے پہلے وہاں موجود تھے، چل دو، اور اپنی فوج کے ان مردانِ کار کو ساتھ لے کر جو یمامہ میں تمھارے ہم رکاب تھے، یا یمامہ سے عراق کے سفر میں تم سے آملے تھے یا حجاز سے تمھارے پاس آگئے تھے، بعجلت تمام شام کا رخ کرو اور ابو عُبَیدہ اور اُن کی فوجوں سے مِل جاؤ، وہاں پہنچ کر ساری فوج کے سالارِ اعلیٰ تم ہو گے، والسلام علیک۔" (فتوح الشام ازدی ص ۵۷-۵۸ و تہذیب ابن عساکر ۱/۱۳۸)

۶۷- ابو عُبَیدہ بن جرّاح کے نام

جب ابوبکر صدیق نے ابو عُبَیدہ بن جرّاح کو افواجِ شام کی سپہ سالاری سے معزول کر کے خالد بن ولید کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو عمر فاروق نے اس کی مخالفت کی، ہمارے مورخوں نے اس مخالفت کے کئی سبب بیان کئے ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ خالد اور عمر فاروق میں جو قریبی رشتہ دار تھے لڑکپن سے چشمک تھی، دوسری روایت یہ ہے کہ خالدؓ نے ابوبکر صدیق کے عہد خلافت میں عمر فاروق کی شان میں ایسے لفظ کہے جن سے اُن کو دکھ ہوا

اور وہ خالد سے ناراض ہو گئے، تیسرا قول ہے کہ عمر فاروق کی خالد سے برہمی کا سبب مالک بن نویرہ کا افسوسناک قضیہ تھا، مالک جن کو خالدؓ نے اسلام سے باغی سمجھ کر قتل کرا دیا تھا، اور جن کو عمر فاروق ثقہ شاہدوں کی شہادت کی بناء پر مسلمان باور کرتے تھے، چوتھا قول یہ ہے کہ عمر فاروق کو خالدؓ کی بے باک تلوار اور مسرفانہ فیاضی ناگوار تھی، ان سب کے علاوہ مخالفت کا ایک اور وزنی سبب یہ تھا کہ خالد نو مسلم تھے اور ابو عُبیدہؓ قدیم الاسلام، عمر فاروق کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ ایک نو آزمودہ مسلم کو ایک پرانے اور اسلام کی ابتدائی آزمائشوں میں ثابت قدم رہنے والے صحابی اور پختہ کار مجاہد پر فوقیت حاصل ہو۔ ابو بکر صدیق جو عمر فاروق کی بات بہت کم ٹالتے تھے، خالد کے معاملہ میں ان سے اتفاق رائے نہ کر سکے، اُن کے سامنے اس وقت نئے یا پرانے مسلمان کا مسئلہ نہ تھا، نہ زیادہ اور کم خدمات کا، نہ سیرت کے اعتبار سے بڑھیا گھٹیا کا، انھوں نے خالد بن ولید کو صرف اس اعتبار سے ترجیح دی کہ وہ ایک طرف لڑائی کے فن اور لڑائی کے تجربہ میں دوسرے سالاروں سے گوئے سبقت لے گئے تھے اور دوسری طرف خود اعتمادی کے زیور سے زیادہ آراستہ تھے۔ ابو عُبَیدہ کی معزولی کے فرمان کا مضمون یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح ہو کہ میں نے شام میں رومیوں سے لڑائی کی کمان اعلیٰ خالد کو دے دی ہے، تم اُن کی مخالفت نہ کرنا، ان کی بات ماننا اور ان کی رائے پر عمل کرنا، میں نے یہ جانتے ہوئے کہ تم خالد سے بہتر ہو ان کو تمھارا افسر اعلیٰ بنا دیا ہے، میرا خیال ہے کہ ان کو جنگی معاملات کی تم سے زیادہ سمجھ بوجھ ہے۔ خدا سے دعاء ہے کہ ہمیں اور تمھیں سیدھے راستہ پر گامزن رکھے، والسلام علیک

ورحمۃ اللہ"   (ازدی ص ۴۷)

ربیع الاول ۱۳ھ میں خالد اپنا نیا عہدہ سنبھالنے عراق سے شام روانہ ہوئے۔ عراق سے نکل کر سرحد شام میں جب داخل ہوئے تو انھوں نے ایک مراسلہ شام کے مسلمانوں کو اور دوسرا ابو عُبَیدہ بن جراح کو بھیجا۔ مسلمانوں کو لکھا تھا کہ "میں آپ کا سالارِ اعلیٰ مقرر کیا گیا ہوں اور بہت جلد آپ سے آملوں گا، خاطر جمع رکھئے اور بالکل نہ گھبرائیے، خدا کا وعدہ عنقریب پورا ہونے والا ہے"۔ خالد بن ولید نو مسلم تھے یعنی فتح مکہ (۸ھ) سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے، اس کے برخلاف ابو عُبَیدہ مہاجرین اولین اور رسول اللہ کے عزیز ترین ساتھیوں میں سے تھے، ان کی خدمات جنگ اور امن دونوں میں شاندار تھیں، عادات واطوار پسندیدہ تھے۔ رسول اللہ کے صحابہ میں ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، عمر فاروق ان کا احترام کرتے تھے۔ خالد کو اس خیال سے غیرت سی آئی کہ وہ افسر اور ابو عُبَیدہ جیسی بھاری بھرکم شخصیت کے صحابی ان کے ماتحت ہوں، اس احساس کے زیر اثر انھوں نے ابو عُبَیدہ کو یہ پُر انکسار اور معذرت آمیز خط لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: ابو عُبَیدہ بن جراح کی خدمت میں خالد بن ولید کی طرف سے، سلام علیک میں اس معبود کا سپاس گزار ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ خدا سے التجاء ہے کہ خوف (قیامت) کے دن مجھے اور آپ کو دوزخ کی سزا سے امان میں رکھے اور دنیا میں آزمائشوں اور مصیبتوں سے، خلیفہ رسول اللہ (ابو بکر) کا فرمان موصول ہوا ہے جس میں انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ شام جا کر وہاں کی فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لوں۔ بخدا میں نے نہ تو اس عہدہ کی درخواست کی نہ اس کی خواہش، اور

نہ اُن سے اس باب میں کوئی خط وکتابت۔ آپ پر خدا کی رحمت (میرے سالارِ اعلیٰ ہونے کے باوجود) آپ کی حیثیت وہی رہے گی جو تھی، آپ کے کسی حکم کو ٹالا نہ جائے گا، نہ آپ کی رائے اور مشورہ کو نظرانداز کیا جائے گا اور نہ آپ کی صلاح بغیر کوئی فیصلہ ہوگا، آپ مسلمانوں کی ایک برگزیدہ شخصیت ہیں، نہ تو آپ کے فضل سے انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ آپ کی رائے سے بے پروا ہی برتنا ممکن ہے، خدا سے دعا ہے کہ اپنی مہربانیوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے اور مجھے اور آپ کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے، والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔" (فتوح الشام ازدی ص ۶۲)

۶۸۔ فرمان جانشینی

شام کی پہلی سب سے بڑی جنگ اجنادین (جمادی الآخرہ ۱۳ھ) ختم ہو چکی تھی اور محاصرۂ دمشق (پایۂ تخت) کے لئے زمین ہموار ہو رہی تھی کہ ابوبکر صدیق بیمار پڑے، اور بیماری نے ایسی صورت اختیار کی کہ ان کو بچنے کی امید نہ رہی، اس وقت بڑے صحابہ میں کئی افراد تھے جن کو خلافت کی کشتی سونپی جا سکتی تھی۔ عثمان غنی، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبد اللہ، حضرت علی اور عمر فاروق، بحیثیت مجموعی ان کو عمر فاروق زیادہ اہل نظر آئے، وہ ان کے دستِ راست تھے، اور ان کے سوا دو سالہ عہدِ حکومت میں خلافت کے تمام اہم معاملات سے بڑی گرمجوشی کے ساتھ دلچسپی لیتے رہے تھے، وہ بڑے بے غرض، جوان حوصلہ اور عملی آدمی بھی تھے، ابوبکر صدیق نے ان کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا فیصلہ کر لیا، انھوں نے عبد الرحمن بن عوف کو بلایا اور ان سے

پوچھا: عمر کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟" عبدالرحمٰنؓ: آپ ان کے بارے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں، ابوبکر صدیق: اس کے باوجود میں تمھاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" عبدالرحمٰن: "عمر اس سے بہتر ہیں جیسا آپ ان کو سمجھتے ہیں۔" ابوبکر صدیق نے عثمان غنی کو بلا کر ان کی رائے مانگی تو انھوں نے کہا: میں کیا بتاؤں آپ ان کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں، جب ابوبکر صدیق نے اصرار کیا تو وہ بولے: عمر کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور وہ ہم سب سے اچھے ہیں، ابوبکر صدیق: خدا کی تم پر رحمت، اگر تم یہ رائے نہ دیتے تو میں تم ہی کو خلیفہ بناتا، ان دو کے علاوہ ابوبکر صدیق نے چند دوسرے مہاجر و انصار صحابہ سے بھی رجوع کیا تو انھوں نے عمر فاروق کے حق میں رائے دی، اس کے بعد کچھ لوگ آئے اور بولے: آپ خدا کو کیا جواب دیں گے جب وہ پوچھے گا کہ تم نے عمر کو ان کی درشت مزاجی اور سخت گیری کے باوجود کیوں خلیفہ بنایا؟" ابوبکر صدیق کو جوش آگیا، وہ سہارا لے کر اٹھ بیٹھے اور کہا: تم مجھے خدا سے ڈراتے ہو، میں کہوں گا کہ میں نے سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ بنایا ہے!" یہ کہہ کر وہ لیٹ گئے اور عثمان غنی کو بلا کر یہ تحریر لکھوائی:-

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ فرمان ہے ابوبکر بن ابی قحافہ کی طرف سے جو زندگی کی آخری منزل سے گذر کر آخرت کی پہلی منزل میں قدم رکھ رہا ہے۔ جہاں (حقیقت ایسی بے نقاب ہو کر سامنے آئے گی کہ) کافر ایمان لانے، بدکار سزا کا یقین کرنے اور جھوٹا سچ بولنے پر مجبور ہوگا، میں اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں، آپ کا فرض ہے کہ ان کی ہدایت اور حکم کے مطابق عمل کریں، ان کا انتخاب کر کے میں نے اپنے بس بھر اللہ، اس کے دین، اپنے ضمیر

اور مسلمانوں کی بہبودی کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی ہے، مجھے پوری امید ہے کہ عمر عدل وانصاف سے کام لیں گے لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہر شخص کی طرح وہ اپنے اعمال کے ذمہ دار ہوں گے، میں نے تو بہر حال مسلمانوں کی بہبودی چاہی ہے اور غیبی امور میرے علم سے باہر ہیں، ظالم کو جلد ہی اپنی بد اعمالیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔" (کنز العمال ۳/۱۴۵۔ ۱۴۶ و ۴/۳۲۲ جزوی اختلاف کے ساتھ)

۶۹۔ فرمان کی دوسری شکل

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان ہے ابوبکر خلیفہ رسول اللہ کا مؤمنوں اور مسلمانوں کو، خدا جس کا میں سپاس گذار ہوں آپ کو بخیر و عافیت رکھے، واضح ہو کہ میں عمر بن خطاب کو آپ کا والی مقرر کرتا ہوں ان کی اطاعت کیجئے اور ان کا حکم مانئے، ایسا کر کے میں نے سچے دل سے اور اپنے مقدور بھر آپ کی بہبودی اور فائدہ پیش نظر رکھا ہے، والسلام۔"
(تاریخ یعقوبی نجف ۲/۱۱۵)

۷۰۔ سالاران فوج کے نام

ابوبکر صدیق کے ایک سالار نے کسی بڑے عرب سردار کے بارے میں جو غالباً مرتدہ لڑائیوں میں پکڑا گیا تھا، لکھا کہ وہ زر مخلصی دے کر آزاد ہونا چاہتا ہے، اس باب میں اپنی رائے سے مطلع کیجئے، ابوبکر صدیق

نے جیسا کہ ابھی آپ پڑھیں گے، زرِ مخلصی لینے کی اجازت نہیں دی اور اسے قتل کرا دیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ذی اثر اور خطرناک آدمی تھا جس نے نہ صرف ردّہ بغاوتوں میں نمایاں حصہ لیا تھا، نہ صرف بڑی تعداد میں عربوں کو اسلام سے منحرف کیا تھا بلکہ اپنے علاقہ کے مسلمانوں کو جسمانی ایذا بھی پہنچائی تھی۔ ابوبکر صدیق نے اس کو زندہ رکھنا اسلام کے مفاد کے خلاف سمجھا اور اسے سزائے موت دی۔ زرِ مخلصی کے سلسلہ میں قرآن نے اِن الفاظ میں اسلامی موقف واضح کر دیا ہے۔

فَاِمَّا مَنًّا بَعدُ وَاِمَّا فِدَاءً "یعنی جنگ کے بعد قیدیوں کے ساتھ ازراہِ احسان پیش آکر یا تو آزاد کر دو یا اُن سے زرِ مخلصی لے کر چھوڑ دو"

جب بدر میں ہزیمت خوردہ قریش کے کئی درجن آدمی قید ہو کر رسول اللہ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے اس آیت کے دوسرے اختیار پر عمل کرتے ہوئے زرِ مخلصی لے کر انھیں رہا کر دیا تھا" اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت بے حد خراب تھی اور مفادِ عامہ کا تقاضہ تھا کہ معاوضہ لیا جائے اور دشمن نہ چھوڑا جائے، ایک دوسرے موقع پر رسول اللہ نے ایک دو قیدیوں کو جو سخت اسلام دشمن تھے قتل بھی کرا دیا تھا:

"زرِ مخلصی لے کر اس کو نہ چھوڑو بلکہ قتل کر دو۔"

(کتاب الاموال قاسم بن سلّام مصر ۱۳۰ - ۱۳۱ و کنز العمال ۲/۳۱۲)

فهرس

١ - رِدَّة الحِجاز ونجد

١ - إلى القبائل المرتدة

" بسم الله الرحمن الرحيم . من أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى من بلغه كتابي هذا من عامَّة وخاصَّة أقام على إسلامه أو رجع عنه، سلام على من اتَّبع الهدى ولم يرجع بعد الهدى إلى الضلالة والعمى، فأنى أحمد إليكم الله الذي لا إله إلا هو وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريكَ له وأن محمداً عبده ورسوله نُقرّ بما جاء به ونُكفر مَن أبَى ونُجاهده :

أما بعد فأن الله تعالى أرسل محمداً بالحق من عنده إلى خلقه بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بأذنه وسِراجاً منيراً ليُنذر مَن كانَ حَيًّا ويَحِقّ القول على الكافرين فهدى الله بالحق مَن أجاب وضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بأذنه من أدبر عنه حتى صار إلى الأسلام طوعا وكرها، ثم تَوفّى الله رسوله صلى الله عليه وسلم وقد نفذ لأمر الله ونصح لأُمته وقضى الذى عليه وكان الله قد بَيَّن له ذلك ولأهل الأسلام فى الكتاب الذى أُنزل فقال " إنَّك ميِّت وإنهم مَيِّتُون " وقال : " وماجعلنا لبَشَر من قبلك

الخُلد أفأن متّ فهم الخالدون وقال للمؤمنين : وما محمد إلّا رسول قد خلت من قبله الرسل، أفأن مات أو قُتل انقلبتم على أعقابكم ومَن ينقلب على عقبيه فلن يضرّ الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين " فمن كان إنما يعبد محمداً، فأن محمداً قد مات، ومن كان إنما يعبد الله وحده لا شريك له فأن الله له بالمرصاد حيٌّ قيُّوم لا يموت ولا تاخذه سِنة ولا نوم حافظ لأمره منتقم من عدوه يجزيه[1]،

وإنى أوصيكم بتقوى الله وحظكم ونصيبكم من الله وماجاءكم به نبيكم صلى الله عليه وسلم وأن تهتدوا بهداه وأن تعتصموا بدين الله، فأنّ كل من لم يهده الله ضالّ، وكل من لم يُعافِه مُبتلى وكل من لم يُعِنه الله مخذول، فمن هداه الله كان مهتديا ومن أضلّه كان ضالاً، قال الله تعالى : " مَن يهدِ الله فهو المهتدى ومن يضلله فلن تجد له وليّاً مرشدا"، ولم يُقبل منه فى الدُّنيا عمل حتى يُقرّ به ولم يُقبل منه فى الآخرة صرف ولا عدل،

وقد بلغنى رجوع من رجع منكم عن دينه بعد أن أقرّ بالأسلام، وعمل به اغتراراً بالله وجهالة بأمره وإجابة للشيطان، قال الله تعالى : "وإذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا إلّا إبليس كان من الجن ففسق عن أمر ربه أفتتخذونه وذُرّيّته أولياء من دُونى وهم لكم عدو، بئس

---

[1] فى الاصل : يجزيه -

للظالمين بدلا، وقال : " إن الشيطان لكم عدو فاتّخذوه عدوّاً، إنما يدعو حزبه ليكونوا من أصحاب السّعير"

وإنى بعثت إليكم فلانا فى جيش من المهاجرين والأنصار والتابعين بأحسان وأمرته أن لا يقاتل أحداً ولا يقتله حتى يدعوه إلى داعية الله[1]، فمن آستجاب له وأقر وكف وعمل صالحا قبل منه وأعانه عليه، ومن أبَى أمرت أن يُقاتله على ذلك، ثم لا يُبقى على أحد منهم قدرَ عليه وأن يُحرقهم بالنار ويقتلهم كل قِتلة، وأن يسبى النّساء والذّراري، ولا يَقبَل من أحد إلاّ الأسلام، فمن آتبعه فهو خير له ومن تركه فلن يعجز الله، وقد أمرت رسولى أن يقرأ كتابى فى كل مجمع لكم".

(سيف بن عمر - الطّبرى ٣ / ٢٢٦ - ٢٢٧ وصبح الأعشى للقلقشندى، طبعة مصر ٦ / ٣٨٦ والاكتفاء لأبى الربيع سليمان بن موسى الكلاعى البلنسى مخطوط رقم ٥٢٧، دار الكتب المصرية القاهرة ص ٢٤٥ - ٢٤٦ مع النقص والزيادة)

٢ - صورة أخرى

ويُروى أن ابا بكر كتب مع هذا الكتاب كتابا آخر إلى عامة الناس وأمر خالداً أن يَقرأه عليهم فى كل مجمع وهذا نصه :

---

[1] داعية الله: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله.

« بسم الله الرحمن الرحيم من أبي بكر خليفة رسول الله إلى من بلغه كتابي هذا من عامة أو خاصة قائما على إسلامه أو راجعا منه سلام على من اتبع الهدى ولم يرجع بعد الهدى إلى الضلالة والعمى وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده الهادي غير المضل أرسله بالحق من عنده إلى خلقه بشيراً ونذيراً وداعياً إلى الله بإذنه وسراجاً منيرا لينذر من كان حيًّا ويحق القول على الكافرين فهدى الله بالحق من أجاب إليه وضرب بالحق من أدبر عنه حتى صاروا إلى الأسلام طوعاً وكرها ثم أدرك رسول الله عند ذلك أجله الذى قضى الله عليه وعلى المؤمنين فتوفاه الله، وقد كان بيَّن له ذلك ولأهل الأسلام فى الكتاب الذى أنزل عليه فقال : إنك ميت وإنهم ميتون، وقال وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد أفإن مت فهم الخالدون، كل نفس ذائقة الموت ونبلوكم بالشر والخير فتنة وإلينا ترجعون، وقال للمؤمنين : وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ؟ ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشاكرين، فمن كان إنما يعبد محمداً فأن محمداً قد مات صلوات الله عليه ومن كان إنما يعبد الله وحده لا شريك له فأن الله

بالمرصاد ، حيّ قيوم لا يموت ولا تأخذه سِنة ولا نوم ، حافظ لأمره مُنتقم من عدوه ، وإنى أوصيكم أيها الناس بتقوى الله وأحُضّكم على حظكم ونصيبكم من الله وما جاءكم به نبيكم محمد وأن تهتدوا بهدى الله وتعتصموا بدين الله فأن كل من لم يحفظه الله ضائع وكل من لم يصدّقه الله كاذب ، وكل من لم يسعده الله شقى ، وكل من لم يرزُقه الله محروم ، وكل من لم ينصره الله مخذول ، فاهتدوا بهَدْيِ الله ربّكم وما جاءكم به نبيّكم محمد فأنّه من يُهدى الله فهو المهتدى ومن يضلل فلن تجد له وليّاً مرشدا ، وإنه بلغنى رجوع من رجع منكم عن دينه بعد أن أقر بالأسلام وعمل به اغترارًا بالله وجهالة بأمر الله وطاعة الشيطان ، وإن الشيطان لكم عدو ، فاتخذوه عدوا ، إنما يدعو حزبه ليكونوا من أصحاب السعير ، وإنى قد بعثتُ خالدَ بن الوليد فى جيش من المهاجرين الأولين من قريش والأنصار وغيرهم وأمرته أن لا يقاتل أحداً ولا يقتله حتى يدعوه إلى داعية الله فمن دخل فى دين الله وتاب إلى الله ورجع عن معصية الله إلى ما كان يُقربه من دين الله وعمل صالحاً قِبل ذلك منه ، وأعانه عليه ، ومن أبى أن يرجع إلى الأسلام بعد أن يدعوه بداعية الله ويعذر إليه بعاذرة الله أن يقاتل من قاتله على ذلك أشد القتال بنفسه ومن معه من أنصار دين

الله وأعوانه ثم لا يُبقي على أحد بعد أن يعذر إليه وأن يُحرقهم بالنار ويسبي الذراري والنساء، وأمرتُه أن لا يَقبل من أحد شيئاً إلا الرجوع إلى دين الله وشهادة أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمداً عبده ورسوله، وقد أمرتُه أن يَقرأ على الناس كتابي إليهم في كل مجمع وجماعة فمن اتَّبَعه فهو خير له ومن تركه فهو شر له".

(الاكتفاء ص ٢٤٦)

٣ - إلى أُمراء جيوش الرِّدَّة

"بسم الله الرحمن الرحيم، هذا عَهد من أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم لفُلان حين بعثه فيمن بعثه لقتال من رجع عن الإسلام، وعهد إليه أن يتقي الله ما استطاع في أَمره كله سِرّه وعلانيته وأمره بالجِدّ في أمر الله ومُجاهدَة من تولّى عنه، ورجع عن الإسلام إلى أماني الشيطان بعد أن يعذر إليهم فيدعوهم بداعية الإسلام، فإن أَجابوه أَمسك عنهم وإن لم يُجيبوه شنّ غارته عليهم حتى يُقِرّوا له، ثم يُنبئهم بالذي عليهم والذي لهم فيأخذ ما عليهم ويُعطيهم الذي لهم لا يُنظرهم ولا يَرُدّ المسلمين عن قتال عدوهم فمن أَجاب إلى أمر الله عز وجل وأقَرّ له قبِل ذلك منه وأعانه عليه بالمعروف وإنما يقاتل من كفر بالله على الإقرار بما جاء من عند الله"

فأذا أجاب الدعوة لم يكن عليه سبيل ، وكان الله حسيبه بعد ، فيما استسر به ، ومن لم يجب داعية الله قُتِل وقوتل حيث كان وحيث بلغ مراغمة ، لا يَقبل من أحد شيئاً أعطاه إلا الأسلام فمن أجابه وأقر قَبل منه وعلّمه ، ومن أبي قاتله ، فأن أظهره الله عليه قتل منهم كل قتلة بالسلاح والنيران ، ثم قسم ما أفاء الله عليه إلا الخمس فأنه يبلغناه وأن يمنع أصحابه العجلة والفساد وأن لا يُدخل فيهم حشوا حتى يعرفهم ويعلم ماهم لئلا يكونوا عيونا ، ولئلا يؤتى المسلمون من قبلهم ، وأن يقتصد بالمسلمين ويرفُق بهم فى السير والمنزل ويتفقدهم ، ولا يعجل بعضهم عن بعض ويستوصى بالمسلمين فى حسن الصحبة ولين القول "

(سيف بن عمر - الطبرى ٣/٢٢٧)

٤ - وصيّة أبى بكر إلى خالد بن الوليد

عن نافع بن جُبير أن أبابكر حين بعث خالد بن الوليد عهد إليه وكتب معه هذا الكتاب :-

" بسم الله الرحمن الرحيم . هذا ما عهد به أبوبكر خليفة رسول الله إلى خالد بن الوليد حين بعثه فيمن بعثه من المهاجرين والأنصار ومن معهم من غيرهم لقتال من رجع عن الأسلام بعد رسول الله

صلى الله عليه وسلم، عهد إليه وأمره أن يتقى الله
ما استطاع فى أمره كله علانيته وسره وأمره
بالجدّ فى أمر الله والمجاهدة لمن تولى عنه إلى غيره
ورجع عن الأسلام إلى ضلالة الجاهلية وأمانى
الشيطان، وعهد إليه وأمره أن لا يقاتل قوماً حتى
يعذر إليهم ويدعوهم إلى الأسلام ويُبيّن لهم الذى
لهم فى الأسلام والذى عليهم فيه، ويحرص على هداهم
فمن أجابه إلى ما دعاه إليه من الناس كلهم أحمرهم
وأسودهم قبل منه وليعذر إلى من دعاه بالمعروف و
بالسيف، فأنما يقاتل من كفر بالله على الأيمان بالله
فأذا أجاب للمدعو إلى الأيمان وصدق إيمانه لم يكن عليه
سبيل وكان الله حسيبه، ويجدّ فى عمله، ومن لم
يجبه إلى ما دعا إليه من دعاية الأسلام ممن رجع
عن الأسلام بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم
أن يقاتل أولئك بمن معه من المهاجرين والأنصار حيث
كانوا وحيث بلغ مراغمة، ثم يقتل من قدر عليه من أولئك
ولا يقبل من أحد شيئاً دعاه إليه ولا أعطاه إياه إلّا
الأسلام والدخول فيه والصبر به وعليه شهادة أن
لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله، وأمره أن
يمضى بمن معه من المسلمين حتى يقدم اليمامة فيبدأ
ببنى حنيفة ومُسيلمتهم الكذاب فيدعوهم ويدعوه

إلى الأسلام وينصح له فى الدين ويحرص على هداهم
فأن أجابوا إلى ما دعاهم إليه من دعاية الأسلام
قبل منهم وكتب بذلك إلىّ ، وأقام بين أظهرهم حتى
يأتيه أمرى ، وإن هم لم يجيبوا ولم يرجعوا عن كفرهم
وإتباع كذّابهم على كذبه على الله عز وجل قاتلهم أشد
القتال بنفسه ومن معه ، فأن الله ناصر دينه ومظهره
على الدين كلّه كما قضى فى كتابه ولو كره الكافرون ،
فأن أظهره الله عليهم إن شاء الله وأمكنه منهم فليقتلهم
بالسّلاح وليحرقهم بالنار ولا يستبق منهم أحداً قدر على
أن يستبقيه وليقسم أموالهم وما أفاء الله عليه وعلى
المسلمين إلا خمسه فليرسل إلىّ أضعه حيث أمر الله
به أن يوضع إن شاء الله ، وعهد إليه أن لا يكون
فى أصحابه فشل من رأيهم ولا عجلة عن الحق إلى غيره
ولا يدخل فيهم حشو من الناس حتى يعرفهم وليعرف ممن
هم وعلى ما اتّبعوه وقاتلوا معه ، فأنى أخشى أن يدخل
معكم ناس يتعوذون بكم ليسوا منكم ولا على دينكم
فيكونون عيونا عليكم ويتحفظون من الناس بمكانهم معكم
وأنا أخشى أن يكون ذلك فى الأعراب وجفاتهم فلا يكونن
من أولئك فى أصحابك أحدٌ إن شاء الله ، وأرفق
بالمسلمين فى سيرهم ومنازلهم وتفقدهم ولا تعجل بعض
الناس عن بعض فى المسير ولا فى الأرتحال من مكان ،

واستوص بمن معك من الأنصار خيرا فى حسن صحبتهم ولين القول لهم ، فأن فيهم ضيقا ومرارة وزعارة ، ولهم حق وفضيلة وسابقة ووصية من رسول الله فاقبل من محسنهم وتجاوز عن مسيئهم كما قال والسلام عليك ورحمة الله وبركاته " (الاكتفاء ص ٢٤٥)

٥ - إلى خالد بن الوليد رض

قال شريك الفزارى : كنت ممن حضر ببزاخة مع عيينة بن حصن فرزقنى الله الأنابة فجئت أبابكر فأمرنى بالمسير إلى خالد وكتب معى إليه :-

" أما بعد فقد جاءنى كتابك مع رسولك تذكر ما أظفرك الله بأهل بزاخة وما فعلت بأسد وغطفان وأنك سائر إلى اليمامة وذلك عهدى إليك فاتق الله وحده لا شريك له وعليك بالرفق بمن معك من المسلمين كن لهم كالوالد ، وإياك ياخالد بن الوليد ونخوة بنى المغيرة فأنى قد عصيت فيك من لم أعصه فى شئ قط ، فانظر بنى حنيفة كلهم عليك ولهم بلاد واسعة ، فأذا قدمت فباشر الأمر بنفسك ، واجعل على ميمنتك رجلا وعلى ميسرتك رجلا ، واجعل على خيلك رجلا ، واستشر من معك من الأكابر من أصحاب رسول الله من المهاجرين والأنصار ، واعرف لهم فضلهم ، فأذا لقيت القوم وهم على

صفوفهم فألقهم إن شاء الله، وقد أعددت للأمور أقرانها، فالسهم للسهم والرمح للرمح والسيف للسيف، فإذا صرت إلى السيف فهو الثكل فإن أظفرك الله بهم فإياك والإبقاء عليهم، أجهز على جريحهم واطلب مدبرهم واحمل أسيرهم على السيف وهوّل فيهم القتل وأحرقهم بالنار، وإياك أن تخالف أمري والسلام عليك».

(الاكتفاء ص ٢٥٢)

« ليزدك ما أنعم الله به عليك خيراً واتق الله في أمرك فإن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون، جدّ في أمر الله ولا تنين ولا تظفرن بأحد قتل المسلمين إلا قتلته ونكلت به غيره، ومن أحببت ممن حادّ الله أو ضادّه ممن ترى أن في ذلك صلاحا فاقتله».

(الطبري عن سيف بن عمر ٣/٢٣٣)

٧ – إلى عكرمة بن أبي جهل

« يا ابن أم عكرمة! لا أرينك ولا تراني على حالها لا ترجع فتوهن الناس، إمض على وجهك حتى تساند حذيفة وعرفجة[1] فقاتل معهما أهل عمان ومهرة، وإن

---

[1] هما من الأمراء الذين بعثهم أبوبكر الصديق لحرب أهل الردة بعث حذيفة إلى عمان وعرفجة إلى مهرة وأمرهما أن يبتدءا بعمان، وأن يبادر عرفجة بعد قمع الثورة هناك، إلى مهرة ويمكث حذيفة بعمان كالوالي.

شغلا فامض أنت ثم تسير و تسير جندك تستبرؤن من مررتم به حتى تلتقوا أنتم والمهاجرين أبي أمية باليمن وحضرموت".

(الطبري عن سيف بن عمر، ٣/٢٤٣)

٨- صورة أخرى

"استادی ندانی و شاگردی نکنی، هر روز ترا دیدار کنم یا تمال هلاکت ودمار سازم، چرا نبودی تا شرحبیل در رسد و با او در جنگ همدست وهم آهنگ باشی، اکنون سوئے حذیفه سفر کن و پشتوان او باش، واگر با تو حاجتے نبود، باراضی یمن و حضرموت میرو و با مهاجر بن امیه می باش".

(ناسخ التواریخ الجزء الثانی من المجلد الثانی ص ١٢٤)

٩- إلى شرحبيل بن حسنة رض

"إذا قدم عليك خالد ثم فرغتم إن شاء الله فالحق بقضاعة[1] حتى تكون أنت وعمرو بن العاص على من أبى منهم (الأسلام) وخالف".

(الطبري عن سيف بن عمر، ٣/٢٤٣)

---

[1] وكانت منازل قضاعة فی شمال المدينة وغربها عند حدود الشام.

١٠ - إلى خالد بن الوليد رض

" يا خالد بنُ أم خالد ! إنك لفارغ تنكح النساء وتُعْرِس بهن وببابك دماء ألف ومائتين من المسلمين لم تجفّ بعد ، ثم خدعك مُجّاعة عن رأيك فصالحك على قومه وقد أمكنّ الله منهم ....." (الاكتفاء ص ٢٦٠ ، وكانت للكتاب بقية لم يذكرها صاحب الاكتفاء وقال إن وثيمة[1] ذكر الكتاب بأجمعه فى تأليفه عن الردّة وفى الطبرى عن إبن إسحاق ٣/٢٥٤ ينتهى الكتاب إلى : لم تجفّ بعد)

ردُّ خالد رض

فلما نظر خالد فى الكتاب قال : هذا عمل عُمرَ، وكتب إلى أبي بكر جواب كتابه مع أبي بَرزة الأسلمى :-

" أما بعد فلعمرى ما تزوجتُ النساء حتى تم إلىّ السُّرور وقرّت بى الدار وما تزوجت إلا إلى آمرئ لو جئت إليه من المدينة خاطبا لم أُبالِ[2] دَعْ أنى أستثرت خِطبتى إليه من تحت قدمى (؟) فأن

---

[1] هو وَثيمة بن موسى الوَشّاء الفارسى ، كان يتجر فى الوشى وصنف كتابا فى أخبار الردة ، مات سنة ٢٣٧هـ ، ذكره آبن خلّكان فى وفيات الأعيان مصر ، سنة ١٣٠٠هـ ٢/١٧١ -

[2] فى الأصل محرفاً : ابل -

كنتَ قد كرِهتَ لى ذلك لدين أو دنيا أعتبتك،
وأما حسن عزائى على قتلى المسلمين فو الله لو كان
الحزن يُبقى حيًّا أو يرُدُّ ميّتا لأبقى حزنى الحىَّ وردَّ الميت،
ولقد أقتحمت فى طلب الشهادة حتى أيِست من الحياة
وأيقنت بالموت، وأما خُدعة مُجّاعة إيابى عن رأيى فأنى
لم أُخطئ رأيى يومى ولم يكن لى علم بالغيب وقد صنع الله
للمسلمين خيرا أورثهم الأرض وجعل لهم عاقبة المتقين"
(الأكتفاء ص ٢٦٠)

١١- إلى خالد بن الوليدؓ

" أما بعد فأذا جاءك كتابى فانظر فأن أظفرك الله
ببنى حنيفة فلا تستبقِ منهم رجلا جرت عليه الموسى"

(... ص ٢٦)

١٢- إلى خالد بن الوليد

" خبر مسیلمه رسید و از فتح یمامه و نصرت مسلمین آگاه شدم
و اکنوں که مسیلمه بشد مردم یمامه را قوت و مکانتے نماند چه سپاه بے
سردار تنے را ماند که سر ندارد، و اکنوں بر در حصار جائے کن و چنداں
بپاکه آں قلعه بگشائی و چند خواهند که از مصالحت و مسالمت بیروں
شوند قرع الباب منازعت و مناطحت میکن و چوں قلعه بگشودی
مردان ایشاں را بتمامت گردن بزن، و زناں و فرزندان ایشاں را
بتمامت بُرده گیر و ضیاع و عقار و مال و خواسته چندانکه دارند ماخوذ

دار". (ناسخ التواريخ الجزء الثانى من الكتاب الثانى ص ١٣٣)

١٣- إلى طُرَيفة بن حاجزؓ

" إن عدو الله الفُجاءة أتانى يزعم أنه مسلم وليسألنى أن أقوّيه على من ارتدّ عن الإسلام فحملتُه وسلّحتُه، ثم انتهى إلىّ من يقين الخبر أن عدوّ الله قد استعرض الناس المسلمَ والمرتدَ يأخذ أموالهم ويقتل من خالفه منهم، فسر إليه بمن معك من المسلمين حتى تقتله أو تأخذه فتأتينى به". (الطبرى عن ابن إسحاق ٣/٢٣٤ والاكتفاء عن الواقدى ص ٢٦٣)

١٤- إلى خالد بن الوليدؓ

" أما بعد فإن أظفرك الله ببنى حنيفة فأقلل اللبث فيهم حتى تنحدر إلى بنى سُلَيم فتطأهم وطأة يعرفون بها ما صنعوا[1]، فإنه ليس بطن من العرب أنا أغيظ عليه منى عليهم، قدِم قادمهم يَذكر إسلاما ويريد أن أعينه فأعِنته بالظهر والسلاح ثم جعل يعترض الناس، فإن أظفرك بهم فلا ألومك فيهم فى أن تحرقهم بالنار وتُمثّل فيهم بالقتل حتى يكون نكالا لهم". (الاكتفاء ص ٢٦٤)

---

[1] فى الأصل مصحفا : ما منعوا.

١٥ - إلى عمرو بن العاص والوليد بن عقبة رض

"إتق اللهَ فى السّرِّ والعلانية فأنه من يتق الله يجعل له مَخرجا ويرزقُه من حيث لا يحتسب، ومن يتق الله يُكفر عنه سيآته ويُعظم له أجراً، فأن تقوى الله خير ما تواصى به عباد الله، إنك فى سبيل الله لا يسعك فيه الأدهان والتفريط ولا الغفلة عما فيه قوام دينكم وعصمة أمركم، فلا تنِ ولا تفتر" (كنز العمال عن القاسم بن محمد ٨/٢٠٧)

٣ - ردّة اليمن

١٦ - إلى رؤساء اليمن من حِميَر

« من أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عُمَير بن أَفلح ذي مَرَّان و سَعيد بن العاقب ذي زُود و سميفع بن ناكُور ذي الكَلاع وحَوشب ذي ظُليم وشَهر ذي يَناف ، أما بعد فأعينوا الأبناء على من ناوأهم وحُوطوهم واسمعوا من فَيرُوز وجِدُّوا معه فاني قد وليته » (الطبري عن سيف بن عمر ٣/٢٦٦ و ٢١٣ - ٢١٧)

١٧ - إلى الطاهر بن أبي هالة رض

« بلغني كتابك تُخبرني فيه مسيرك واستنفارك مسروقا وقومه إلى الأُخابث (أي المتمردين) بالأعلاب[1] فقد أصبت ، فعاجِلوا الضرب ولا تُرفِّهوا عنهم ، وأقيموا بالأعلاب حتى يأمَن طريق الأخابث ويأتيكم أمري »
(الطّبرى ٣/٢٦٥ و معجم البلدان لياقوت ١/١٤٦)

---

[1] في الأصل : فعاجلوا هذا الضرب

١٨ - إلى عَتَّاب بن أُسَيد

" إضرب على أهل مكة وعَمَلها خمسمائة مقو وأبعث عليهم رجلا تأمنه "

(الطَّبَرى ٣/٢٦٦)

١٩ - إلى المهاجر بن أبي أُمَيَّة

" إبعث إلىَّ بقيس فى وثاق ".

(كنز العُمَّال ٧/٨٤)

٢٠ - كتاب أبي بكر الصديق لأهل نجران

" بسم الله الرحمن الرحيم، هذا ما كتب به عبد الله أبوبكر خليفة محمد النبى رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجران، أجارهم بجِوار الله وذمّة محمد النبى رسول الله صلى الله عليه وسلم على أنفسهم وأرضيهم وملتهم وأموالهم وحاشيتهم وعاديتهم وغائبهم وشاهدهم وأساقفتهم ورُهبانهم وبِيَعِهم وكل ما تحت أيديهم من قليل أو كثير لا يُخسرون ولا يُعسرون ولا يُغير أسقف من أسقفيته ولا راهب من رُهبانيته وفاءً لهم بكل ما كتب لهم محمد النبى صلى

الله عليه وسَلَّمَ وعلى ما فى هذه الصحيفة جوار الله وذمة محمد النبى صلى الله عليه وسلم أبداً وعليهم النُّصح والأصلاح فيما عليهم من الحق".

(كتاب الخراج لأبي يوسف مصر سنة ١٣٠٢ه ص ٤١)

٢١ - صورة أخرى

"هذا كتاب من عبد الله أبي بكر خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم لأهل نجران أجارهم من جُنْده ونفسه وأجازلهم ذمة محمد صلى الله عليه وسلم إلا ما رجع عنه محمد رسول الله بأمر الله عز وجَلَّ فى أرضهم وأرض العرب أن لا يسكُن بها دينان، أجارهم على أنفسهم بعد ذلك وملتهم وسائر أموالهم وحاشيتهم وعاديتهم وغائبهم وشاهدهم وأسقُفهم ورُهبانهم وبِيَعِهم حيث ما وقعت وعلى ما ملكت أيديهم من قليل أو كثير عليهم ما عليهم، فإذا أدّوه فلا يُحشرون ولا يُعشرون ولا يُغيّر أسْقُف من أُسْقفيّته ولا راهب من رُهبانيّته ووُفى لهم بكل ما كتب لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى ما فى هذا الكتاب من ذمة محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم وجوار المسلمين وعليهم النصح".

(الطّبَرى ٣/٢٦٥ - ٢٦٦)

٣ - رِدّة البحرين

٢٢ - إلى العلاء بن الحضرمي رض

" أما بعد فأن بلغك عن بني شيبان بن ثعلبة تمام ما بلغك وخاض فيه المرجفون فابعث إليهم جندا فأوطئهم وشرّد بهم من خلفهم " (الطبري عن سيف بن عمر ٣/٢٦١ و معجم البُلدان ٢/٧٢ و فتوح البُلدان ص ٨٩ - ٩٠ والأكتفاء ص ٢٦٦)

٢٣ - إلى أَنَس بن مالك رض

" بسم الله الرحمن الرحيم هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين التي أمر الله بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فمن سألها من المؤمنين على وجهها فليُعطِها ومن سئل فوقها فلا يُعطه. في أربع وعشرين من الأبل فما دونها الغنم في كل خمس شاة، فأذا بلغت خمسا وعشرين إلى خمس وثلاثين ففيها ابنة مَخَاض أنثى، فأن لم تكن فيها ابنة مخاض فابن لَبُون ذَكَر، فأذا بلغت ستة وثلاثين إلى خمس وأربعين ففيها ابنة لبون، فأذا بلغت ستة وأربعين إلى ستين ففيها

حِقّة طَرَوقَة الجمل فأذا بلغت إحدى وستين إلى خمس
وسبعين ففيها جَذَعة فأذا بلغت ستة وسبعين إلى تسعين
ففيها ٱبنتا لَبون، فأذا بلغت إحدى وتسعين إلى عشرين
ومائة ففيها حِقّتان طَروقتا الجمل، فأذا زادت على عشرين
ومائة نفى كل أربعين ٱبنة لَبون، وفى كل خمسين حِقّة
ومَن لم يكن له إلا أربع من الأبل فليس فيها شئ إلا
أن يشاء ربها، فأذا بلغت خمسا من الأبل ففيها شاة، قال
ومن بلغت عنده من الأبل صدقة الجَذَعة وليس عنده
جَذَعة وعنده حِقّة فأنها تُقبل منه، ويجعل معها شاتين
إن ٱستيسرتا أو عشرين درهما، ومن بلغت عنده صدقة
الحِقّة وليست عنده الحِقّة وعنده جَذعة فأنها تُقبل
منه الجَذعة ويُعطيه المُصدِّق عشرين درهما أو شاتين
ومن بلغت صدقته الحِقّة وليست عنده إلا ٱبنة لَبون
فأنها تُقبل منه ابنة لَبون ويُعطى معها شاتين أو عشرين
درهما ومن بلغت صدقته ٱبنة لَبون وليست عنده وعنده
حِقّة فأنها تُقبل منه الحِقة ويُعطيه المُصَدِّق عشرين
درهما أو شاتين ومن بلغت صَدَقته ٱبنة لَبُون وليست
عنده وعنده بنت مَخاض فأنها تُقبل منه ٱبنة مَخاض
ويُعطى معها عشرين درهما أو شاتين، وصَدَقة الغنم فى
سائمتها فأذا كانت أربعين إلى عشرين ومائة شاة ففيها
شاة، فأذا زادت على عشرين ومائة إلى أن تبلغ مائتين

ففيها شاتان، فإذا زادت على المائتين إلى ثلاثمائة ففيها ثلاث شياه، فإذا زادت الغنم على ثلاثمائة ففي كل مائة شاة، ولا يخرج في الصَّدَقة هَرِمة ولا ذاتَ عوار ولا تيس الغنم إلا أن يشاء المُصَدِّق، فإذا كانت سائمة الرجل ناقصة من أربعين شاة واحدة فليس فيها صَدَقة إلا أن يشاء رَبّها، وفي الرقة ربع العشر فإذا لم يكن مال إلا تسعين ومائة فليس فيها صَدَقة إلا أن يشاء ربها".

(السنن الكبرى للبيهقي حيدر آباد الهند، ٨٥/٤ والصحيح للبخاري مصر ١٠٩/١ - ١١٠ والمجموع للنووي مصر ٣٣٨/٥ جزء من الكتاب وكنز العمال ٣٠١/٣)

٤ - رِدَّة عُمان

٢٤ - إلى عمرو بن العاص رض

« بسم الله الرحمن الرحيم . من أبي بكر خليفة رسول الله إلى عمرو بن العاص سلام عليك أما بعد فأن الله عزَّ وجلَّ بعث نبيه صلى الله عليه وسلم حين شاء وأحياه ما شاء ثم توفاه حين شاء ، وقد قال في كتابه الصادق : إنك ميت وإنهم ميتون وإن المسلمين قلّدوني أمر هذه الأمة من غير إرادة مني ولا مَحَبَة ، فأسال الله العون والتوفيق ، فأذا أتاك كتابي فلا تحلن عِقالا عقله رسول الله ولا تعقلن عِقالا حَلَّه رسول الله والسلام » (تاريخ مدينة دِمَشق لابن عساكر فلم ص ١٦ ، معهد إحياء المخطوطات العربية بالجامعة الدوُل العربية القاهرة وكنز العُمال عن المصدر نفسه ٢٨٣/٦)

٢٥ - إلى عِكرِمة بن أبي جَهل

« سِر فيمن قِبلك من المسلمين من أهل دَبا »
(الاكتفا ص ٢٦٦)

٥ - رِدَّةُ كِندة وحضرموت

٢٦ - إلى زياد بن لبيد الأنصاري رض

« بسم الله الرحمن الرحيم . من أبي بكر خليفة رسول الله إلى زياد بن لبيد سلام عليك، فأني أحمد إليك الله الذي لا إله إلا هو، أما بعد فأن النبي توفي فأنا لله وإنا إليه راجعون، فأنظر ولا قوة إلا بالله أن تقوم قيام مثلك وتبايع من عندك، فمن أبي وطيته بالسيف وتستعين بمن أقبل على من أدبر، فأن الله مظهر دينه على الدين كله ولو كره المشركون ». (الاكتفاء ص ٢٦٩)

٢٧ - إلى الأشعث بن قيس ورؤساء كندة

« اے أشعث و بزرگانِ قبائلِ کندہ بدانید کہ خداوند درکتاب می فرماید کہ در اسلام استوار باشید و با دین درست و ایمان کامل درقیامت سربدر کنید، من نیز شمارا جز این نفرمایم، ترک ایمان مگوئید و فریفتہ شیطان مشوید و اگر شمارا کردار زیاد دشوار آمدہ است او را از امارت بازگیرم و دیگرے را فرستم تا با شما ہموار برود و مسلم بن عبد اللہ راکہ حمل این نامہ کند فرمودہ ام کہ چوں شما فرمان بردار باشید زیاد بن لبید را باز گرداند، اکنوں شما بتوبت و انابت گرائید تا خداوند ما را و شمارا موفق

یدارد" (ناسخ التواریخ المجلد الثانی من القسم الثانی ص ١٤١)

٢٨ - إلى عِكرِمة بن أبي جَهل رضؓ

"دانسته باش کہ قبیلۂ کِندہ عصیان آشکارا کردند، و بر زیاد بن لبید و مُہاجر بن اُمَیّہ کار تنگ گرفتند، چون این نامہ را بخوانی لشکر را بسمت تریم[1] از بلاد حضرموت برانی و آن عاصیان[2] بدسگالاں را سزا و جزاء رسانی و ہر کہ با تو موافقت نماید از اہل مکہ و دیگر قبائل عرب کہ بر راہ تو باشند با خویشتن بری" (فتوح أعثم الكوفي ص ١٤)

٢٩ - إلى زياد بن لبيد الأنصاري رضؓ

" إِن ظَفِرتَ بأهل النُّجَير فاستَبقِهم "

(الاكتفاء ص ٢٧١)

٣٠ - إلى زياد بن لبيد الأنصاري رضؓ

" إنما الغنيمة لمن شهد الوقعة "

(كنز العُمّال عن الشافعي ٢/٣٠٦)

٣١ - إلى المهاجر بن أبي أُمَيَّة

" إذا جاءكم كتابي هذا ولم تَظفَروا فأن ظَفِرتم بالقوم فاقتلوا المقاتِلة واسبُوا الذُّرِّيّة إن أخذتموهم عَنوةً أو ينزلوا

---

[1] في الأصل : بريم محرفا .

[2] " " : عِصيان

على حكمى فإن جرى بينكم صلح قبل ذلك فعلى أن تخرجوهم من ديارهم فإنى أكره أن أقر أقواما فعلوا فعلهم فى منازلهم ليعلموا أن قد أساؤا وليذوقوا وبال بعض الذى أتوا ».
(الطبرى عن سيف بن عمر ٣/٢٧٤ و تاريخ اليعقوبى طبعة ليدن ٢/١٤٩)

٣٢ - إلى المهاجر بن أبى أمية

« إن أباها النعمان بن الجون أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فزينها له حتى أمره أن يجيئه بها، فلما جاءه بها قال: أزيدك أنها لم تيجع شيئا قط، فقال: لو كان لها عند الله خير لاشتكت، ورغب عنها، فارغبوا عنها ».
(الطبرى عن سيف بن عمر ٣/٢٧٦)

٣٣ - إلى المهاجر بن أبى أمية

« بلغنى الذى سرت به فى المرأة التى تغنت وزمرت بشتيمة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلولا ما قد سبقتنى فيها لأمرتك بقتلها، لأن حد الأنبياء ليس يشبه الحدود، فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد أو معاهد فهو محارب غادر ».
(الطبرى عن سيف بن عمر ٣/٢٧٧ وكنز العمال ٣/١٢١)

٣٤ - صورة أخرى

« بلغني أنك قطعت يد امرأة في أن تغنت بهجاء المسلمين ونزعت ثنيتها فإن كانت ممن تدعي الإسلام فأدب وتقدمة دون المثلة، وإن كانت ذمية، فلعمري لما صفحت عنه من الشرك أعظم، ولو كنت تقدمت إليك في مثل هذا لبلغت مكروها، فاقبل الدعة وإياك والمثلة في الناس فإنها مأثم ومنفرة إلا في قصاص ». (الطبري عن سيف بن عمر، ٣/٢٧٧ و كنز العمال ٣/١٣١)

٣٥ - صورة أخرى

« بلغني أنك أخذت امرأة شتمتني فقطعت يدها، وقد أهدر الله من الشرك ما هو أعظم من ذلك وتركت المثلة في ظاهر الكفر ففعلت حقار (؟) وعملت بحسن (؟) وإذا أتاك كتابي فاقبل الدعة ودع المثلة فإنها مأثمة، وقد نزه الله الإسلام وأهله عن فرط الغضب، وقد أخذ رسول الله قوماً آذوه وشتموه وأخرجوه وحاربوه فلم يمثل بهم ». (أنساب الأشراف للبلاذري (المصور) ٩/٤٩١، معهد إحياء المخطوطات العربية، جامعة الدول العربية، القاهرة)

٣٦ - إلى عُمَّال الرِّدَّة

" أَما بعد فأُنَّ أَحبَّ من أَدخلتم فى أُموركم إلىَّ من لم يَرتد ومَن كان ممن لم يرتد، فأجمعوا على ذلك، فاتَّخِذُوا منهم صنائع، وأْئذنوا لمن شاء فى الانصراف ولا تَستعينوا بمرتَدّ فى جهاد عَدُوّ ".
(الطبرى عن سيف بن عمر، ٣/٢٧٦)

٣٧ - إلى خالد بن الوليدؓ

" إِئْذَن للمسلمين فى القَفل إلَّا من أُحب المقام معك ولا تُكرهن أَحدا على المقام ولا تستعن فى شئ من حربك بمتكاره، وَاُدْعُ من يليك من بنى تميم و قيس و بكرٍ إلى مَوَتات اليمامة، فأن مَوات ما أفاء الله على رسوله لله ولرسوله، فمن أحيا شيئاً من ذلك فهو له، لا يدخُل ذلك فى شئ من موات كل بلد أسلم عليه أَهله ".
(الأكتفاء ص ٣٥٠)

١ـ فتوح العراق

٣٨ ـ إلى خالد بن الوليد رضـ

" إنى قد وليتك حرب العراق فاحشد من ثبت على الإسلام وقاتل أهل الردة ممن بينك وبين العراق من تميم وقيس وأسد و بكر بن وائل وعبد القيس، ثم سر نحو فارس واستنصر الله عز وجل، وادخل العراق، فابدأ بفرج الهند[1]، وتألف أهل فارس ومن كان فى مملكتهم من الأمم وأنصفوا من أنفسكم، وإنكم كنتم خير أمة أخرجت للناس، نسأل الله أن يجعل من ألحقه[2] بنا وصيره منا خير متبع بإحسان، وإن فتح الله عليك نعارق حتى تلقى عياضا " (الاكتفاء ص ٣٥٠)

٣٩ ـ صورة أخرى

" سر إلى العراق حتى تدخلها وابدأ بفرج الهند وتألف أهل فارس ومن كان فى ملكهم من الأمم "

---

[1] أى ميناء الأبلة .

[2] فى الأصل : لحقه بنا .

(الطبرى عن سيف بن عمر، ٤/٢)

٤٠ ـ صورة أخرى

" إنَّ الله فتح عليك، فعارِق حتى تلْقَى عِياضًا ":
(الطبرى عن سيف بن عمر، ٤/٤)

٤١ ـ إلى عِياض بن غَنْمٍ

" سِر حتى تأتِي المُصَيَّخ فابدأ بها ثم أدْخُلِ العِراق أعلاها وعارِق حَتَّى تلقى خالداً وأْذنا لمن شاء في الرّجوع ولا تستفتحا بمتكارِه ": (الطبرى عن سيف بن عمر، ٤/٤)

٤٢ ـ صورة أُخرى

" سِر حتى تأتِي المُصَيَّخ فاحْشُد مَن بينك وبينها ممن ثبت على الأسلام وقاتِل أهل الرِّدَّة، فابدأ بهم ثم أدخُلِ العِراق من أعلاها فعارِق حَتى تَلقَى خالداً ":
(الأكتفاء ص ٣٦٠)

٤٣ ـ إلى خالد بن الوليدؓ وعِياض بن غَنْمٍؓ

" إستنفِروا من قاتل أهلَ الرِّدَّة ومن ثبت على الأسلام بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا

يغزون معكم أحد آرتدّ حتى أرى رأيُ".

(الطبرى عن سيف بن عمر، ٤/٤)

٤٤ - إلى خالد بن الوليد وعياض بن غنم

" إستعينوا بآلله وآتقوه وآثروا أمر الآخرة على الدُّنيا يجمع الله لكم بطاعته الدُّنيا إلى الآخرة، ولا تؤثروا الدُّنيا فتعجزكم، ويسلبكم الله لمعصيته الدنيا والآخرة فما أهونَ العبادَ على الله إذا عصوه ".

(الأكتفاء ص ٣٥٠)

٤٥ - إلى خالد بن الوليد وعياض بن غنم

" إذا أجتمعتما بالحيرة وقد فضضتما مسالح فارس وأمنتما أن يؤتى المسلمون من خلفهم فليكن أحدكما ردأً للمسلمين ولصاحبه بالحيرة وليقتحم الآخر على عدو الله وعدوكم من أهل فارس دارهم ومستقر عزّهم المدائنَ ". (الطبرى عن سيف بن عمر، ٤/٥)

٤٦ - إلى خالد بن الوليد وعسكره

" بسم الله الرحمن الرحيم . من عبد الله أبي بكر خليفة رسول الله إلى خالد بن الوليد ومن معه من المهاجرين والأنصار والتابعين بأحسان سلام عليكم،

فأنى أحمد إليكم الله الذى لا إله إلا هو : أما بعد
فالحمد لله الذى أنجز وعده ونصر دينه وأعزَّ وليَّه
وأذلَّ عدوه ، وغلب الأحزاب فرداً ، فأن الله الذى
لا إله إلاّ هو وعد الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات
ليستخلفنهم فى الأرض كما استخلف الذين من قبلهم
وليمكّن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنّهم من
بعد خوفهم أمنا يعبدوننى ولا يُشركون بى شيئاً ، ومن
كفر بعد ذلك فأولئك هم الفاسقون وعداً لاخُلْف له
ومقالاً لا ريب فيه ، وفرض على المؤمنين الجهاد ،
فقال عزّ من قائل: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَى
أن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّوا شَيْئاً
وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ، فاستتمّوا
مَوْعِدِ الله إيّاكم وأطيعوه فيما فرض عليكم وإن عظمت
فيه المؤُنة واشتدّت فيه الرَّزيَّة ، ولَعُدت فيه الشُّقَّة
وفُجِعتُم فى ذلك بالأموال والأنفس ، فأن ذلك يسير
فى عظيم ثواب الله ، ولقد ذكر لنا الصادق المَصْدُوق
صلى الله عليه وسلم أن الله يبعث الشُّهداء يوم القيامة
شاهرين سيوفهم لا يتمنّون على الله شيئاً إلا آتاهُمُوه
حتى أُعطوا أمانيّهم وما لم يَخْطُر على قلوبهم ، فما شئ
يتمناه الشهيدُ بعد دخوله الجنة إلا أن يردَّهم الله
إلى الدنيا ، فيُقْرَضُون بالمقاريض فى الله لِعظيم ثواب

الله، انفروا خفافاً وثقالاً، وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم في سبيل الله ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون، فقد أمرتُ خالد بن الوليد بالمسير إلى العراق لا يبرحه حتى يأتيه أمري، فسيروا معه، ولا تثاقلوا عنه، فإنه سبيل يُعظِمُ الله فيه الأجر لمن حسُنت فيه نيّتُه وعظُمت في الخير رغبتُه، فإذا قدِمتم العراق فكونوا بها حتى يأتيكم أمري، كفانا الله وإياكم مهمّ أمور الدنيا والآخرة، والسلام عليكم ورحمة الله".

(فتوح الشام لأبي إسماعيل محمد الأزدي البصري ص ٤٦ - ٤٧ طُبع بكلكتة تحت إشراف وِليم ناسوليس الآيرلاندي سنة ١٨٥٤م)

٤٧ - إلى مذعور بن عدي رضي

" أما بعدُ: فقد أتاني كتابك، وفهمتُ ما ذكرت وأنت كما وصفتَ به نفسك وعشيرتُك نِعمَ العشيرة، وقد رأيتُ لك أن تنضمّ إلى خالد بن الوليد فتكون معه، وتُقيمَ معه ما أقام بالعراق، وتشخص معه إذا شخص منها" (فتوح الشام للأزدي ص ٥٣)

٤٨ - إلى المثنّى بن حارثة رضي

" بسم الله الرحمن الرحيم. أما بعد فإن صاحبك

العجلى كتب إلىَّ يسألنى أمورًا، فكتبتُ إليه آمُرُه بلزوم خالد حتى أرى رأيى، وهذا كتابى إليك آمُرُك أن لا تبرَحَ العراق حتى يخرج منه خالد بن الوليد، فإذا خرج خالد منه فالزم مكانك الذى كنت به، فأنت أهل لكل زيادة، وجدير بكل فضل، والسلام عليك ورحمة الله". (فتوح الشام للأزدى ص٥٣)

٣ - فتوح الشام

٤٩ - إلى أهل اليمن

"بسم الله الرحمن الرحيم. من خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مَن قُرِئ عليه كتابى هذا من المؤمنين والمسلمين من أهل اليمن، سلام عليكم، فإنى أحمد إليكم الله الذى لا إلٰهَ إلا هو، أما بعد فإن الله كتب على المؤمنين الجهادَ، وأمرهم أن ينفِروا خفافا وثِقالاً، وقال: "جاهِدُوا بأموالكم وأنفسكم فى سبيلِ الله" فالجهادُ فريضة مفروضة، وثوابُه عند الله عظيم، وقد استنفرنا من قِبَلَنا من المسلمين إلى جهاد الروم بالشام، وقد سارَعوا إلى ذلك وعَسْكروا وخرجوا، وحَسُنَت فى ذلك نِيَّتُهم، وعظمت فى الخير حِسبتُهم، فسارِعوا عبادَ الله إلى ما سارعوا إليه، ولْتَحْسُن نِيَّتُكم فيه، فإنكم إلى إحدى الحُسْنَيَيْن: إما الشَّهادة، وإما الفتح والغنيمة، فإن الله تبارك

وتعالى لم يرضَ من عبادة بالقول دون العمل، ولا يترك أهل عداوته حتى يَدِينوا بدين الحق، ويُقِرّوا بحكم الكتاب، أو يُؤدّوا الجِزْيَةَ عن يَدٍ وهم صاغِرون، حفظ اللهُ لكم دينكم، وهَدَى قلوبَكم، وَزَكَّى أعمالَكم ورَزَقكم أجر المجاهدين الصابرين، والسلام عليكم».
(فتوح الشام ص ٥، وتهذيب تاريخ إبن عساكر ١ : ١٢٨)

٥٠ - إلى خالد بن سعيد رض

« أَقدِم ولا تُحجِم وَآستنصِر الله ».
(الطبرى عن سيف بن عمر، ٤ / ٢٩)

٥١

« أَقدِم ولاَ تقتحمن حتى لا تُؤتى من خلفك ».
(الطبرى عن سيف بن عمر، ٤ / ٢٩)

٥٢

« أَقم مكانك، فلَعَمري إنك مِقدام مِحجام، نجّاء من الغَمَرات، لا تخوضها إلى حق[١] ولا تَصبِرُ عليها[٢] ».
(الطبرى عن سيف بن عمر، ٤ / ٣١)

٥٣ - إلى عمرو بن العاص رض

«إنى كنت قد رددتُك على العمل الذى كان رسول

---

[١] فى الأصل : إلى حق.
[٢] فى الأصل : عليه.